معتصم نے کہا "آپ کا یہ ارشاد بھی پورا ہوگا"

قاضی صاحب نے کہا "اسے منصب بھی دیا جائے تاکہ لوگ سمجھیں واقعی امیرالمومنین نے اُسے معاف کر دیا ہے"

معتصم اس پر بھی رضامند ہوگیا اس نے حکم دیا

"خالد کو فوراً خلعت فاخرہ سے نوازا جائے" اور اس حکم کی فوراً تعمیل بھی ہوگئی"

خالد جب معتصم کے دربار سے بری ہوکر اور خلعت و زر نقد لے کر باہر نکلا تو لوگ خوشی سے دیوانے ہوگئے کیونکہ لوگوں کی نظروں میں وہ اسی کا حامل تھا انھوں نے پُرزور طور پر نعرہ لگایا

سید العرب (خالد) زندہ باد

خالد نے کہا "خبردار ——— سید العرب میں نہیں قاضی احمد ابن ابی داؤد ہیں!"

قاضی صاحب کے اثر و نفوذ، اور جاہ و مرتبت کی بہت سی مثالیں اس طرح کی موجود ہیں۔ چنانچہ ضرغام جب ایوان خاص میں داخل ہوا اور اس نے وہاں قاضی صاحب کو معتصم سے سرگرم تکلّم پایا تو اسے حیرت نہیں ہوئی اس نے سمجھ لیا ضرور کوئی خاص مرحلہ درپیش ہے۔

ضرغام نے خلیفہ معتصم کو مخاطب کر کے کہا

"السلام علیکم یا امیرالمومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"!

معتصم نے مسکرا کر جواب دیا اور قاضی صاحب کے قریب جو کرسی پڑی تھی اُس پر

بیٹھنے کا اشارہ کیا اور کہا۔

" مرحبا، مرحبا، آؤ منرغام آؤ ——— !"

پھر وہ قاضی صاحب کی طرف متوجہ ہوا اور گویا ہوا

" شاید آپ کو تعجب ہوا ہو اس شخص کی سربلندی پر ——— حالانکہ یہ آپ ہی کی عطائی ہوئی ہے آپ نے بارہا اس کی تعریف میرے روبرو کی اور اس کی صلاحیتوں کی طرف مجھے متوجہ کیا۔

قاضی صاحب :۔ جی ہاں ——— اور اگر آپ اس سے خوش ہیں تو مجھے مسرت ہے کہ میری رائے غلط نہیں نکلی

معتصم :۔ آپ نے اس کے بارے میں جو کچھ فرمایا یہ اس سے بھی سوا نکلا۔!

قاضی صاحب :۔ " الحمد اللہ "

معتصم :۔ اس نے میری جان بچانے کے لئے اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دیا اس کی شجاعت اور تہور کا اس سے اندازہ کیجئے کہ بپھرے ہوئے شیر کے پنجوں سے مجھے سلامت نکال لیا۔

قاضی صاحب :۔ (منرغام کی طرف متوجہ ہو کر) جزاک اللہ، جزاک اللہ

معتصم :۔ اس دن سے میں نے اسے اپنا مقرب بارگاہ بنا لیا ہے مصاحب خاص کا منصب سونپا ہے اور اپنے پاس یہیں قصر میں اسے بلا لیا ہے رہنے کے لئے۔

قاضی صاحب :۔ بہت اچھا کیا۔ یہ اسی سرفرازی اور سربلندی کا مستحق ہے۔

قاضی صاحب کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکی تھی داڑھی کے بالوں پر سفیدی غالب آگئی تھی اس سے ان کے جلال و وقار میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

معتصم :۔ جب آپ بھی اس پر اتنا اعتماد کرتے ہیں تو ہماری آج کی گفتگو میں اسے بھی شریک رہنا چاہیے۔

باب ۔ ۴۲

تدبیر و شمشیر

ضرغام مؤدب طور پر خلیفہ اور قاضی کے سامنے بیٹھا تھا وہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ کس قسم کی گفتگو اس وقت ہو رہی ہے اتنے میں معتصم نے اسے مخاطب کیا۔

ہم اور قاضی صاحب آرمینا کے اس مجوسی (بابک خرمی) کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ جو اذربیل کو اپنا مستقر بنا کر فتنہ و فساد اور شرارت و خیانت میں مبتلا ہے۔

ضرغام :۔ بجا ارشاد ہوا ——— لیکن کیا اس کی سرگرمیوں کے بارے میں کوئی نئی اطلاع آئی ہے۔

"ہاں، ——— وہ پھر شرارت پر مائل ہے وہ جنگ و پیکار کی دعوت دے رہا ہے دو مرتبہ ہماری فوجوں کی اس سے مڈبھیڑ ہو چکی ہے۔ لیکن نامعلوم اسباب کے ماتحت نتیجہ وہ نہیں نکلا جو نکلنا چاہیے تھا اور اب حالات فوری اقدام و عمل کے متقاضی ہیں"۔

قاضی احمد ابن ابی داؤد :۔ ضرغام تم جانتے ہو، بابک نے آرمینا میں جو امیر المومنین کا مفتوحہ علاقہ ہے۔ فتنہ و فساد بپا کر رکھا ہے یہاں سے ایک مرتبہ افشین کو اسکی سپاہ کے ساتھ

قاضی صاحب :۔ ہمارے دل میں افشین کے بارے میں جو شکوک پیدا ہو چکے ہیں وہ اپنی جگہ پر ہیں لیکن ان کا علم بہرحال افشین کو نہیں ہے اور اس سلسلہ میں، میں اپنی رائے پیش کر دینا چاہتا ہوں ممکن ہے اس میں نفع کا کوئی پہلو نکل سکے۔

معتصم ، ضرور ارشاد ہو " پھر وہ حزغام سے کہنے لگا۔

قاضی صاحب ! کیلئے ہمارے نزدیک تمام وزیروں اور مشیروں سے زیادہ اہم شخصیت کے حامل ہیں انکی رائے بھی ان وزیروں اور مشیروں کے مقابلہ میں زیادہ گراں بہا ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہم انکی پروا نہیں کرتے قاضی صاحب کی سنتے ہیں ـــ قاضی صاحب آپ فرمایئے۔

قاضی صاحب :۔ افشین اپنے ملک کا بادشاہ ہے اس کے پاس فوج و سپاہ ہے امیرالمومنین کی خدمت پر جو آمادہ ہوا ہے وہ از راہ اخلاص نہیں صرف طمع اور لالچ ہے۔

معتصم :۔ بہت درست ، بالکل ٹھیک ۔

قاضی :۔ بعض لوگوں کا تو یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کی فوجی خدمت یہ صرف زر و مال کی خاطر کر رہا ہے اگر مال و زر کی محبت اس کے دل سے نکل جائے تو بے تامل یہ بابک کے ساتھ مل جائے گا اور ہم سے لڑنے پر آمادہ ہو جائے گا۔

معتصم :۔ ہاں ہو سکتا ہے یہ

قاضی صاحب :۔ پس اگر اس کا اسلام صحیح ہے تو بھی بہرحال وہ نومسلم ہے اگر ہم نے اس کے ساتھ کوئی زیادتی کی تو ہم پر پلٹ پڑے گا اور ہمارا مخالف اور دشمن بن جائے ،

معتصم :۔ درست فرما رہے ہیں آپ !۔

قاضی صاحب :۔ اگر ایسا ہوا تو وہ علانیہ بابک سے مل جائیگا اور یہ صورت بہت زیادہ خطرناک ہوگی۔

معتصم :۔ پھر آپ کی رائے میں کیا کرنا چاہیے ہمیں ؟

قاضی صاحب :۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کے نام کار اخلاص پر بظاہر اپنے اعتماد کا اظہار کریں مال ودولت کے ساتھ جس طرح اب تک اسے بار بار خریدتے رہے ہیں یہ خریداری کا سلسلہ جاری رکھیں اور اسکی سپاہ سے کام لیتے رہیں

معتصم :۔ مگر ——————

قاضی صاحب :۔ اور اسے ملے اس کی سپاہ کے اس مجوسی (بابک) کی سرکوبی کے لئے روانہ کردیں اگر یہ لوگ غالب آجاتے ہیں تو ہم ان کے شر سے بچ جائیں گے اور اس کے بعد بھی اگر افشین کی خیانت امیر المومنین کے علم میں آئے تو اس سے انتقام لینا ہمارے لئے آسان ہوجائے گا۔

معتصم :۔ یہ کس طرح —————— ؟

قاضی صاحب :۔ اب تو دو دشمن ہیں ، ایک بابک دوسرا افشین ، بابک کے استیصال کے بعد صرف افشین رہ جائے گا وہ بھی کمزور ، زخمی اور تھکا ہوا اسے نیچ کرلینا بہت آسان ہوگا۔

معتصم :۔ یہ تھا آپ کا مطلب ؟

قاضی صاحب :۔ یا امیر المومنین میرا یہی مقصد تھا —————— اور اگر یہ ثابت ہوجائے کہ ہم غلط فہمی میں مبتلا تھے ، یہ مخلص اور سچا مسلمان ہے تو پھر وہ آپ

کی خوشنودیٔ مزاج حاصل کر لے گا

منزغام قاضی صاحب کی باتیں سن رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا یہ شخص جتنا بڑا عالم ہے اتنا ہی بڑا سیاست داں اور مفکر و مدبر بھی ہے اگر اس کے مقابلہ میں مجھ سے رائے لی جاتی تو میں ہرگز ایسی معقول باتیں نہ کہہ سکتا۔ نہ اتنے صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتا، میں صرف صاحب سیف ہوں، صاحب تدبیر نہیں اور ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص صاحب تدبیر بھی ہو اور صاحب شمشیر بھی۔

قاضی صاحب کی باتیں سنکر معتصم نے جواب دیا۔

"قاضی صاحب آپ تو خواہ مخواہ اس فارسی (افشین) شخص سے ہمیں مرعوب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں آپ اسے فراموش کر دیتے ہیں کہ ہماری فوج میں خدا کے فضل سے یکتائے روزگار، بہادر، نبرد آزما موجود ہیں جو اس کا اور اس کے آدمیوں کا آن کی آن میں صفایا کر سکتے ہیں

قاضی صاحب نے کہا "امیر المومنین سچ فرماتے ہیں میں جانتا ہوں ان کے پاس ترک سالار اشناس جیسا انسان ہے جس کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے ایتاخ بھی ان کا ایک حقیر غلام ہے، لیکن دنیا سے اپنی بڑائی تسلیم کرا چکا ہے، بغا اور سیما جیسے لوگ بھی ہیں جن کی تلوار کاٹ میں اپنا جواب نہیں رکھتی

معتصم (مسکرا کر) پھر آپ ہی غور فرمایئے

قاضی صاحب: لیکن اسے نہ فراموش کیجئے کہ یہ سب آپ کے سالار، طبقہ عوام سے تعلق رکھتے ہیں

معتصم:۔ تو اس سے کیا ہوتا ہے ؟

قاضی صاحب :۔ ان میں سے کسی کی بھی فوج کے دِل پر وہ ہیبت نہیں ہے۔ جو افشین کی ہے، اور ابھی ضرغام بتا چکا ہے کہ اپنی قوم کے لوگوں پر اس کا اتنا اثر ہے کہ ایک آواز پر وہ لاکھوں نفوس جمع کر سکتا ہے پس اگر ہم اسے خفا کریں گے، تو خود اپنا نقصان کریں گے اور اگر بابک کا مسئلہ درپیش نہ ہوتا تو بے شک نہ ہم افشین کی پرواہ کرتے نہ کسی اور کی۔

معتصم نے ضرغام کی طرف دیکھا گویا وہ اسکی رائے طلب کر رہا تھا

ضرغام نے عرض کیا " میری ناچیز رائے قاضی صاحب سے ہم آہنگ ہے۔ جس قابلیت سے انہوں نے تمام صورت حال واضح کی ہے میں نہیں کر سکتا تھا لیکن انکی بات دل کو لگتی ہے اس میں سیاست بھی ہے اور تدبیر بھی ——"

معتصم :۔ "اچھا تو تم بھی قاضی صاحب کے ساتھ ہو" یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا۔

ضرغام نے عرض کیا " یہ زندگی امیر المومنین کے لئے وقف ہو چکی ہے۔ ہر وقت لی جا سکتی ہے لیکن یہ کیونکر ممکن ہے کہ امیر المومنین غلام سے کوئی رائے لیں اور وہ جو کچھ درست سمجھتا ہو اسے انکی خدمت میں عرض نہ کر دے۔

معتصم :۔ ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، ہم تمہاری رائے کی قدر کرتے ہیں —— اس وقت ہم نے قاضی صاحب کو اس لئے تکلیف دی تھی اور تمہیں اس لئے بلایا تھا کہ معلوم ہوا ہے بابک ہماری مملکت پر حملہ آور ہونے کے منصوبہ بنا رہا ہے ہمیں اس کا استقبال کرنا چاہیے

قاضی صاحب :۔ بابک اتنی جسارت نہیں کر سکتا کہ یہاں آئے، اور آئے گا تو منہ کی کھائے گا وہ اس —— ؛ ہم اس پر حملہ آور نہ ہوں، بہر حال اب

افشین آرہا ہے ہمیں اس کے اکرام و اعزاز میں خوب مبالغہ کرنا چاہیے اور اسکو بابک سے بھڑکانا چاہیے۔

معتصم :- جی تو نہیں چاہتا افشین کی عزت افزائی کرنے کو لیکن آپکی رائے ہم رد بھی نہیں کر سکتے، بہر حال وہ ہی کریں گے جو آپ نے فرمایا ہے۔

باب ۔ ۴۳

بانو کیا ہوئی

ان لوگوں کے درمیان یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ موذن نے صدائے اللہ اکبر بلند کی عصر کا وقت آچکا تھا اذان کی آواز سنتے ہی معتصم نے گفتگو کا سلسلہ بند کر دیا۔ قاضی صاحب نے بھی خاموشی اختیار کر لی ضرغام تو سر جھکائے بیٹھا ہی تھا اذان کے بعد خلیفہ نے اُٹھتے ہوئے کہا

"پہلے ہمیں نماز سے فراغت کر لینی چاہیے"

یہ سنتے ہی قاضی صاحب اور ضرغام بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ لوگ سامرّا کی مسجد کبیر میں پہنچے۔ یہ مسجد معتصم نے بنوائی تھی یہ اپنے انداز تعمیر، حسن و دل کشی اور زیبائش و آرائش کے اعتبار سے اتنی انتخاب اور لاجواب تھی کہ ساری دنیائے اسلام میں اس کی مثال ملنا مشکل تھی۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ آج تک اتنی شاندار اور حسین دل آویز عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی تو ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا محراب اور مقصورہ کی دیواریں اس خوبی سے آئینہ بند کی گئی تھیں کہ خلیفہ یہاں سے بغیر کسی دشواری کے اپنے پیچھے ہر آنے والے کو اور اسکی نقل و حرکت کو دیکھ سکتا تھا چونکہ

یہ زمانہ پرآشوب تھا اور خلیفہ کی جان کو ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اس لئے اس طرح کی احتیاط اور پیش بندیاں ضروری اور لازمی تھیں اس مسجد کا صرف ایک مینارہ تھا اس میں لیپنے اور درجے بنے ہوئے تھے۔ اس کی شکل ابن طولون[صلہ] کے مینار سے ملتی جلتی تھی بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابن طولون نے اس مینارہ کو دیکھ کر اپنی مسجد کا مینارہ بنوایا تھا معتصم اس مسجد میں پابندی کے ساتھ نماز ادا کیا کرتا تھا اس لئے کہ یہ مسجد قصر خلافت سے بہت قریب تھی خلیفہ جب اٹھا تو قاضی صاحب اور ضرغام بھی اٹھ گئے اور وضو کر کے سیدھے مسجد میں داخل ہو گئے۔

مسجد میں سب سے پہلے جو شخص داخل ہوا وہ معتصم تھا مسجد کے دروازے پر لوگوں کا ہجوم تھا اس میں سالار و امراء بھی تھے اور وزراء منصب دار بھی یہ لوگ دروازے پر رکے ہوئے تھے کہ پہلے خلیفہ کا دیدار کر کے برکت حاصل کر لیں پھر مسجد میں داخل ہوں۔ معتصم اپنے مقصورہ میں بیٹھ گیا اس کے پیچھے پیچھے اس کے خواص بھی چلے اور مقصورہ میں آ کر بیٹھ گئے ان میں قاضی احمد ابن ابی داؤد بھی تھے اور عبدالملک زیات بھی جو معتصم کا وزیر بھی تھا اور سالار (ترک) ابھی ضرغام مقصورہ میں نہیں گیا وہ عام لوگوں کے ساتھ ادائے نماز کے گروہ میں شامل ہو گیا

ضرغام نماز کے لئے کھڑا ہی ہوا تھا کہ اس کی نظر کچھ نئے آنے والوں پر پڑی ان میں سے کچھ لوگوں کو وہ پہچانتا تھا انہی میں ایک ایسا شخص نظر آیا کہ وہ اسے دیکھ کر

صلہ، شیر الملوک ص ۱۶۷ نیز ملاحظہ ہو

E.HERFELD SAMARRA TOFEL S

بے قابو ہو گیا ——— یہ شخص سامان تھا۔

سامان کو دیکھ کر ضرغام ضبط نہ کر سکا، وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا اور دبے پاؤں دروازے تک پہنچ گیا، قریب پہنچ کر اُس نے سامان کو جس حالت میں دیکھا اس سے شبہ ہوا کہ نظر نے دھوکہ تو نہیں کھایا۔

کیا واقعی یہ سامان ہو سکتا ہے۔

وہی سامان جو فرغانہ میں اہل وجاہت کے لباس میں ملبوس نظر آتا تھا جو بیش قیمت کپڑے پہنا کرتا تھا جو اپنی بدصورتی کو لباس کی خوشنمائی سے چھپا لینے کا عادی تھا جو مال و دولت سے کھیلا کرتا تھا وہ آج اس حالت میں تھا کہ کپڑے میلے اور پھٹے ہوئے چہرے پر پریشانی اور مصیبت کے آثار، سر پر پٹیاں بندھی ہوئیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ مرزبان کا دولتمند بیٹا نہیں کوئی دریوزہ گر ہے۔

اس منظر کو دیکھ کر دل لرز گیا خود بخود اس کے دل میں خیال پیدا ہوا "ضرور بانو پر کوئی آفت آئی ہے ورنہ سامان اور اس حالت میں ؟"

ضرغام نے اس کے پاس جا کر کہا۔

"کیا تم واقعی سامان ہو، یا مجھے مبالغہ ہوا ہے ؟

وہ بولا "میں سامان ہوں ——— مرزبان کا بیٹا، بانو کا بھائی —!

ضرغام :۔ لیکن تم پر یہ کیا گزری ؟ تم مجھے کس حال میں دکھائی دے رہے ہو ؟ ——— اور بانو کہاں ہے ؟

سامان :۔ (ٹھنڈا سانس لے کر) یہ داستان دردیہاں کھڑے کھڑے کیسے

سناؤں ـــــ ؟

ضرغام :۔ لیکن جب تک تم اپنی داستان نہیں سنا دیتے ، میرے ہوش و حواس بحال نہیں ہوں گے ، ـــــ خدا کے لئے بتاؤ بانو کہاں ہے ؟ تفصیل پھر بتاتے رہنا ۔ یہ تو کہو وہ زندہ ہے یا مرگئی ؟

سامان :۔ زندہ ہے ،

ضرغام :۔ تندرست ہے یا بیمار ؟

سامان :۔ بیمار تو نہیں تندرست ہے ،

ضرغام :۔ فرغانہ میں ہے یا تمہارے ساتھ آئی ہے ؟

سامان :۔ فرغانہ سے وہ میرے ساتھ چلی تھی ، وہ یہیں آرہی تھی ، مگر ـــــ

ضرغام :۔ (بے خود اور بے قابو ہو کر) مگر ـــــ مگر کیا ہوا ؟

سامان :۔ وہ اچک لی گئی ۔

ضرغام :۔ ہوش کی باتیں کرو سامان ، وہ اچک لی گئی ، بانو اچک لی گئی ؟ بھلا کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے ۔

سامان :۔ میں غلط نہیں کہتا ، نہ جانے کس طرح گرتا پڑتا یہاں آیا ، تمہیں تلاش کیا ، مگر کوئی پتہ نہ چلا آخر مایوس ہو کر یہاں آیا کہ تم نظر آ گئے ۔

ضرغام :۔ ٹھیک ہے مگر اپنی داستان سناؤ مجھ میں صبر کی تاب نہیں ۔

سامان :۔ لیکن وہ داستان سن کر تم خوش نہ ہوگے

ضرغام :۔ خوشی اور خاموشی کا کوئی سوال نہیں ہے واقعہ بتاؤ تاکہ اسکی روشنی میں میں کوئی رائے قائم کروں ،

سامان:۔ بتا چکا وہ اسے اپنے ساتھ لے گئے وہ روتی رہی تڑپتی رہی۔"

ضرغام:۔ کم بخت صاف صاف کیوں نہیں بتاتا؟ کون اسے لے گیا؟ کس کے قبضہ میں وہ آگئی؟

سامان:۔ تو مجھے مہلت دیجئے کہ میں پورا قصہ آپ کو سنا دوں۔

ضرغام:۔ کہو ——— لیکن مختصر۔

سامان:۔ تمہارے جانے کے بعد ہم مصیبت کے بھنور میں گرفتار ہو گئے ہم پر آسمان پھٹ پڑا۔ دنیا ہمارے لئے تنگ ہو گئی فرغانہ میں رہنا ہمارے لئے ناممکن ہو گیا۔

ضرغام:۔ لیکن آخر کیوں؟ کس لئے؟ کس وجہ سے؟

سامان:۔ ہمارا گھر ہمارا گھر نہ رہا۔

ضرغام:۔ کیوں اس پر کس نے قبضہ کر لیا؟

سامان:۔ کاش وہ گھر لے لیتا۔ مال و دولت لے لیتا۔ لیکن وہ میری بہن——
وہ رونے لگا۔

ضرغام:۔ (غصہ کے عالم میں) سامان میں تمہیں قتل کر دونگا اگر تم نے کم از کم وقت میں سچا اور پورا واقعہ نہ بتا دیا۔ میں بانو کی گمشدگی کا واقعہ سن کر اپنے ہوش میں نہیں ہوں۔

سامان:۔ میں کہتا ہوں ———

بہت آہستہ آہستہ اس طرح کہ کسی دوسرے کے کان میں آواز نہ جا سکے۔ سامان نے کہنا شروع کیا

"یہ مصیبت ہم پر غیروں کی لائی نہیں ہے اس کے ذمہ دار اپنے ہیں اپنے دوست اپنے عزیز، اپنے بزرگ آہ! آپ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ ایسا ہو سکتا ہے یہ مصیبت اس شخص کی لائی ہوئی ہے۔ جسے ابا جان اپنا دوست سمجھتے تھے جسے انہوں نے ہمارا نگران اور محافظ مقرر کیا ہے جس کے سامنے وصیت کی تھی اور جسے اس وصیت کے نافذ کرنے کا حکم دے آئے تھے۔

ضرغام :۔ کیا افشین ——— ؟

سامان :۔ جی ہاں ——— افشین نے اس پر اکتفا نہیں کیا کہ مجھے ترکہ پدری سے محروم کر دیا، بلکہ اس نے بڑا ظلم یہ کیا کہ میری سب سے قیمتی پونجی یعنی میری پیاری عزیزہ بہن بانو کی طرف بھی دست ہوس بڑھایا۔

ضرغام خود بھی افشین کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ وہ اس کی ہوس پرستی کا پورا پورا یقین رکھتا تھا۔ اس کے دل میں یہ شبہ ضرور کبھی کبھی وارد ہوتا تھا کہ جس طرح اس نے سامان کو حصہ سے محروم کر دیا اسی طرح ممکن ہے وہ بانو کو بھی نقصان پہنچائے اس کا حصہ ہتھیا لے اس کے مال و دولت پر تصرف کرے۔ لیکن اس سے زیادہ کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کچھ سوچ ہی نہیں سکتا تھا، چنانچہ سامان کے منہ سے خلاف توقع باتیں سنیں تو پوچھا۔

کیا افشین نے بانو کے ترکہ پدری پر دست درازی کرنے کی کوشش کی ؟

سامان :۔ نہیں ——— بانو پر۔

ضرغام لرز گیا، کانپ اٹھا۔

ضرغام :۔ کیا کہا تم نے ؟

سامان :- اس بدظن شخص نے بانو پر دست درازی کرنے کی کوشش کی۔

ضرغام :- (یقین نہ کرتے ہوئے) کیا کہہ رہے ہو سامان، کیا یہ ہو سکتا ہے ـــ؟

سامان :- ہاں میرے دوست یہی ہوا، میں واقعہ بیان کر رہا ہوں، کاش اس نے ہماری ساری دولت لے لی ہوتی۔ مکان سے ہمیں نکال دیا ہوتا کپڑے تک چھین لیے ہوتے، لیکن ایسا نہ کیا ہوتا۔

ضرغام (بے انتہا حواس باختہ ہو کر) لیکن ہوا کیا یہ بھی تو بتاؤ؟ انشین جانتا تھا کہ بانو دنیا میں ضرغام کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی،

ضرغام :- کیا اسے ہمارے مراسم اور روابط کا علم ہو گیا تھا؟

سامان، ہاں ـــــــ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کا اور بانو کا کوئی جوڑ نہیں ہے وہ اس کی لڑکی کے برابر ہے وہ ہمارے باپ کا ہم عمر ہے لیکن اس کے باوجود اس نے بانو سے شادی کرنا چاہی اصرار کیا کہ وہ اس کی رفیقۂ حیات بن جائے۔

ضرغام :- پھر ـــــــ پھر کیا ہوا

سامان :- وہی جو ہونا چاہیے، بانو نے حقارت کے ساتھ یہ پیش کش ٹھکرا دی، نہایت سخت اور درشت لہجہ میں انکار کر دیا۔

ضرغام :- نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی؟

سامان :- جناب، ـــــــ پہلے تو افشین نے لالچ اور ترغیب سے کام نکالنا چاہا، جب یوں کام نہ بنا تو پھر دھمکی اور تخویف پر آ گیا۔ لیکن نہ ایسے کام چلا نہ ویسے۔

ضرغام :- ظاہر ہے بالغ بالغ ہے کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں۔

سامان :- جب افشین کا اصرار بڑھا اور اصرار کے ساتھ سختی میں اضافہ ہو تو ہم بھائی بہن نے ایک سکیم بنائی کہ یہاں سے فرار ہو جائیں، قہرمانہ اور خیزران ہماری رازدار تھی۔ اور ایک روز ایک بڑے قافلہ کے ساتھ ہم تینوں قصر سے کسی کو خبر کئے بغیر چپ چاپ گھر سے نکلے۔ اور قافلہ میں شریک ہو گئے اور سامرا کے ارادہ سے روانہ ہو گئے افشین یا اس کے آدمیوں میں سے کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دی کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔!

ضرغام :- آگے ——— پھر کیا ہوا ؟

سامان :- ہم نے میدان طے کئے صحرا عبور کئے، دریاؤں سے گزرے۔ پہاڑوں پہ چڑھے، گھاٹیوں اور دروں کو اپنا گذرگاہ بنایا گرمی اور سردی کی تکلیفیں جھیلیں، بھوک اور پیاس کی مصیبتیں سہیں۔ دن کو آرام نہ پایا، رات کو نیند سے محروم رہے یہاں تک کہ ہم خراسان میں داخل ہوئے ہمدان سے بالکل قریب پہنچ گئے

ضرغام :- میں سن رہا ہوں ——— کہے جاؤ۔

سامان :- یہاں تک کہ ہم نے سمجھ لیا خطرہ ٹل گیا اب ہم حفظ و امان کی جگہ پہنچ گئے چنانچہ راستہ کے اختلاف کی وجہ سے ہم نے قافلہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور سامرا کے ارادہ سے اپنی مختصر ٹولی کو لئے جو صرف تین آدمیوں پر مشتمل تھی آگے بڑھے

ضرغام :- یہ کیا حماقت تھی ؟

سامان :- لیکن اس کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا تھا۔

ضرغام :۔ پھر ——— سامرا کی طرف بڑھے پھر ———؟

سامان :۔ اتنے میں کچھ لوگ گھوڑوں پر سوار ہماری طرف آتے ہوئے نظر آئے۔ یہ لوگ ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے اس لئے ان کا پہچاننا ممکن نہ تھا۔ لیکن تھے ڈاکو۔

ضرغام :۔ انہوں نے جو کچھ مانگا تھا دے دیتے اور پیچھا چھڑاتے۔

سامان :۔ میں نے سب کچھ دے دینا چاہا لیکن وہ آتے ہی تلواریں سونت لڑنے پر تل گئے۔ میں بھی آخر جوان ہوں میری رگوں میں بھی خون گردش کر رہا ہے میں بھی خوب جی کھول کر لڑا اور زخمی ہوا ——— کاش میں قتل ہو جاتا اور ربالز کو صحیح سلامت تم تک پہنچا دیتا۔

ضرغام :۔ کیا گزری اس پر ؟ ——— وہ زندہ تو ہے ؟

سامان :۔ زندہ تو ہے ——— وہ لوگ اسے اور قہرمانہ خیزران کو گرفتار کر کے لے گئے

ضرغام میں اب تاب ضبط نہ رہی اس نے پوچھا

" یہ ڈاکو کون تھے ؟ ——— کیا ان میں سے کسی کو پہچانتے ہو ———؟

سامان :۔ نہیں، بالکل نہیں، وہ بڑے چالاک اور ہوشیار لوگ تھے۔

ضرغام :۔ ہر ڈاکو چالاک اور ہوشیار ہوتا ہے۔

ان کی ہوشیاری کا اندازہ اس سے کیجئے کہ وہ کھالوں سے اپنا چہرہ چھپائے ہوئے تھے۔

ضرغام :۔ تاکہ انہیں پہچانا نہ جا سکے ——— اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ غیر نہ تھے، وہ ڈاکو بھی نہ تھے۔

سامان :- وہ ڈاکو ہی تھے اور کون ہو سکتا تھا ——— لیکن اتنے ہوشیار تھے۔ کہ ان میں سے کسی نے ایک دوسرے سے بھی بات چیت نہیں کی اشاروں سے کام چلاتے رہے۔

حزخام :- یہ کس لئے ———؟

سامان :- تاکہ ان کی آواز شناخت نہ کی جا سکے، وہ خود خائف تھے کہ پہچان نہ لئے جائیں ——— کیا ان کی چالاکی اور ہوشیاری کا کھلا ہوا ثبوت نہیں ہے

باب۔ ۴۴

تلاش

ضرغام نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ اپنے خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے یا ایک عالم سے دوسرے عالم میں پہنچ گیا ہے یہاں تک کہ نماز ختم ہو گئی اور لوگ مسجد سے باہر جانے لگے۔ اتنے میں خلیفہ معتصم آتا ہوا دکھائی دیا ضرغام جلدی سے ارباب خدمت کی صف میں کھڑا ہو گیا اور سامان کو اس نے پیچھے کھڑا کر دیا اور کہا کہ وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہے خلیفہ کے لئے راستہ صاف ہو گیا تھا۔ اور لوگ ادھر اُدھر صف بستہ کھڑے ہو گئے کہ وہ گذر جائے۔ تب باہر نکلیں، معتصم ادھر سے گزرا وہ لوگوں پر ایک نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھا۔ گویا وہ اب چہروں میں کسی کی جستجو کر رہا تھا یہاں تک کہ اس کی نظر ضرغام پر پڑی۔ اس نے اسے اپنے پیچھے پیچھے آنے کا اشارہ کیا وہ کان دبا کر پیچھے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ یہ دونوں قصر خلافت میں پہنچ گئے۔ خلیفہ اسے لے کر اپنے خاص کمرہ میں آیا اور کہا

"نماز پڑھنے سے پہلے کس آدمی کے ساتھ تم مسجد سے باہر گئے تھے؟

اس سوال پر ضرغام چکرا گیا، کچھ شرمندہ بھی ہوا وہ سمجھ گیا خلیفہ نے اپنی جگہ پر بیٹھے، آئینہ کے ذریعہ اسے آتے جاتے دیکھ لیا اس نے معذرت کرتے ہوئے جواب دیا۔

"ایک شخص سے ایک اہم اور نازک مسئلہ میں بات چیت کرنی تھی۔!

معتصم:۔ کیوں خیریت تو ہے؟

ضرغام:۔ جی ہاں ایک بہت خاص اور اہم معاملہ درپیش ہے۔

معتصم:۔ ہماری نظر میں تمہاری جو منزلت ہے معلوم ہے ——— اس لئے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کوئی تشویش انگیز یا پریشان کن بات تو نہیں؟

ضرغام کو موقعہ مل گیا کہ ہمدان جانے کی اجازت طلب کرے اس نے کہا "جب تک امیر المومنین کا سایۂ الفت مجھ پر قائم ہے نہ کوئی اندیشہ لاحق ہو سکتا ہے نہ کوئی خطرہ درپیش آسکتا ہے۔ لیکن فرغانہ سے میرے کچھ عزیز آئے ہیں انہیں کوئی ایسی مشکل پیش آگئی ہے کہ وہ خود نہ آ سکے۔ مجھے دستگیری کے لئے بلا بھیجا ہے کیا امیر المومنین چند روز کے لئے سامرا سے باہر جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔

معتصم:۔ ہاں تم جا سکتے ہو لیکن واپس آنے میں زیادہ دیر نہ لگانا ——— اگر چاہو تو اپنے ساتھ فوج کا کوئی دستہ لیتے جاؤ ممکن ہے ضرورت پڑ جائے۔

ضرغام اپنے آقا کا شکریہ ادا کر کے باہر نکلا یہاں سامان اس کا انتظار کر رہا تھا معتصم کی اس توجہ نے اس کا حوصلہ بڑھا دیا۔ لیکن بانو کی گمشدگی نے اسے حواس باختہ کر رکھا تھا۔ اس وقت اسے وزدان کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی لیکن

وہ افشین کا پتہ چلانے گیا ہوا تھا۔ اور اب تک نہ افشین آیا تھا۔ نہ وردان۔ ضرغام نے سوچا اسے جلد از جلد موقع واردات پر پہنچنا چاہیے اس نے فوراً حکم دیا کہ ڈاک کے گھوڑے اس کے سفر کے لئے مہیا کیے جائیں جو صبا رفتار بھی ہوتے ہیں اور تھکنا بھی نہیں جانتے۔ پھر وہ مرجانہ کے پاس گیا اس سے سفر کی اجازت لی کہ ایک ضروری کام درپیش آگیا ہے چند روز کی اجازت سفر مرحمت فرمائیے وہ کیا تامل کر سکتی تھی اجازت دینے میں اس نے حسب معمول دعا پڑھ کر دم کی اسے گلے سے لگایا پیشانی پر بوسہ دیا اور رخصت کر دیا اور تاکید کی جلد واپس آنا ضرغام نے اسے یقین دلایا کہ بس چند روز میں وہ آجائے گا۔

اسی شام کو وہ ڈاک کے گھوڑے پر بیٹھ کر سامان کے ساتھ ہمدان کی طرف روانہ ہوگیا شدت قلق کے باعث اس کا دل اس سے پہلے ہمدان پہنچ گیا تھا۔ گھوڑا تبدیل کرنے کے لئے ڈاک کی ہر چوکی پر تھوڑی دیر کے لئے اسے رکنا پڑتا تھا یہ مدت وہ یہی معلوم کرنے میں صرف کر دیتا تھا اس طرف لٹیروں یا ڈاکوؤں کے کسی قافلہ کا تو گذر نہیں ہوا تھا اتنے میں نیا گھوڑا کس کر آجاتا اور وہ پھر سرگرم سفر ہو جاتا۔ اس طرح دن رات ایک کر دی منزلیں طے کرتے ہوئے وہ آگے بڑھتا رہا نہ بھوک کی پرواہ نہ پیاس کی فکر بس ایک دھن تھی جس میں وہ مست چلا جا رہا تھا۔

آخر وہ کئی دن لگاتار اور دمادم قطع مسافت کے بعد وہ ہمدان کے قریب پہنچ گیا سامنے ایک پہاڑ تھا اور پہاڑ کے دامن میں ڈاک کی چوکی یہاں پہنچ کر اس نے سامان سے پوچھا

"وہ حادثہ کس جگہ پیش آیا تھا، کچھ یاد ہے؟"

سامان نے، دور اشارہ کرتے ہوئے بتایا ——— اس پہاڑ کے پیچھے — جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔

ضرغام ڈاک کی چوکی پر تقریباً مغرب کے وقت پہنچا تھا، یہاں کے لوگوں نے فوراً اس کے لئے خواب گاہ کا انتظام اور ہر قسم کا سامان ضرورت بے طلب مہیا کر دیا لیکن ضرغام میں اتنی تاب کہاں تھی کہ وہ کل تک کا انتظار کرتا اور رات آرام سے بسر کرتا اس نے فوراً چوکی کے افسر کو بلایا اور پوچھا

"تم یہاں کب سے ہو؟"

وہ بولا۔ مجھے ایک ماہ سے زیادہ مدت ہو گئی ہے یہاں آئے ہوئے ——— ہم ڈاک کا کام کرتے ہیں اور برابر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی یہاں کبھی وہاں ——— میرے لائق اگر کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمائیے۔ امیر المومنین کے مصاحب خاص اور ملک کے سالار اعلیٰ اور بہت بڑے بہادر شخص کی خدمت کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں

ضرغام:۔ آپ کی اس نوازش کا شکریہ ——— میں اپنے ایک ذاتی کام سے آیا ہوں اس سے نپٹ کر چلا جاؤں گا

افسر:۔ بجا ارشاد ہوا، لیکن اگر میں کوئی خدمت کر سکوں تو بڑی خوشی ہو گی

ضرغام:۔ یہ بتائیے ان اطراف میں چوروں یا ڈاکوؤں کا کوئی گروہ تو نہیں آیا ہوا ہے؟

افسر:۔ جی نہیں، میرے علم میں تو نہیں ہے۔

ضرغام:۔ وادی میں، گھاٹی میں، یا ان اطراف میں کہیں؟

افسر:۔ اب تک تو اس طرح کی کوئی بات سننے میں نہیں آئی ہاں چند روز میں سننے میں آیا ہے کہ قزاقوں کی ایک جماعت اس پہاڑ کے پیچھے کہیں ٹھہری ہوئی ہے ——— شاید حکومت کو اب تک ان کا پتہ نہیں چلا ہے ورنہ سرکوبی ہو چکی ہوتی کب کی!

ضرغام:۔ اچھا ایک کام کیجیے!

افسر:۔ ارشاد، سر آنکھوں پر۔

ضرغام:۔ میرے ساتھ ایک آدمی کر دیجئے۔

افسر:۔ ایک نہیں دو آدمی لے جائیے۔ لیکن کہاں؟

ضرغام:۔ بس صرف، وہ ٹھکانہ مجھے دکھا دے جہاں وہ لوگ ٹھہرے ہیں۔ پھر میں جانوں اور میرا کام

یہ کہہ کر ضرغام اُٹھ کھڑا ہوا

چوکی کے افسر کے کانوں میں اس شخص کی شجاعت و دلیری کی داستانیں گھر کر چکی تھیں لیکن اس کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ قزاقوں اور لٹیروں کے اڈہ کی طرف یہ شخص تنہا روانہ ہو جائے گا۔

وہ بولا۔ "اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ آپ یہیں تشریف رکھیں میں کسی آدمی کو بھیج کر ان کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں

ضرغام:۔ نہیں، میں اتنا انتظار نہیں کر سکتا۔

افسر:۔ لیکن سنیئے تو ———

ضرغام:۔ اگر زندہ رہا تو واپس آملوں گا۔ اس وقت اتنا احسان کیجئے کہ کوئی آدمی میرے ہمراہ کر دیں۔ جو راستہ دکھا کر اور ٹھکانے کی طرف اشارہ کر کے چلا آئے میں آگے

بڑھ جاؤں گا۔

افسر:۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کیا آپ خودکشی کرنے جا رہے ہیں؟

ضرغام:۔ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا۔

افسر:۔ لیکن احتیاط اور دوراندیشی بھی تو کوئی چیز ہے؟

ضرغام:۔ ہاں ———— لیکن زندگی میں بعض مواقع ایسے بھی پیش آتے ہیں جب احتیاط اور دوربینی، بزدلی اور کم ہمتی کا جامہ پہن لیتی ہے۔

افسر:۔ اچھا میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں اور میرے ڈاکیے بھی ————،

ضرغام:۔ نہیں ———— پھر میں نہیں جاؤں گا۔

افسر:۔ خدا کے لئے تنہا نہ جائیے مجھے آپ سے محبت ہے عقیدت ہے۔ میں اپنی آنکھوں سے آپ کو خطرہ میں نہیں دیکھ سکتا۔

ضرغام:۔ میں آپ کی اس محبت اور خلوص کا شکر گزار ہوں لیکن مجھے تنہا جانے دیجئے۔

ضرغام، سامان کو اور ڈاک کی چوکی کے ایک آدمی کو ساتھ لیکر روانہ ہو گیا۔ اب رات ہو چکی تھی، اندھیرا بڑھ چکا تھا کافی راستہ طے کرنے کے بعد دور ایک جگہ کچھ روشنی سی جھلملاتی نظر آئی۔ آدمی نے کہا

"یہی ہے پڑاؤ!"

ضرغام نے اس آدمی کو واپس کر دیا، سامان نے کہا

"یہیں کھڑے رہو میں آتا ہوں"

باب ۴۵

عرب و عجم

ضرغام سامان کو وہیں چھوڑ کر تن تنہا گرتا پڑتا، پتھروں سے ٹکراتا اور پھسلتا، اپنی آواز پا سے بھڑکتا اور چوکنا ہوتا چلا جا رہا تھا، اور اس طرح ہر آواز گویا اسے تنہا جانے سے روک رہی تھی۔ لیکن بے خوف اور نڈر آگے کی طرف بڑھ رہا تھا اسے اپنی قوت و شجاعت پر ناز تھا اور یہ ناز غلط اور بیجا نہ تھا، یہاں تک کہ وہ اس جگہ سے ایک تیر کے فاصلہ پر رہ گیا جہاں سے روشنی جھلملا رہی تھی اور جس کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ یہاں قزاق اور لٹیرے رہتے ہیں کتوں کے بھونکنے کی آوازوں نے اسکے راستہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن بے خطر آگے بڑھتا چلا گیا، وہاں کے لوگوں نے اسے اس طرح تنہا آتا دیکھا تو ایک آدمی پکارا،

"کون آ رہا ہے ؟"

ضرغام نے جواب دیا

"کام سے آیا ہوں تمہارا سردار کہاں ہے۔"

اب ان لوگوں نے کھسر پھسر یعنی سرگوشی شروع کی، پھر ایک آدمی مشعل لیکر

بڑھا، اس نے اپنا منہ ایک نقاب سے چھپا رکھا تھا، ضرغام اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر چوکنا ہو گیا اس نے ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھ لیا۔ اور اپنے حفظ و دفاع کے لئے بالکل تیار ہو گیا اتنے میں وہ آدمی قریب آیا اس نے کہا

"میں ضرغام کو خوش آمدید کہتا ہوں، میں معتصم کے مصاحب خاص کو مرحبا کہتا ہوں ——"

ضرغام نے یہ آواز سنی تو حیرت ہوئی یہ میرا نام اور لقب کس طرح جانتا ہے آواز بھی کچھ مانوس اور جانی پہچانی نظر آئی اس نے کہا۔

"تم کون ہو؟"

اب یہ شخص بالکل پاس آگیا، اس نے اپنے چہرہ سے نقاب الٹا دیا اور مشعل سامنے لا کر کہا

"کیا تم مجھے نہیں پہچانتے؟"

ضرغام اسے دیکھ کر چیخ پڑا

"حماد —— تم؟"

حماد نے جواب دیا "ہاں میں ہوں"

ضرغام نے کہا۔ تم اور اس گروہ میں، لٹیروں اور قزاقوں کے سردار؟ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ تم ہی ہو۔ کاش میری آنکھیں دھوکا دے رہی ہوں۔

حماد: جس حال میں تم مجھے دیکھ رہے ہو، اس کی ذمہ داری تمہارے آقائے نامدار معتصم پر ہے —— آؤ بیٹھیں، باتیں کریں۔

یہ کہہ کر وہ ضرغام کا ہاتھ، ہاتھ میں لے کر اپنے لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا آگے بڑھا ضرغام دل ہی دل میں سوچ رہا تھا، یہ کیا ماجرہ ہے؟ یہ حماد کوئی معمولی آدمی نہیں۔ اس کا شمار ارکان دولت میں ہوتا تھا، خود بھی مالدار اور صاحب ثروت تھا، اسے لوٹ مار پر راغب ہونے اور چوروں، ڈاکوؤں کا گروہ جمع کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟

ضرغام حماد کے ساتھ چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ یہ دونوں ایک کھنڈر کے سامنے پہنچے اس کی دیواریں شکستہ ہو گئی تھیں اور بڑے بڑے پتھر ادھر اُدھر پڑے ہوئے تھے اگرچہ اندھیرا تھا۔ لیکن مشعل کی روشنی میں دیواروں پر ایرانی نقوش نظر آ رہے تھے۔ لیکن ضرغام اپنی فکر میں تھا۔ اس نے ان چیزوں کی طرف توجہ بھی نہیں کی یہاں تک کہ یہ لوگ ایک کمرہ میں پہنچے۔ یہاں اناج سے بھرے ہوئے بہت سے بورے، مال تجارت سے معمور کئی صندوق اور تانبے پیتل کے کافی برتن بکھرے پڑے تھے حماد نے ضرغام کو ایک صندوق پر بٹھا دیا دوسرے پر خود بیٹھ گیا اور کہا

"تم میرے اس حال پر بہت بہت متعجب نظر آ رہے ہو حالانکہ تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔"

ضرغام:۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی تعجب خیز بات ہو سکتی ہے کہ حماد اور چوروں، ڈاکوؤں کا سردار نظر آئے۔

حماد:۔ یہ نہ کہو، نہ میں چوروں کا سردار ہوں نہ یہ لوگ چور ہیں ہاں یہ ایک جماعت ہے اور میں اس کا سردار ہوں

ضرغام:۔ اچھا یہی سہی، ـــــــ لیکن بتاتے کیوں نہیں یہ کون لوگ ہیں؟

حماد:۔ ہم سب تمہارے ولی نعمت کے ہدف ستم ہیں،

ضرغام :۔ یعنی تم لوگ امیر المومنین کے شکوہ سنج ہو؟

حماد :۔ ہاں —— لیکن اسے امیر المومنین نہ کہو، وہ ترکوں اور اہل فرغانہ کا امیر ہے مسلمانوں کا نہیں

ضرغام :۔ "یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے شکوہ و شکایت پھر کر لینا تم میرے دوست ہو میں تمہاری شجاعت و بسالت کا معترف ہوں، ہم مسلمان ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں دشمن ہر چہار جانب سے حملہ آور ہیں تمہاری شمشیر تدبیر کی ہمیں ضرورت ہے خفگی چھوڑو، آؤ چلو، اس اختلاف باہمی سے دشمن فائدہ اٹھائے گا!"

حماد یہ باتیں سن کر سنبھل کر بیٹھ گیا پھر اس نے کہا

"تم جو اپنے آقا کی مدافعت کر رہے ہو اس پر میں ملامت نہیں کرتا آخر تم فراغنہ کے رہنے والے ترک ہو۔ تم معتصم کی جانب داری نہ کروگے تو کون کرے گا؟ پھر جب کہ تم معتصم کے مصاحب خاص بھی ہو۔

ضرغام :۔ یہ ذاتی گرفت اور عیب چینی کیوں کر رہے ہو!

حماد :۔ سن تو لو پوری بات، لیکن یہ سمجھو کہ میں تمہاری سربلندیوں پر معترض ہوں بخدا نہیں جتنا نوازا گیا ہے اس سے زیادہ کے مستحق ہو، لیکن اگر تم ہماری جگہ ہوتے تو وہی کرتے جو میں کر رہا ہوں

ضرغام :۔ وہی تو پوچھتا ہوں اس اقدام و عمل کا محرک اور سبب کیا ہے۔؟

حماد :۔ معتصم کی عرب دشمنی —— وہ اپ ترکوں پر اور دوسرے لوگوں پر ہی بھروسہ کرتا ہے لیکن عربوں کو ٹھکراتا ہے ذلیل کرتا ہے پامال کرتا ہے۔

ضرغام :۔ لیکن میرے بھائی، عربوں نے بھی اسے کچھ کم نہیں ستایا۔

حماد:۔ کیا یہی وہ شخص نہیں ہے جس نے امام احمد بن حنبل جیسی برگزیدہ شخصیت کو کوڑے لگوائے

ضرغام:۔ یہ مذہبی اختلاف کا نتیجہ تھا۔

حماد:۔ اور یہ وہ آدمی ہے جس نے ایک غلط ترین عقیدہ اور خلق قرآن کو، بزور شمشیر لوگوں کو منوانا چاہا۔

ضرغام:۔ ہاں، ———— میں اسے ولی اور فرشتہ کب کہتا ہوں

حماد:۔ خلافت راشدہ کے دور میں، امویوں کے عہد حکومت میں عربوں کو اعزاز و وقار حاصل تھا۔ وہ صاحب مال و متاع تھے، دولت و ثروت ان کی کنیز تھی، اور یہ عجمی لوگ اس پر فخر محسوس کرتے تھے۔ کہ ان کے ماتحت اور محکوم ہیں اب وہی عجمی ان پر حاکم بنا دیئے گئے ہیں اور انہیں ذلیل کر رہے ہیں ———— کیا یہ صورت حال قابل برداشت ہے؟ تم ہی انصاف سے کہو؟

ضرغام:۔ یہ عرب و عجم کا کیا قصہ لے کر بیٹھ گئے تم ———— اسلام ان چیزوں سے کہیں بالا ہے۔

حماد:۔ ہاں ہے لیکن وہ یہ بھی نہیں کہتا کہ ایک گروہ کو سر پر چڑھا لیا جائے اور دوسرے کو راندہ درگاہ قرار دے دیا جائے۔

ضرغام:۔ یہ سربلندی اور سرنگونی حالات کی تابع ہوتی ہے میرے دوست،

حماد:۔ مامون بھی عربوں کا دشمن تھا لیکن اس نے کم از کم اتنی انسانیت تو برتی۔ کہ ان کی مخالفت بھی رکھتے ہوئے ان کی پنشن نہیں بند کی ان کی جاگیروں پر ہاتھ صاف نہیں کیا، حالانکہ معتصم کی طرح وہ بھی معتزلی تھا خلق قرآن کا قائل تھا اور ائمہ حق پر

باب - ۴۶

تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

ضرغام نے دیکھا بات طول پکڑتی جا رہی ہے۔ وہ جس کام سے آیا تھا وہ رہا جا رہا تھا اس نے سمجھا اب گفتگو کو مختصر کرنا چاہیے اس نے بات ختم کرنے کے انداز میں کہا

"بہرحال یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کہ تم چور بن جاؤ اور چوروں کی سرداری کرنے لگو۔ اپنی شخصیت اور وجاہت پر تو غور کرو!"

حماد نے جواب دیا "یہ غلط ہے، ——— نہ میں ڈاکو ہوں، نہ یہ لوگ چور ہیں"

یہ سن کر ضرغام نے طنز سے بھرپور ایک قہقہہ لگایا، حماد نے اپنا دماغ کھجاتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست ہنستے کیوں ہو؟ نہ ہم نے آج تک کوئی چیز چرائی، نہ ہم چور ہیں۔ البتہ اپنے دست و بازو کی قوت سے اپنے حقوق ضرور حاصل کرتے ہیں خواہ چور کہو خواہ لٹیرا۔

ضرغام حیرت سے حماد کی طرف دیکھنے لگا۔ کہ اس جھوٹ کا کیا مطلب ہے؟

حماد نے اسے مطمئن کرنے کے لئے کہا

"یہ مال یہاں پڑا ہوا دیکھ رہے ہو یہ ہمارا نہیں ہے!"

ضرغام :- "پھر کس کا ہے؟"

حماد :- "غریبوں ، محتاجوں ، فقیروں ، مسافروں ، بیکسوں اور بے نواؤں کا!"

ضرغام :- "کس طرح سے آیا تمہارے پاس؟"

حماد :- جس طرح خلیفہ اپنے محاصل وصول کرتا ہے ——— ہم میں اور اس میں فرق یہ ہے کہ وہ یہ رقم ، اپنی ذات ، عیش و عشرت اور فضول خرچی میں صرف کرتا ہے ، ہم اسے مستحق ترین لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

ضرغام :- "لیکن تمہیں اس کا حق ہے؟"

حماد :- کیوں نہیں ہے ، جب امیر خیانت پر اور سردار غداری پر آمادہ ہو جائے تو ہر شخص کا حق ہے۔ کہ جو مناسب سمجھے کرے۔

ضرغام :- کیا اس طرح نفرقہ نہیں پیدا ہوگا۔

حماد :- کم از کم ہماری طرف سے نہیں ——— آج اگر معتصم اپنا رویہ بدل دے۔ اور وہ محاصل کی رقم ان صحیح مصارف میں صرف کرنے لگے ہم یہ مال اسے سونپ دیں گے اور اس کی اطاعت کرنے کرنے لگیں گے ، لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں کو ایڑیاں رگڑتا اور مرتا دیکھیں ، مگر آپ کے امیر کی اطاعت کریں

ضرغام :- لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کسی طرح؟

حماد :- "وہ بھی پوچھ لو میں سمجھا دوں گا!"

ضرغام :- ابھی کچھ عرصہ پہلے تک تم لوگ سامرا میں تھے اور خلیفہ کی مہربانیوں

سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ اب یک بیک یہ کیا ہو گیا۔ تم مخالف بن گئے۔ اور یہ لوگ تمہیں کہاں سے مل گئے؟

حماد: یہ لوگ ایک عرصہ سے اپنا کام کر رہے تھے۔ انہیں میری اور مجھے ان کی ضرورت تھی "اتفاقاً" ہم مل گئے اور ایک دوسرے سے وابستہ ہو گئے۔

ضرغام: "لیکن تم یہاں کس طرح پہنچے؟ کیوں آ گئے یہاں؟"

حماد: اس لئے کہ میری زندگی مجھ سے چھین لی گئی تھی۔

ضرغام: زندگی چھین لی گئی تھی! ——— کس نے چھین لی تمہاری زندگی؟

حماد: "معتصم نے ——— تمہارے آقا و مولا نے ———"

ضرغام: کیونکر؟ ——— کس طرح

حماد: (آہ سرد بھر کر) بغداد کی ایک جاریہ تھی، میں اس سے محبت کرنے لگا وہ مجھے چاہتی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی محبت میں مگن تھے۔ فلک تفرقہ پرداز کی کارفرمائیوں سے بے خبر ——— خوش، بے فکر۔

ضرغام: شاعری نہ کرو واقعہ بتاؤ۔

حماد: یہ دل کی داستان ہے۔ شاعری نہیں، میرے دوست

ضرغام: اسی لئے تو کہتا ہوں جو بات ہے کہہ ڈالو، شاعری سے اس کا اثر کم ہو جاتا ہے۔

حماد: اتنے میں ایک شخص جو معتصم کا مقرب تھا۔ میرے راستہ میں حائل ہوا اس نے جاریہ چھین لی، اس پر قبضہ کر لیا۔ نہ میری حسرت کا خیال کیا نہ اس کی آہ و زاری کا۔

ضرغام :۔ "کون تھا ظالم؟"

حماد :۔ حارث سمرقندی "

ضرغام :۔ "میں سمجھا —— پھر تم نے امیر المومنین سے شکایت کیوں نہیں کی؟ وہ یقیناً یہ ظلم نہ ہونے دیتے۔"

حماد :۔ "امیر المومنین —— میں ان کے پاس فریاد لے گیا

ضرغام :۔ "پھر کیا ہوا؟"

حماد :۔ "انہوں نے میرا دعوےٰ سُنا۔ اور جاریہ کے بارے میں حکم صادر فرمایا کہ نہ یہ حارث کو ملے گی۔ نہ حماد کو، یہ جس کی ہے اس کے پاس جائے گی —— میں مایوس گیا اور واپس چلا آیا، حارث کو اس سے محبت تھی نہیں اس نے سلسلۂ طاعت ختم کر دیا۔"

ضرغام :۔ "وہ جاریہ تھی کس کی؟"

حماد :۔ "اس کا ذکر نہ کرو، آہ! جب وہ یاد آتی ہے تو کلیجہ پر چھریاں چل جاتی ہیں وہ اس زمین پر آسمانی مخلوق تھی۔"

ضرغام خود بانو کے عشق میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ اور اتفاق سے اس وقت بالکل حماد کا ہمدرد تھا۔ دونوں کی محبوبہ بھی چھین لی گئی تھی، دونوں اپنی اپنی محبوبہ کے دیدار سے محروم تھے۔ ضرغام نے بڑے ہمدردانہ لہجہ میں کہا۔

"واقعی یہ بڑا الم انگیز سانحہ ہے مجھے تم سے ہمدردی ہے!"

حماد آنسو پونچھتے ہوئے گویا ہوا "یہ زخم ہمدردی کے پھائے سے مندمل نہیں ہو سکتا —— مجھے یاقوتہ چاہیے"

حماد :۔ تو کہتے کیوں نہیں ؟ ——— خدارا بتاؤ، کیا ماجرا ہے؟ میں دل وجان سے تمہاری مدد کروں گا۔

ضرغام :۔ کیا وہ یہاں نہیں ہے؟ کیا تم نے یا تمہارے آدمیوں نے اسے گرفتار نہیں کیا ہے ؟

حماد :۔ (ہمدردی کے ساتھ) میرے دوست تمہیں کیا ہوگیا ہے ، کیسی باتیں کر رہے ہو ؟ یہاں وہ کیسے آسکتی ہے ، اور اگر آ بھی جائے ، اس غریب کی گرفتاری سے ہمیں کیا سروکار ۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہم لوگ قزاق اور رہزن نہیں ہیں

ضرغام :۔ (پریشان ہوکر) میں تو یہی امید لے کر آیا تھا ——— آہ! وہ کیا ہوئی ، اب کیا کروں گا ۔

یہ کہتے کہتے ضرغام کی آنکھیں بھر آئیں اس کی آواز بھرّا گئی

حماد :۔ (ہمدردی کے ساتھ) میرے دوست دل گرفتہ نہ ہو، واقعہ تو بتاؤ کیا ہے تاکہ میں اپنی سی کوشش کروں !

ضرغام نے وہ ساری داستان سنادی جو اس نے سامان سے سنی تھی حماد بڑے غور سے سنتا رہا پھر اس نے کہا۔

" لیکن یقین کرو ، اس جوار میں نہ چوروں کا کوئی گروہ ہے نہ رہزنوں کا اگر ہوتا تو وہ ہماری نگاہ سے بچ سکتا تھا نہ ہمارے ہاتھوں سے !

ضرغام :۔ لیکن بالز کا بھائی اس معرکہ کا شاہد ہے وہ ہی تو یہاں تک مجھے لایا ہے جو اس پر گذری وہی اس نے بتایا۔

حماد :۔ ہم یہاں کئی ہفتوں سے مقیم ہیں اور یہاں کا ایک ایک کونہ اور ایک

ایک آدمی ہمارے علم میں ہے اس طرح کی کوئی بات ہوتی تو ضرور ہمارے علم میں آتی"

ضرغام :- تمہارے نزدیک یہ واقعہ ہی سرے سے غلط ہے۔

حماد :- قطعاً غلط اور جھوٹ ——— راوی کاذب ہے۔

ضرغام کے ذہن میں سامان کی پچھلی خامکاریاں آگئیں اسے اس کی بدنیتی اور خبث نفس کے متعدد واقعات یاد آگئے اسے یاد آگیا مرزبان بھی اس سے نالاں تھا اور بالآخر بھی وہ سوچنے لگا۔

"کہیں اس میں کوئی چال تو نہیں ہے؟ اس میں سامان کی کوئی شرارت تو نہیں ہے۔؟ ———

حماد نے کہا "کیا سوچ رہے ہو ——— میں غلط نہیں کہتا واقعی نہ اس جوار میں چور اور اچکے ہیں، نہ اس طرح کا کوئی واقعہ پیش آیا۔"

ضرغام :- لیکن وہ کہتا ہے"

حماد :- "وہ جھوٹا ہے ——— کہاں ہے وہ ———؟"

ضرغام :- "میں اس گھاٹی کے دہانے پر اسے کھڑا کر کے آیا ہوں

حماد :- اسے یہاں لاؤ، میں اس سے بات کروں گا اور جھوٹ سچ کا پردہ ابھی اٹھ جائے گا۔

ضرغام :- "ہاں ٹھیک ہے۔ میں ابھی لایا

یہ کہہ کر ضرغام گھاٹی کی طرف واپس ہوا جہاں اس نے سامان کو کھڑے رہنے اور انتظار کرتے رہنے کی ہدایت کی تھی۔ لیکن یہاں سامان نہیں تھا۔

اس نے پکارا، آواز دی، ادھر ادھر جاکر دیکھا مگر سامان کا نقش قدم بھی نہ ملا۔
اب ضرغام کو یقین ہوگیا ضرور کچھ دال میں کالا ہے!
بانو کے غائب ہونے میں سامان ہی کا ہاتھ ہے کسی دوسرے کا نہیں اس نے افشین کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ بھی جھوٹ ہے افشین لاکھ بڑا ہو، لاکھ زر پرست اور لالچی ہو لیکن ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنی بیٹی ——— بانو ——— پر دست ہوس دراز کرے بانو بہرحال اس کی بیٹی ہی کے حکم میں ہے۔
لیکن اس جھوٹ اور فریب سے سامان کا مقصد کیا ہوسکتا ہے ———؟
کچھ نہیں معلوم
لیکن کوئی خاص بات ضرور ہے۔!
ضرغام نے کہا "وہ نہیں ملا، تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملا۔
حماد :۔ وہ بھاگ گیا اس لئے کہ جھوٹا تھا۔
ضرغام :۔ (ٹھنڈی سانس لیکر) اچھا اب اجازت دو!
حماد :۔ اب تم سامرا واپس جاؤ گے؟
ضرغام :۔ ہاں ——— شائد وہاں کچھ سراغ لگ سکے، یہ معاملہ میری زندگی اور موت کا معاملہ ہے
حماد :۔ مانتا ہوں میرے، اور تمہارا غم ایک ہی ہے۔
ضرغام :۔ لیکن دوست میرا کہنا مان لو، میرے ساتھ چلو، تمہیں پھر تمہارا منصب مل جائے گا۔
حماد :۔ نہیں ضرغام یہ نہیں ہوسکتا ——— قطعاً ناممکن"

ضرغام: سمجھ سے کام لو

حماد: یہ غیرت کا معاملہ ہے معتصم میرا گھر بار لوٹ لیتا میرے مال و دولت پر قبضہ کر لیتا میں اف نہ کرتا، حرف شکایت زبان پر نہ لاتا اطاعت کی حدود سے باہر قدم نہ نکالتا لیکن اس نے میری یاقوتہ مجھ سے چھین لی، جو میری زندگی تھی میں اسے معاف نہیں کر سکتا میں اس کا حلقہ اطاعت اپنی گردن میں نہیں ڈال سکتا، میں اس کی ماتحتی نہیں کر سکتا، یہ نہ کہو، باقی ہر حکم میرے سر آنکھوں پر

ضرغام: میں تمہارے درد کو محسوس کرتا ہوں بلکہ سوچتا ہوں اگر تمہاری جگہ میں ہوتا اور خلیفہ نے یہ حرکت میرے ساتھ کی ہوتی جو تمہارے ساتھ کی ہے۔ تو شاید میں بھی وہی کرتا جو تم کر رہے ہو —— خیر یار زندہ صحبت باقی، اب اجازت دو کافی دیر ہو گئی ہے۔

حماد: (مصافحہ کرتے ہوئے) اچھا جاؤ —— خدا حافظ

ضرغام: لیکن اگر کبھی کسی امر کی اطلاع دینا ہو یا میں کسی وجہ سے تمہارے پاس آنا چاہوں تو کیا یہیں ملو گے

حماد: نہیں، —— میرا کیا ٹھکانہ، آج یہاں، کل وہاں، ایک جگہ ٹک ہی نہیں سکتا — لیکن تمہارا مستقر تو سامرا ہی ہے۔

ضرغام: ہاں —— جب چاہو میرے پاس ایک دوست کی حیثیت سے آ سکتے ہو۔

اس گفتگو کے بعد ضرغام وہاں سے رخصت ہو گیا راستہ بھر بالز کی مظلوم صورت اس کی آنکھوں کے سامنے پھرتی رہی۔ طرح طرح کے وہم آتے رہے اور خیالات پریشان

کرتے رہے۔!

رات بھیگ چکی تھی، تاریکی بڑھ چکی تھی ——— لیکن وہ ڈاک کی چوکی کی طرف ہر خطرہ سے بے نیاز اور ہر اندیشہ سے بے پروا اڑا چلا جا رہا تھا۔

یہاں پہنچا تو بستر تیار تھا، دستر خوان پر کھانا چنا رکھا تھا۔ افسر ڈاک نے کہا "بڑی دیر لگا دی آپ نے۔ ہم آپ کے لئے بہت پریشان تھے۔ آیئے کھانا کھایئے۔"

ضرغام نے کہا۔ نہیں بھئی ذرا بھی بھوک نہیں ہے۔ بسم اللہ، مجھے اجازت دو، میں سامرا واپس جا رہا ہوں

افسر نے حیرت سے اسے دیکھا اور کہا "اس وقت تشریف لے جایئے گا؟ یہ تو بہت نامناسب ہے۔

ضرغام۔۔ ہوا کرے، لیکن مجھے جانا ہے، میں تمہارے اس خلوص کا شکر گزار ہوں، مگر اب ٹھہر نہیں سکتا۔

افسر نے پوچھا "اور وہ آپ کے ساتھی؟"

ضرغام نے جواب دیا "وہ ایک دوسرے مقام پر گئے ہیں، مجھے سامرا میں آ ملیں گے!"

باب ۔ ۴۷

وہ عورت کون تھی ؟

یہاں سے روانہ ہوکر دوسرے دن ضرغام سامرّا کی حدود میں داخل ہوگیا یہ مغرب کا وقت تھا۔ آفتاب غروب ہو رہا تھا اور اندھیرا پھیلنے لگا سامرّا کی بلند و بالا ، دل نشین اور دل آویز، خوب صورت اور حسین و جمیل عمارتیں اپنی پوری شان لہ عنائی کے ساتھ نظر آرہی تھیں، قصر خلافت اور مسجد کبیر کے آسمان سے باتیں کرتے ہوئے کنگرے ، اپنی رفعت و بلندی کی داستان زبان خاموشی سے سنا رہے تھے۔ نہر دجلہ نے شہر سامرّا کو شمالاً جنوباً" قطع کر دیا تھا۔ نہر کے دونوں کناروں پر کھجور کے فلک فرسا درخت قطاریں باندھے کھڑے تھے جیسے صف بستہ سپاہی، عمامے باندھے کھڑے ہوں ضرغام کا یہ سفر آغاز سے انجام تک پریشانیوں اور ذہنی کوفتوں سے بھرپور تھا۔ سامان کی فریب کاری ، بانو کی گم شدگی، حماد کا خروج پھر اس کی اور رباقونہ کی داستان ہجر و فراق ——— دردان کی غیر حاضری ، ان سب باتوں نے اسے حد سے زیادہ ملول اور رنجیدہ کر رکھا تھا لیکن سامرّا کے قریب پہنچ کر اسے دل کش منظر نے تھوڑی دیر کے لئے اسے تمام فکروں سے

آزاد کر دیا اور وہ اس کی رعنائی و زیبائی میں کھو گیا اور واقعی یہ منظر اتنا دلچسپ اور نظر افروز تھا۔ کہ جو دیکھتا تھا اپنی پریشانی اور دکھ بھول جاتا ——— کم از کم اس وقت تک کے لئے جب تک یہ حد پار نہ کر لیتا۔

ضرغام نے ڈوبتے ہوئے سورج کی طرف دیکھا، کھجور کے درختوں کی اوٹ سے زرد سرخ کی یہ تھالی دور سے بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ اور قوس قزح کے نت نئے رنگوں کی مدہم چمک نے، بڑا کیف پیدا کر دیا تھا۔ ان رنگوں پر ارغوانی رنگ غالب تھا اس رنگ کے کٹاؤ نے دل کشی اور جاذبیت کچھ اور بڑھا دی تھی۔ یہاں تک کہ دیکھتے دیکھتے سورج مغرب کے پردہ میں روپوش ہو گیا اور صرف افق باقی رہ گئی جو سرخ شرارے کی طرح چمک رہی تھی ابھی اس کا رنگ خون کی طرح سرخ تھا، پھر ارغوانی ہو گیا، ابھی نظر اس پر نہیں جمی تھی کہ بنفشی ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد ازرق، یہاں تک کہ سیاہ ——— پھر بالکل اندھیرا ہو گیا، درختوں کے سائے جو ابھی ذرا دیر پہلے بڑے نظر آ رہے تھے۔ اس تاریکی میں غائب ہو گئے تھے۔

ضرغام کی آشفتہ دماغی اور پریشان خاطری پھر واپس آگئی۔ اس نے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی مالک کا اشارہ پا کر وہ آہستہ آہستہ چلنے لگا، یہاں تک کہ شہر کے درختوں کی پگڈنڈی سے ہوتا ہوا دجلہ کے قریب پہنچ گیا یہ راستہ اور زیادہ تاریک تھا کھجور کے درختوں نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا اس نے سوچا ادھر جانے کی بجائے دریا کے کنارے کنارے ہوتا ہوا جوسق (قصر خلافت) تک پہنچ جائے۔

فضا پر اس وقت ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔

اس سناٹے نے پھر اسی دنیا میں اسے پہنچا دیا جہاں وہ اس دل کش منظر میں کھو جانے سے پہلے پہنچا ہوا تھا —— وہی بانو کی یاد اور اس کے بارے میں طرح طرح کے اندیشے اور وسوسے!

فضا کے سناٹے کا یہ عالم تھا کہ گھوڑے کی ٹاپوں کے سوا کوئی آواز کان میں نہیں آ رہی تھی۔ اور پھر وہ اپنی فکر میں اتنا غرق تھا کہ اگر کسی طرح کی آواز آ بھی رہی ہوتی تو شاید وہ توجہ نہ کرتا۔

اتنے میں پیچھے سے ایک دل فگار اور دل دوز چیخ سنائی دی۔

یہ کس عورت کی آواز تھی —— جو مدد کے لئے چلا رہی تھی یہ آواز اس کے دل حزیں پر تیر کی طرح اثر انداز ہوئی۔

وہ عورت کہہ رہی تھی

"ظالمو خدا سے ڈرو"

"للّٰہ مجھے چھوڑ دو"

"میں نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا ہے میری زندگی برباد نہ کرو!"

پھر آواز فضا میں گم ہو گئی ——

یہ دردناک آواز سن کر، ضرغام پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی

یہ آواز —— بانو کی آواز سے کتنی مشابہ تھی؟

ضرغام نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک عورت دور دونوں ہاتھ مدد کیلئے پھیلائے اسی طرف دوڑتی اور چیختی آتی دکھائی دی، وہ کہہ رہی تھی۔

"مجھے بچاؤ"

اس عورت کی یہ کیفیت دیکھ کر ضرغام کو بانو یاد آگئی ممکن ہے وہ بھی اسی طرح ظالموں کے چنگل میں پھنسی ہو اور انسانیت کے نام پر دوسروں سے مدد اور اعانت کی طالب ہو میں اس کی مدد نہیں کر سکتا لیکن اس عورت کی کر سکتا ہوں اور ہو سکتا ہے۔ خدا اس مصیبت زدہ عورت کو بچا لینے کا صلہ مجھے وہ دے کہ میری بانو بھی دوسروں کے دست ظلم سے بچ جائے ——— !

یہ سوچ کر ضرغام نے گھوڑے کو روکا، جلدی سے اس پر سے کود پڑا اور تلوار میان سے نکال کر اسی عورت کی طرف بڑھا۔

"اب تم ہر خطرہ سے آزاد ہو اِدھر آجاؤ!"

جو لوگ اس کا تعاقب کرتے ہوئے آرہے تھے، ان سے کہا

"کمبختو، جان بچانا چاہتے ہو تو فوراً بھاگ جاؤ!"

اب وہ عورت بالکل قریب آچکی تھی۔ اور دونوں ہاتھ مدد کے لئے پھیلائے کہہ رہی تھی۔

"خدا کے لئے ——— خدا کے لئے مجھے بچالو"

"یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ میری جان لے لیں گے"

"مجھے جان کی بھی اتنی پروا نہیں جتنی آبرو کی ——— یہ لوگ میری آبرو کے گاہک ہیں

"خدا کے لئے ایک شخص، تجھے اپنی بہن اور بیوی کا واسطہ مجھے ان کے پنجہ سے بچالے۔

ضرغام ابھی کوئی جواب نہیں دے پایا تھا کہ وہ دونوں آدمی بھی قریب آگئے

ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اور وہ دانت پیس کر کہہ رہا تھا۔

"کہاں جائے گی بھاگ کر اور نمک حرام؟

"آج میں تیری جان لے لوں گا، اب تو زندہ نہیں بچ سکتی"

"زندگی چاہتی ہے تو بس چپ چاپ چلی آ"

ضرغام چیخا "اے شخص، اپنی موت کو آواز نہ دے۔ پیچھے ہٹ، واپس جا!"

لیکن اس آدمی نے ضرغام کی تنبیہ سے ذرا بھی اثر نہیں لیا برابر تلوار تانے اس عورت کی طرف بڑھتا رہا یہاں تک کہ بالکل اس کے قریب آ گیا، وہ عورت دوڑتی ہوئی ضرغام کے قدموں پر آ کر گر گئی۔

ضرغام نے دیکھا وہ آدمی تلوار تانے ہوئے پاس ہی پہنچ گیا ہے اور عنقریب حملہ آور ہوا چاہتا ہے تو اس نے تلوار کا بھرپور ایسا ہاتھ مارا کہ گردن لڑھکتی ہوئی دور جا گری اور بدن خاک و خون میں تڑپنے لگا۔

ضرغام نے دوسرے آدمی سے دریافت کیا

"تم کون لوگ ہو؟

وہ اپنے ساتھی کی ہلاکت سے بدحواس ہو چکا تھا اس نے اپنے آپ کو قابو میں لاتے ہوئے کہا،

ہمیں آپ سے اور آپ کو ہم سے کوئی مطلب نہ ہونا چاہیے آپ کو اس سے کیا میں کون ہوں یہ مرنے والا کون تھا، اور یہ عورت کیا ہے ———"

ضرغام نے ڈپٹ کر کہا

"جو پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو ———!"

وہ بولا " آپ سوال کرنے اور جواب مانگنے والے کون ؟ ——— . اپنا راستہ لیں، ہم جائیں اور یہ جاریہ، آپ کوئی خدائی فوجدار ہیں؟ واہ یہ بھی اچھی رہی.

ضرغام نے تلوار ہوا میں لہراتے ہوئے کہا

" اگر ایک قدم بھی آگے بڑھے تو اپنے ساتھی کے پاس پہنچ جاؤ گے "

وہ ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا

ضرغام نے کہا " بتاؤ تم کون ہو اور یہ جاریہ کون ہے ؟ "

وہ کہنے لگا، " یہ ہمارے آقا کی باندی ہے ، بھاگ کھڑی ہوئی تھی ہم اس کی تلاش میں نکلے ، یہاں پایا تو پکڑے لئے جا رہے تھے . کہ فرشتہ اجل بن کر آپ نمودار ہو گئے .

جاریہ " (روتے ہوئے) یہ جھوٹا ہے "

وہ آدمی گویا ہوا " یہ میرے منہ پر جھوٹا کہہ رہی ہے ، آپ نہ ہوتے اور اس کی پشت پناہی نہ کر رہے ہوتے تو ابھی کان دبا کر یہ میرے ساتھ چلی چلتی لیکن اسے ایک سہارا مل گیا ، اڑ گئی ، اور حقیقت میں میرے ساتھی کے قتل کا سبب بنی ، لیکن یہ قتل بالا بالا نہ جائے گا آپ کو اس کی بڑی گراں قیمت ادا کرنی پڑے گی .

اب تو وہ جاریہ ضبط نہ کر سکی اس نے بہ آواز بلند کہا

تم جھوٹے ہو . تم نے جو کچھ کہا ہے سب غلط ہے .

ضرغام :- جو کچھ سچ ہے وہ تم بتا دو .؟ "

یہ آواز بالکل بانو کی آواز تھی ، ضرغام کا جی چاہا اس کے چہرہ کا نقاب الٹ

دے۔ کہیں واقعی یہ بات تو نہیں ہے۔ ——— ؟ لیکن نہیں وہ ہوتی تو مجھے ضرور پہچان لیتی میرے منہ پر تو نقاب نہیں ہے ——— اس نے کہا

" اے شخص، سچ سچ بتا دے۔ نہ کسی کی پروا کر نہ کسی سے اندیشہ کر، جو کچھ پیش آئے گا، میں بھگت لوں گا۔

اور اگر تو نے سچ سچ نہ کہا تو تیری گردن بھی پھڑکتی نظر آئے گی۔ اور تو اپنے ساتھی کے پاس پہنچ جائے گا۔

وہ بولا " اس عورت کے دھوکے میں نہ آؤ۔ یہ جاریہ قصرِ خلافت سے بھاگی ہے۔ کسی کے منہ میں دانت ہیں جو اس کی حمایت کر سکے۔

ضرغام بولا " میں کروں گا اس کی حمایت، تم جاؤ اور اسے یہیں چھوڑ جاؤ"

وہ شخص حیرت زدہ ہو کر چیخ پڑا " تم کون ہو جو اتنی بڑی جسارت کا ارتکاب کر رہے ہو۔ ؟

ضرغام نے کہا " تم سے زیادہ مجھے اپنی فکر ہے، جاؤ اپنا راستہ لو!"

یہ کہہ کر اس نے جاریہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا

" چلو میرے ساتھ "

اس آدمی نے پوچھا " تم کون ہو؟ ——— خدا کیلئے اپنی جان پر اپنی جوانی پر رحم کرو۔ یہ عورت تمہاری جان لے لے گی"

ضرغام:۔ بے فکر رہو، میں خلیفہ کو جواب دے لوں گا۔ اگر وہ تم سے سوال کرے کہ اس جاریہ کو کون لے گیا، تو کہہ دینا اس کا نام "صاحب" ہے ——— صاحب نے اس جاریہ کو اپنی حمائیت میں لے لیا ہے۔"

یہ سُن کر وہ شخص اس طرح چونک پڑا جیسے کسی کو بجلی کا جھٹکا لگ جائے پھر وہ گویا ہوا"

مجھے معاف کردیں مجھے نہیں معلوم تھا آپ صاحب ہیں! یہ کہا اور الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

LIBRARY
No.................
Muslim Girls School

باب ۔ ۴۸

یہ کون عورت ہے

ضرغام کا گھوڑا نہایت سعادت مندی لیکن تشویش کے ساتھ کان کھڑے کئے اسی جگہ ٹاپیں مار رہا تھا جہاں ضرغام اسے چھوڑ گیا تھا۔

ضرغام نے اس کی لگام ہاتھ میں لے لی اور جاریہ کے ساتھ پاپیادہ چلتے ہوئے کہا۔

"میں نے ایک بہن کی نظر سے تمہیں دیکھا ہے، اس حیثیت سے ان آدمیوں کے پنجہ سے بچایا ہے"

جاریہ :۔ (بھرائی ہوئی آواز میں) میں آپ کی بہت مشکور ہوں، بہن کہہ کر آپ نے میری عزت افزائی کی ہے۔ اگرچہ میرے بھائی کہہ دینے سے آپکی پوزیشن پر خراب اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔

ضرغام :۔ (مسکراتے ہوئے) جی نہیں، اس کا ذرا بھی اندیشہ نہ کیجئے۔

جاریہ :۔ میرا ہر بن منہ آپ کا شکرگزار ہے۔ ورنہ آج نہ جانے میرا کیا حشر ہوتا؟"

ضرغام ،، "اب خدا کے فضل سے تم ہر خطرے سے آزاد ہو"

جاریہ ،، "میرا دل بھی یہی کہہ رہا ہے، جب تک زندہ رہوں گی، آپکی ممنون و مشکور رہوں گی"

ضرغام ،، اچھا یہ رسمی باتیں چھوڑو اصل واقعہ کیا ہے، یہ بتاؤ، لیکن سچ سچ "؟

جاریہ ،، جی ہاں سچ ہی سچ کہوں گی؛

ضرغام، جاریہ کی آواز سن رہا تھا اور اس حیرت انگیز یکسانیت پر انگشت بدنداں تھا۔ جو اس کی اور ریاض کی آواز میں تھی، کئی مرتبہ جی چاہا نقاب کرچہرہ دیکھ لے مگر ہمت نہ پڑی،

ضرغام ،، تو پھر بتاؤ اصل ماجرا کیا ہے۔

جاریہ ،، میں ایک شخص کی کنیز تھی، اسے مجھ پر رحم آیا اور اس نے مجھے آزاد کر دیا، پھر ایک نوجوان نے مجھے دیکھا اور میں نے اُسے، یہ پہلی ہی نظر کام کر گئی، ہم دونوں ایک دوسرے سے سچی محبت کرنے لگے وہ مجھ پر جان و دل سے فدا تھا۔ میں اُس پر۔ ہم دونوں نے عہد کر لیا کہ شادی کریں گے اور ساری زندگی وفاداری کے ساتھ نباہ دیں گے، یہاں تک کہ امیر المومنین کے ایک بدنفس امیر، حارث سمرقندی کی مجھ پر نظر پڑ گئی اور وہ اس طرح سے مجھے حاصل کرنے پر تل گیا۔ جب کسی طرح دال نہ گلی تو ایک روز میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔"

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں کیا تم مجھے یہ اعزاز بخشو گی؟"

میں نے انکار کر دیا،

ہرگز نہیں ———— میں ایک دوسرے شخص سے محبت کرتی ہوں، اور وہ مجھ سے شادی کا عہد کر چکا ہے۔ وہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے۔

حارث کا نام سن کر ضرغام کو حماد کی کہانی یاد آگئی اس نے پوچھا۔

"تم جس سے محبت کرتی ہو، جس نے تم سے زندگی بھر کا پیمانِ وفا باندھا ہے، اس کا نام کیا ہے۔

وہ سادگی سے بولی

"حماد ——— اسے حماد کہتے ہیں ——— !

ضرغام :۔ (خوش ہو کر) کیا تمہارا نام یاقوتہ ہے۔

ایک اجنبی آدمی کے منہ سے اپنا نام سنکر، یاقوتہ حیران رہ گئی اس کی زبان لڑکھڑانے لگی، اس نے پوچھا

"میرے محسن آپ نے یہ کیسے جانا کہ میرا نام یاقوتہ ہے،؟

ضرغام :۔ (مسکراتے ہوئے) اسے ہماری کرامت سمجھ لو۔

یاقوتہ :۔ کیا آپ حماد کو جانتے ہیں

ضرغام :۔ ہاں، وہ میرا دوست ہے اپنی ساری داستان عشق و ہجر مجھے سنا چکا ہے۔ ایک ایک لفظ،

یاقوتہ :۔ تو وہ کہاں ہیں؟

ضرغام :۔ یہ میں بھی نہیں جانتا لیکن مطمئن رہو اسے محبت ہے اور تمہیں یاد کرتا ہے۔ تمہارے فراق میں اس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔

یاقوتہ ،، اس سے میری تسلی نہیں ہوئی، بتائیے حماد کہاں ہے ؟
ضرغام ،، بتادوں گا ——— پہلے تم اپنی کہانی توختم کرو ،!
یاقوتہ ،، پھر جب میں نے حارث سے انکار کردیا تو، تو اُس نے خلیفہ کے سامنے اپنا معروضہ پیش کیا، خلیفہ نے مجھے بلایا اور بڑی دیر تک مجھے دیکھتا رہا پھر اُس نے قاضی سے کہا ، یہ جاریہ فی الحال بطور امانت رکھی جائے غور کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کیا جائے نہ حماد اس سے شادی کرسکتا ہے ، نہ حارث ، لیکن میرا امین بنایا گیا حارث ۔ وہ ہر روز مجھ پر زیادتیاں کرتا رہتا تھا کبھی خوشامد سے مجھے رام کرنے کی کوشش کرتا کبھی دھمکی سے ۔
ضرغام ،، کہے جاؤ میں توجہ سے سن رہا ہوں، یاقوتہ ،
اور چند ہفتے ہوئے وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا ، حماد سامرا سے بھاگ گیا ہے ، میں نے اس کی بات پر اعتماد نہیں کیا لیکن خود اپنے فرار ہونے کا فیصلہ کرلیا کہ حماد جہاں بھی ہو اس سے جاکر ملوں ، چنانچہ آج شام کو میں نکل بھاگی کہ حماد کے ہاں پہنچوں اس کا مکان قصرِ خلافت کے قریب ہی ہے کہیں —— !
ضرغام ،، ہاں ، ٹھیک ہے ، پھر —— ؟
یاقوتہ ،، میں ابھی تھوڑی دور چلی تھی کہ یہ دونوں آدمی میرا پیچھا کرتے ہوئے یہاں پہنچ گئے ، میں نے انکار کیا ، تو وہ مارنے پیٹنے اور زبردستی لے جانے پر آمادہ ہو گئے ۔ خدا کا شکر ہے آپ کے کانوں تک میری آواز پہنچ گئی اور جان بچ گئی اور ناموس بھی ——— خدا آپکو جزائے خیر دے !
یاقوتہ کی داستان سن کر ضرغام بہت خوش ہوا کہ اُس نے اپنے دوست

کی محبوبہ کی جان بچالی، جی چاہا، اسے حماد کے پاس پہنچادے پھر یاد آیا۔ وہ تو کہہ رہا تھا۔ کل ہم ہمدان سے کوچ کر جائیں گے اور کچھ نہیں معلوم کہاں جائیں گے۔

اتنے میں اسے یاقوتہ کی آواز سنائی دی

"آپ مجھے حماد کے پاس پہنچا دیجئے اب تو"!

ضرغام :۔ لیکن وہ یہاں ہے کہاں ؟

یاقوتہ :۔ کیا حارث سمرقندی سچ کہہ رہا تھا وہ بھاگ گیا —— لیکن کیوں؟

ضرغام :۔ وہ باہر گیا ہے

یاقوتہ :۔ لیکن کہاں ؟ کیوں؟

ضرغام :۔ یہ میں نہیں جانتا اتنا معلوم ہے چند دن ہوئے ملا تھا۔ اور سفر پر جا رہا تھا، میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو وہ کہنے لگا، حارث اور خلیفہ نے میری جان، میری زندگی، میری یاقوتہ چھین لی اور میں یہاں نہیں رہوں گا۔

یہ سنکر یاقوتہ کے چہرے پر مسرت اور فخر کی سرخی دوڑ گئی اس نے کہا "لیکن اب میں کہاں جاؤں ؟ کہاں رات گزاروں، کس طرح اس کے پاس پہنچوں ؟

ضرغام :۔ اس کی کیا فکر؟ کیا تم کو میں بہن نہیں کہہ چکا ہوں ؟ کیا میرا گھر تمہارا گھر نہیں ہوا۔ —— وہاں میری والدہ تمہیں بڑی اچھی طرح رکھیں گی —— حماد میرا دوست ہے مجھ سے وعدہ کر چکا ہے

کہ اپنی خبر دے گا، پھر میں فوراً خبر اُسے پہنچا دوں گا۔

یاقوتہ:۔ آپ کی اس کرم فرمائی کا بہت بہت شکریہ، لیکن ــــــ

ضرغام:۔ تم میری بہن ہو۔ ذرا بھی اندیشہ نہ کرو تمہیں کسی طرح کا گزند نہیں پہنچ سکتا۔ میری والدہ تمہارا بیٹی کی طرح خیال رکھیں گی اور تم سے مل کر بہت خوش ہوں گی، دفعتاً چلتے چلتے یاقوتہ رُک گئی وہ سخت گھبرائی ہوئی تھی۔ ضرغام پوچھا

"کیوں رک کیوں گئیں؟"،

وہ بولی "یہ تو جوسن، قصرِ خلافت ہے ــــــ؟

ضرغام:۔ ہاں میں جوسن کے ایک قصر میں رہتا ہوں

یاقوتہ:۔ وہاں جانا میرے لئے خطرہ سے خالی نہیں اگر خلیفہ کو میری موجودگی کی خبر لگ گئی تو نہ جانے کیا حشر ہو میرا؟

ضرغام:۔ میں نے کہہ دیا تمہیں کسی طرح کا گزند نہیں پہنچ سکتا جب تک میں زندہ ہوں، پھر بھی گھبرا رہی ہو

ضرغام جیسے ہی اپنے قصر میں پہنچا حسب معمول ہاتھوں ہاتھ لیا گیا جب وہ اپنے کمرہ میں پہنچا تو یہاں یاقوتہ نے اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دیا ضرغام یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ یاقوتہ، بانو سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہے اس مناسبت نے اس کے دل میں یاقوتہ کی طرف سے اور زیادہ ہمدردی اور انس پیدا کر دیا اُس نے دل ہی دل میں کہا۔

"بانو اب تک، مجھے نہ مل سکی، نہ جانے وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟

لیکن میں نے اس کی ایک ہم شکل اور ہم آواز کو مصیبت سے نجات دلائی اور اس کی جان بچالی، اس کا ناموس بچالیا، یہ بات بھی میرے لئے کچھ مسرّت بخش اور موجب اطمینان نہیں ہے۔ اس واقعہ کو میں فال نیک سمجھتا ہوں اور خدا کے فضل وکرم سے امید رکھتا ہوں کہ جلد ہی اسی طرح بانو بھی مصیبت سے چھٹکارا پا جائے گی !!

باب - ۴۹

قیمتی ہار

مرجانہ نے جب ضرغام کی آواز سنی تو لپک کر اس کی طرف بڑھی اسے سینہ سے چمٹا لیا پیار کیا بلائیں لیں پھر اس کے کان کھڑے ہوئے اور اس نے محسوس کیا یہ تنہا نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے اس نے پوچھا

"ضرغام بیٹا، یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟"

ضرغام :۔ اماں ——— تمہارے لئے ایک بڑا اچھا سا تحفہ لایا ہوں"

مرجانہ :۔ کون ہے وہ ؟

ضرغام :۔ تمہاری رفیقہء تنہائی۔

مرجانہ :۔ میں سمجھ گئی ——— بالو آگئی ہے میری بیٹی،

ضرغام کا زخمی دل کھل گیا اس نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا

"نہیں ——— بالو کہاں!

مرجانہ :۔ تو پھر کون ہے یہ ؟

ضرغام :۔ میرے ایک عزیز دوست کی منسوبہ، جو اس وقت میری پناہ میں ہے

یاقوتہ آگے بڑھی، اس نے مرجانہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر آنکھوں سے لگایا اور چوما، مرجانہ نے پوچھا

"بیٹی تیرا نام کیا ہے۔"

وہ بولی "مجھے یاقوتہ کہتے ہیں"

یہ آواز سن کر مرجانہ کے کان کھڑے ہوئے، اس کے چہرہ پر حیرت اور استعجاب کے آثار ظاہر ہوئے، اس کی آنکھیں، بے نور آنکھیں ادھر ادھر گردش کرنے لگیں گویا وہ اسے دیکھنے اور پہچاننے کی کوشش کر رہی ہے لیکن وہ کچھ سمجھ نہ سکی اس نے کہا

سبحان اللہ ——— آواز کتنی پیاری ہے اور دلکش ہے ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے میں اس سے آشنا ہوں۔

ضرغام بیچ میں بول پڑا

"اس آواز سے میں بھی مغالطہ میں پڑ گیا تھا ——— ہوبہو بانو کی آواز ہے کیوں اماں؟"

مرجانہ: "ہاں بیٹے ——— یہی تو مجھے بھی حیرت ہو رہی تھی"

ضرغام: "اور لطف یہ کہ صورت بھی اس سے بہت مشابہ ہے۔"

مرجانہ: "واہ ——— کیا خدا کی قدرت ہے ——— !"

پھر اس نے یاقوتہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا، اور شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ اس کے بعد ضرغام سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

"کہاں مل گئی تجھے ؟"

ضرغام نے جواب دیا

"عجیب اتفاق ہے —— میں ایک مہم پر گیا ہوا تھا۔ آپ کو معلوم ہی ہے جہاں گیا تھا، واپسی میں یہ لڑکی دو مردوں کی یورش سے پناہ مانگتی اور لوگوں سے امداد طلب کرتی بھاگ رہی تھی، مجھے دیکھا تو میرے قدموں سے لپٹ گئی۔

مرجانہ: "کون تھے وہ لوگ ؟"

ضرغام: "بدمعاش —— ان میں سے ایک شخص اسکی مرضی کیخلاف جبراً شادی کرنا چاہتا تھا۔ میں اسے چھڑا لایا !"

مرجانہ: "بہت اچھا کیا۔ ثواب کا کام ہے خدا جزائے خیر دیگا —— لیکن وہ آدمی تھا کون ؟"

ضرغام: "اس کا نام حارث سمرقندی ہے اور امیرالمومنین کے منہ چڑھے لوگوں میں سے ہے"

مرجانہ: "پھر اس نے کیوں ٹھکرا دیا اتنے دولت مند اور صاحب وجاہت شخص کو ؟"

ضرغام: "یہ ایک دوسرے شخص سے محبت کرتی ہے اور وہ اس سے محبت کرتا ہے۔"

مرجانہ: "وہ کون ہے ؟"

ضرغام: "میرا ایک دوست ہے حماد —— تم تو جانتی ہوا سے ؟"

مرجانہ:۔ ہاں ایک مرتبہ تیرے ساتھ یہاں آیا تو تھا۔

ضرغام:۔ بس وہی ——— بڑا اچھا اور کھرا دوست ہے۔

مرجانہ:۔ لیکن وہ ہے کہاں؟

ضرغام:۔ فی الحال وہ لاپتہ ہے اس لئے تو یاقوتہ کو اس کے ہاں پہنچانے کی بجائے یہاں لانا پڑا۔ یاقوتہ اس وقت تک تمہارے پاس رہے گی جب تک وہ آنہ جائے ——— یہ جان تم پر گراں تو نہیں ہے۔

مرجانہ:۔ واہ بیٹے! اس میں گرانی کی کیا بات ہے؛ میری بیٹی کی طرح اس گھر میں رہے گی

ضرغام:۔ (یاقوتہ سے مخاطب ہوکر) کیوں یاقوتہ تم نے دیکھا ہماری اماں کتنی اچھی ہیں

مرجانہ:۔ اب تو باتیں نہ بنا ——— تیرے جانے کے بعد میں اکیلی رہتی ہوں، اس لڑکی سے جی بہلے گا۔ اس کی طبیعت بھی بہلی رہے گی!

پھر مرجانہ نے مسعودہ کو حکم دیا کہ دسترخوان بچھایا جائے فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی، کھانے کے دوران میں ضرغام نے مرجانہ سے پوچھا۔

"دردان ابھی تک نہیں آیا؟

مرجانہ نے جواب دیا

"چند دن ہوئے آیا تو تھا تمہیں پوچھ رہا تھا لیکن میں پتہ کیا بتاتی جب کہ خود مجھے معلوم نہیں تھا۔

ضرغام نے پوچھا "اور افشین ——— کیا اس کے بارے میں

بھی کچھ علم ہے آیا یا نہیں ؟

مرجانہ: وردان کہہ رہا تھا کہ افشین آیا ہے اور اس کا لشکر باہر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے پندرہ روز کے بعد شہر میں داخل ہوگا، میرا خیال ہے وہیں ٹھہرو واپس چلو" یا —— شائد آج یا کل آجائے۔

یہ سن کر ضرغام خاموش ہوگیا، مرجانہ محسوس کر رہی تھی، اتنی بڑی منزل مار کر آیا ہے، وہاں دیر تک اسے جاگنا نہیں چاہیے لہذا وہ یاقوتہ کو لیکر اپنے کمرہ میں چلی گئی ضرغام بھی اپنے کمرہ میں آتے ہی سو گیا بہت تھکا ہوا تھا۔

صبح بہت جلد اس کی آنکھ کھل گئی، سویرا ہوتے ہی اس کے دل و دماغ پر پھر طرح طرح کے وہموں کی پرورش ہونے لگی بار بار وردان کا خیال آتا تھا اور اس سے ملنے کی خواہش پیدا ہوتی تھی لیکن مشکل یہ تھی کہ وہ خود افشین کے لشکر میں جانا نہیں چاہتا تھا۔

سارا دن اس فکر و تشویش میں گزرا شام ہوتے ہوتے خلیفہ کا قاصد حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا۔

امیرالمومنین نے آپ کو ابھی اور اس وقت یاد کیا ہے۔

ضرغام فوراً درباری لباس سے آراستہ ہوا خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوگیا۔ وہاں اس وقت قاضی احمد بن ابی داؤد بھی تشریف فرما تھے ضرغام آداب و گذارش بجالایا پھر کھڑا ہوگیا، خلیفہ نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا تعمیل حکم کرتے ہوئے وہ بیٹھ گیا۔ خلیفہ نے پوچھا۔

"ضرغام خیریت سے ہو؟ —— سفر سے کب واپس آئے۔

ضرغام نے عرض کیا

"کل شام کو یہ غلام حاضر ہوا ہے۔ اب خدمت والا میں حاضر ہونے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ قاصد پہنچا۔

خلیفہ :۔ کیا راستہ میں کسی نئے آدمی سے بھی ملاقات ہوئی

ضرغام سمجھ گیا۔ اشارہ یاقوتہ کی طرف ہے کیونکہ حارث سمرقندی نے ضرور شکایت پہنچائی ہوگی۔ گویا ہوا

"میں نے دیکھا، دو آدمی ایک دوشیزہ پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کر رہے ہیں ——"

خلیفہ :۔ "اور تم نے ان کے پنجہ سے اس غریب کو بچا لیا ——

جزاک اللہ۔ —— ایں کار از تو آید و مرداں چنین کنند

بہت خوشی ہوئی، ہمیں تمہارا یہ کارنامہ واقعی قابلِ داد اور لائقِ تعریف ہے

ضرغام :۔ بندہ نوازی ہے امیر المومنین کی،

خلیفہ :۔ اور شائد تمہیں ایک بات نہیں معلوم؟

ضرغام :۔ امیر المومنین ہی کو ہر بات کا صحیح علم ہے۔

خلیفہ : (مسکراتے ہوئے) یہ کہ جس دوشیزہ کو تم نے بچایا ہے وہ تمہاری ہی ہے۔ تمہارے ہی لئے ہے ہمیں خوشی اس بات کی ہے کہ

حق بحق دار رسید

—— کیسا پایا تم نے اسے، کیا وہ غیر معمولی حسین و جمیل نہیں ہے

ضرغام:۔ وہ غیر معمولی طور پر حسین وجمیل ہے

خلیفہ:۔ تو گویا تمہیں ایک ایسی چیز مل گئی جسے تم پسند کرتے ہو؟

خلیفہ کی یہ باتیں سن کر ضرغام سٹ پٹا گیا اس کی سمجھ میں نہیں آیا ان باتوں کا مقصد کیا ہے؟ قاضی صاحب نے اس کی یہ کیفیت محسوس کی فرمایا

"تم بھول گئے کہ امیرالمومنین نے تمہاری شادی کے لئے ایک جاریہ منتخب فرمائی تھی؟

ضرغام:۔ جی ہاں، مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

قاضی صاحب:۔ تو یہ دوشیزہ وہی تو ہے۔

یہ سن کر ضرغام کو بڑی حیرت ہوئی، قاضی صاحب نے فرمایا

"چند ہفتے ہوئے، ایک مناقشہ کے سلسلہ میں یہ جاریہ امیرالمومنین کے حضور میں پیش کی گئی، دو مدعی تھے، اس سے دونوں شادی کرنے پر بضد تھے اور امیرالمومنین نے فرمایا یہ اس شخص کو ملے گی جو تم دونوں سے زیادہ کا مستحق ہے آج امیرالمومنین تک شکایت پہنچی کہ تم نے یاقوتہ کو چھین لیا ہے —— تو انہوں نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا

جس کی چیز تھی اس کے پاس پہنچ گئی ضرغام کے علاوہ کسی اور کو اس پر دعویٰ کرنے کا حق کیا ہے؟ اس لئے تو اس وقت امیرالمومنین نے تم سے ارشاد فرمایا —— حق بحق دار رسید

ضرغام نے جواب دیا، امیرالمومنین کو اپنے غلاموں پر پورا حق ہے وہ ان پر

ہر طرح سے تصرف کا حق رکھتے ہیں!"

معتصم ".. بہر حال تمہیں، تمہاری چیز مل گئی —— مبارک ہو!"

پھر خلیفہ نے تالی بجائی، فوراً حاجب حاضر ہوا۔ خلیفہ نے اس سے کچھ اشارہ اشارہ میں کہا جسے حاجب کے سوا کوئی نہ سمجھ سکا اور ذرا دیر میں ایک قیمتی اور خیرہ کن ہار لے آیا، اس میں جواہر اس طرح چمک رہے تھے جیسے سورج

خلیفہ نے اشارہ سے کہا

"یہ ہار ضرغام کو دے دیا جائے"

ضرغام نے وہ ہار لے لیا اور با آداب کھڑے ہو کر تعظیم بجا لایا، خلیفہ نے کہا

"یہ ہار تمہیں یاقوتہ کے لئے دیا جاتا ہے اسے پہناؤ اور اس کے جمال میں اور چار چاند لگا دو!"

ضرغام نے سر جھکا کر عرض کیا "امیر المومنین کے جود کرم نے اس غلام کو ڈھانپ لیا ہے۔"

معتصم مسکرایا "تم اس سے بھی کہیں زیادہ کے مستحق ہو!"

ضرغام نے وہ ہار رومال میں لپیٹ لیا اور تھوڑی دیر بعد حاضر دربار رہ کر اپنے قصر میں واپس آ گیا!

باب ۔ ۵۰

پھر یہ کس کی حرکت تھی

ضرغام ایوان خلافت سے اپنی قیام گاہ کی طرف واپس ہوا، اور یہ آج جو نئی صورت حال پیدا ہو گئی تھی اس پر وہ کچھ پریشان نہیں ہوا وہ جانتا تھا یاقوتہ اب میرے پاس ہے اس کا میرے پاس ہونا خلیفہ کے اطمینان کے لئے کافی ہے کہ میں نے اس سے شادی کرلی، پھر جب حماد آئے گا۔ اس کے حوالہ کر دوں گا — امیرالمومنین کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ یاقوتہ کہاں ہے اور کس کے پاس ہے؟

گھر پہنچا۔ تو مرجانہ اس کی منتظر تھی اور یاقوتہ اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔

مرجانہ:۔ امیرالمومنین نے اس وقت تمہیں کیوں یاد فرمایا تھا؟

ضرغام:۔ ایک دلچسپ کام کے سلسلہ میں ——— جو یاقوتہ سے متعلق ہے۔

یہ سُن کر پہلے تو یاقوتہ سہم گئی۔ کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ حارث سمرقندی نے ضرور اس کی چغلی خلیفہ سے کھائی ہو گی اور اس نے نہ جانے کیا حکم صادر کر دیا ہو لیکن جب اُس نے ضرغام کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھا تو مطمئن ہو گئی لیکن مرجانہ اسکا

اس کا مسکراتا ہوا چہرہ نہ دیکھ سکی۔ اس کی پریشانی اور تشویش بدستور تاہم بھی اس نے پوچھا

"لیکن کیوں بلایا تھا؟ کیا بات تھی؟

ضرغام نے جواب دیا

حارث سمرقندی نے ہماری شکایت امیرالمومنین سے کی، لیکن ناکام ہوا، خدا نے ہمارا مان رکھ لیا۔

یہ سن کر یاقوتہ اور زیادہ مطمئن ہوگئی ضرغام کی عزت اور وقعت اس کی نظر میں اور زیادہ بڑھ گئی یہ احساس بھی ہوگیا کہ امیرالمومنین کی نظر میں اس کا کیا مقام ہے۔ اور کتنی منزلت کا وہ حامل ہے؟ اگر یاقوتہ حماد سے محبت نہ کرتی تو ضرغام کی شرافت اور مرتبت دیکھ کر یقیناً وہ اس سے محبت کرنے لگتی وہ ضرغام سے اب بھی محبت کرتی ہے لیکن یہ محبت وہ تھی، جو ایک اچھے آدمی کو ایک بلند کردار آدمی سے ہوتی ہے۔ ضرغام نے وہ تمام باتیں دہرائیں جو خلیفہ نے اس سے کی تھیں یہ سن کر اس کے گال سرخ ہوگئے اگرچہ شرم و حیا نے اس کی زبان بند کر رکھی تھی، لیکن وہ خاموش نہ رہ سکی اس نے کہا

"میں آپ کی شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے غلامی کی زندگی اور ناکامی کی موت سے بچا لیا میرا درجہ اپنی پناہ میں لے کر بڑھا دیا

ضرغام نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ہار نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا

"امیرالمومنین نے تمہیں بطور ہدیہ کے مرحمت فرمایا!"

یاقوتہ کی سمجھ میں نہیں آیا، کیا کرے، آخر اس نے ضرغام سے لیکر مرجانہ کے ہاتھ میں دے دیا

مرجانہ نے اُسے ٹٹول ٹٹول کر خوب اچھی طرح سے دیکھا اور اس کے دانوں کو پرکھنے کی کوشش کی پھر کہا

"بیٹی واقعی یہ تیرے ہی لائق ہے۔"

پھر اپنے ہاتھ سے اس کی گردن میں ڈال دیا

ضرغام نے ہار یاقوتہ کی گردن میں دیکھا تو اسے بانو یاد آگئی اور بے ساختہ وہ دل ہی دل میں کہہ اٹھا۔

کاش بانو یہاں ہوتی ——— کاش یہ ہار اس کے زیب گلو ہوتا

اب وہ یہاں نہ بیٹھ سکا، ماں اور یاقوتہ سے رخصت ہو کر اپنے کمرہ میں آیا اور سوچ میں بیٹھ گیا، اسے بار بار وردان یاد آرہا تھا اور اس کی تاخیر پر غصہ آرہا تھا، اتنے میں دیکھتا کیا ہے وردان چلا آرہا ہے وردان اپنے آقا کو دیکھ کر اس کی طرف لپکا ضرغام نے اُس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بہت دن غائب رہے تم، آخر اتنی دیر کیوں ہوئی؟ ——— آؤ ذرا خلوت میں تم سے باتیں کریں گے۔"

وردان ضرغام کے پیچھے پیچھے اس کے کمرہ میں پہنچا یہاں پہنچ کر ضرغام مسند پر بیٹھ گیا وردان کو اس نے اشارہ کیا وہ بھی بیٹھ گیا۔

ضرغام نے پوچھا " اتنی دیر کیوں لگائی تم نے؟ حد ہو گئی انتظار کی!"

دردان :۔ کیا کرتا؟ افشین کے پیچھے پیچھے لگا ہوا تھا۔ اب چند دن ہوئے وہ سامرا آیا ہے میں بھی ساتھ ساتھ آگیا

ضرغام :۔ بانو کے بارے میں کچھ معلوم ہوا

دردان :۔ افشین کے ایک حاشیہ نشین سے معلوم ہوا قبل اس کے یہ لوگ فرغانہ سے روانہ ہوں وہ جا چکی تھی۔

ضرغام :۔ یہ بات تمہاری عدم موجودگی میں سامان سے مجھے معلوم ہو چکی ہے۔

سامان کا نام سنتے ہی دردان کا رنگ رخ بدل گیا اس نے کڑے تیوروں سے پوچھا

"سامان؟ ——— کہاں ہے وہ کمبخت؟ خدا کی قسم جب تک اس کی جان نہ لے لوں گا، مجھے قرار نہ آئے گا؟ ——— خدا اس منافق کو غارت کرے؛

ضرغام :۔ (متحیر ہو کر) تم اس سے بہت خفا معلوم ہوتے ہو کیا کیا اس غریب نے؟

دردان :۔ اس کی ساری کہانی سناؤں گا، پہلے آپ اپنی بات پوری کر لیجئے۔

ضرغام :۔ مجھے تو اس نے یہ بتایا کہ وہ بانو کو لے کر فرغانہ سے نکلا، کیونکہ افشین کی حرکتوں نے وہاں کا مزید قیام ناممکن کر دیا تھا۔ راستہ میں لٹیروں کی ایک جماعت ملی، یہ واقعہ ہمدان میں پیش آیا، ان لوگوں نے بانو کو گرفتار کر لیا تھر مانہ یعنی خیزران کو بھی پکڑ لیا، سامان کسی طرح بچ گیا تو اپنی

جان لے کر یہاں پہنچا، اور ساری رام کہانی کہہ سنائی ———— بس یہ ہے اس کا ماجرہ۔

دردان :۔ وہ جھوٹا ہے دروغ گو ہے، وہ اس قابل ہے کہ اسکی گردن اڑا دی جائے۔

ضرغام :۔ لیکن آخر کس جرم میں؟

دردان :۔ اس لئے کہ وہ ایک تیر سے دو شکار کر رہا ہے۔

ضرغام :۔ وہ کس طرح؟ ——— یہ کیوں کر جانا تم نے؟

دردان :۔ وہ افشین سے ملا اس سے بانو کی داستان بیان کی لیکن سارا الزام آپ پر تھوپ دیا۔

ضرغام (حیران ہو کر) سارا الزام مجھ پر تھوپ دیا؟ یہ کیا؟

دردان :۔ جی ہاں، ———— یہ واقعہ ہے اس نے افشین کو باور کر دیا ہے کہ بانو کو بھگا لے جانا آپ کا کام ہے۔

ضرغام :۔ اور افشین نے اس من گھڑت قصہ کا یقین کر لیا؟

دردان :۔ یہ میں نہیں جانتا لیکن اس ملعون سامان نے اسے در غلانے اور آپ کی جانب سے بدظن کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا

ضرغام بڑے غور سے دردان کی باتیں سن رہا تھا ان باتوں نے ایک مرتبہ پھر سامان کی بدکرداری اور شیطانیت کے گذشتہ واقعات اس کے حافظہ میں تازہ کر دیئے، لیکن وہ اب تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ بانو واقعی لٹیروں کے ہاتھوں گرفتار ہوئی یا اس میں بھی سامان نے جھوٹ بول کر

حقیقت چھپانے کی کوشش کی ہے ——— ؟ اس نے کہا
"خیر یہ تو سب سچ ہے۔ قابلِ غور سوال یہ ہے کہ لٹیروں نے بانو کو گرفتار کیا یا نہیں؟ ——— اس واقعہ کی حد تک سامان سچا ہے یا جھوٹا؟

دردان :۔ یہ مانتا ہوں کہ بانو کو کچھ لوگوں نے گرفتار کر لیا ——— لیکن وہ لٹیرے تھے یہ نہیں مان سکتا۔

ضرغام :۔ پھر یہ کن لوگوں کی حرکت ہو سکتی ہے۔

دردان :۔ اس کے بارے میں کچھ کہنا ابھی قبل از ہے۔ میں اپنے جاسوسوں کو مختلف اطراف میں روانہ کرتا ہوں، یقیناً صحیح حالات کا جلد پتہ چل جائے گا

ضرغام :۔ تمہاری رائے معقول ہے جو مناسب سمجھو کرو۔

دردان کے رخصت ہو جانے کے بعد ضرغام پھر سوچ میں پڑ گیا سامان نے جو کچھ افشین اور بانو کے بارے میں کہا تھا اور جسے اس نے صحیح اور درست سمجھا تھا اب وہ مشکوک نظر آنے لگا۔ یہ خیال پھر غالب آ گیا کہ بانو اس کی لڑکی کی مانند تھی وہ اس کے لئے اپنے دل میں کسی ناپاک جذبہ کی پرورش نہیں کر سکتا۔

پھر اس نے سوچا۔ کیا یہ بہتر اور مناسب نہیں ہوگا کہ افشین سے مل کر اس مسئلہ پر تبادلہ خیالات کر لیا جائے اور صحیح طور پر معلوم کر لیا جائے کہ امر واقعہ کیا ہے؟

لیکن اس خیال پر بھی عمل نہیں ہو سکا، کیونکہ دوسرے ہی دن معلوم ہوا یابک خرمی ایک لشکر گراں لیکر نکل آیا ہے۔ خلیفہ کے حکم سے افشین اس کے مقابلہ میں بھیج دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ضرغام اور افشین کی ملاقات ہی نہ ہو سکی۔

باب ۔ ۵۱

اختلاف

بانو کی گمشدگی، واقعی ایک لاینحل معمہ بن گئی تھی!

بات یہ ہوئی کہ جب افشین کی ہوسناک نگاہوں، اور ہوس پرور باتوں کی تاب بانو نہ لاسکی، تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب اس گھر کو چھوڑ دینا چاہیے کوئی شبہ نہیں یہ فیصلہ بڑا اہم تھا۔

یہ کوئی معمولی گھر نہیں تھا، کہ جب چاہا چھوڑ دیا۔ نہ یہاں وہ مہمان کی حیثیت سے آئی تھی۔ کہ جی اکتایا اور بستر باندھ لیا۔ یہ گھر اس کا تھا اس کے باپ کا تھا اسکی ایک ایک چیز کی وہ مالک تھی، باپ نے سب کچھ اسے بخش دیا تھا پھر یہ گھر کوئی معمولی گھر نہیں تھا فرغانہ کے امیر کبیر شخص کا قصر تھا، اس کے ساتھ جائیداد تھی جاگیر تھی دولت تھی بہت کچھ تھا لیکن بانو نے طے کر لیا کہ اسے چھوڑ دیگی کیونکہ یہ گھر لاکھ گراں مایہ اور اس کا ساز و سامان لاکھ گراں قدر کیوں نہ ہو لیکن نہ ناموس کے مقابلہ میں اسے کوئی اہمیت دی جاسکتی تھی، نہ ضمیر غام کو اس پر قربان کیا جاسکتا تھا۔

قہرمانہ یعنی خیزران دل دجان سے اسے چاہتی تھی، بالو اگر جہنم کا ارادہ بھی کرتی تو خیزران اس کے ساتھ ساتھ جاتی سامان بظاہر اتنا دل برداشتہ ہوچکا تھا، بغیر بالو کے عزم سفر کرچکا تھا، بالو کو یہ موقع غنیمت معلوم ہوا۔ اور ایک روز سیر کا بہانہ کرکے اور ضروری ساز و سامان ساتھ لے کر نکل کھڑی ہوئی اسی دن ایک قافلہ بھی جا رہا تھا، سامان کے مشورہ سے یہ لوگ اس قافلہ میں شریک ہوگئے قافلہ بہت بڑا تھا اس لئے ہر قسم کے خطرات سے بھی اطمینان ہوگیا کہ اب کسی طرح کا گزند نہیں پہنچ سکتا۔

راستہ بہت دشوار گزار تھا کہیں ٹیلے، کہیں ندیاں، کہیں نالے۔ کہیں نشیب کہیں فراز، لیکن قافلہ سیل رواں کی طرح آگے بڑھتا اور ہر رکاوٹ کو دور کرتا چلا جا رہا تھا۔ بالو نے اگرچہ ایک نئی زندگی میں قدم رکھا تھا لیکن وہ اس انقلاب سے بالکل مطمئن تھی اس کے دل کو یہ اطمینان تھا کہ ایک نعمت ——— گھربار ——— چھوڑ کر بہت بڑی نعمت ——— ضرغام ——— ہاتھ آرہی تھی، جوں جوں وہ فرغانہ سے دور اور سامرا کے قریب ہوتی جا رہی تھی اس کی فکریں دور ہوتی جا رہی تھیں۔ اُمید کا دیا اس کے ہاتھوں میں تھا اور اس روشنی میں وہ راستہ کا بلند و پست طے کرتی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

کافی دن اسی طرح گزر گئے ———!

آخر ہمدان آگیا ———!

ہمدان سے دو راستے شروع ہوتے تھے ایک وہ جس پر قافلہ جا رہا تھا

ایک وہ جو کسی اور طرف جاتا تھا۔

سامان نے بالو سے کہا

"اب ہمیں اس قافلہ کا ساتھ چھوڑ دینا چاہیے!"

بالو :۔ قافلہ کا ساتھ چھوڑ کر ہم کیا فائدہ حاصل کریں گے

سامان :۔ یہ قافلہ سامرّا نہیں جا رہا ہے۔ یہ تاجروں اور سوداگروں کا قافلہ ہے نہ جانے کہاں کہاں رکتے اور ٹھہرتے یہ لوگ جائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ سامرّا نہ جائیں

بالو :۔ واہ، وہاں تو ان کا سامان سب سے زیادہ بکے گا

سامان :۔ ہو سکتا ہے لیکن یہ لوگ سامرّا دو برس سے کم کی مدت میں نہیں پہنچیں گے

بالو :۔ (پریشان ہو کر) کیا کہا؟ دو برس میں؟

خیزران :۔ یہ کیوں نہیں کہتے ساری عمر یہ قافلہ دنیا کا چکر کاٹتا رہے گا۔ جھوٹ بولو تو جی بھر کر بولو ——!

سامان :۔ (بگڑ کر) تو تمہارا خیال یہ ہے کہ میں جھوٹا ہوں؟

بالو :۔ یہ لو لڑنے لگے۔ اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔

سامان :۔ لیکن اس بڑھیا کی باتیں تو سنو، اس رہی ہے

بالو :۔ بڑی بات —— خیزران نے ہم دونوں کو گود میں کھلایا ہے اس کی بڑائی کا ہمیں خیال رکھنا چاہیے:

سامان :۔ ان باتوں کا خیال تم رکھو میں نہیں رکھتا

بانو :۔ خیر ہو گا ـــــــ تم کیا چاہتے ہو؟

سامان :۔ یہ کہ اس قافلہ کی رفاقت ترک کر دی جائے۔

بانو :۔ ہم لوگ، یعنی صرف تین آدمی اپنا سفر الگ جاری رکھیں

سامان :۔ ہاں تو کیا ہوا؟

خیزران :۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے، راستہ اتنا پر خطر ـــــــ مجھے اپنی اور تمہاری فکر تو نہیں ہے مگر جو کچھ ہے بانو کی ہے۔

سامان :۔ تو کیا بانو حلوا ہے جسے کوئی کھا جائے گا

بانو :۔ (خیزران سے) خالہ تم نہ بولو (سامان سے) کیا تم راستہ سے واقف ہو؟

سامان :۔ بہت اچھی طرح، یہ راستہ میرا گھنگالا ہوا ہے۔

بانو :۔ کتنے دن میں ہم سامرا پہنچ جائیں گے۔

سامان :۔ زیادہ سے زیادہ دس روز میں ـــــــ اور سچ کہتا ہوں یہ قافلہ ہم سے پہلے سامرا نہیں پہنچ سکتا۔

بانو :۔ اچھا تو تمہارا مشورہ قبول کرتی ہوں۔

سامان :۔ (خوش ہو کر) شاباش ـــــــ ان لوگوں کو جانے دو کل ہم یہاں سے کوچ کریں گے اور سامرا کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔

بانو :۔ میری خواہش بھی یہی ہے کہ ہم لوگ جلد از جلد سامرا پہنچیں۔

سامان :۔ میں بھی تمہاری ہی وجہ سے یہ کہہ رہا ہوں ـــــــ مجھے پورا اندازہ ہے حضرت عسکری کی کیا حالت ہو رہی ہو گی تمہارے انتظار میں ـــــــ

خیزران :۔ میں تو یہی کہوں گی ——— رہ راست برو اگرچہ دور است!

سامان :۔ تم ہمارے معاملات میں دخل نہ دو

خیزران :۔ میں تو بانو کی وجہ سے بولنے پر مجبور ہو جاتی ہوں

سامان :۔ میں بانو کا بھائی ہوں تم سے زیادہ مجھے اس کا خیال ہے

بانو :۔ ہو گا۔ پھر وہی بیکار کی باتیں ——— !

سامان :۔ تو پھر ان بڑی بی کو چپ کرو یہی دخل در معقولات کر رہی ہیں

خیزران :۔ (کان پکڑ کر) میری توبہ ہے جو اب کچھ بھی بولوں

بانو :۔ ہاں خالہ تم چپ رہو ——— (سامان سے) تم انتظار کرو

ہم کل سامرا کی طرف کوچ کریں گے

باب ۵۲۰

گرفتاری

وہ قافلہ روانہ ہو گیا جو بہت آدمیوں پر مشتمل تھا جس کے ساتھ گھوڑوں اور خچروں کی ایک فوج تھی۔ جہاں ہر روز رات کو آگ جلائی جاتی بکریاں ذبح کی جاتیں اور گوشت بھونا جاتا تھا جہاں چہل پہل تھی رونق تھی گہما گہمی تھی، جہاں حفاظت خود اختیاری اور دفاع و ہجوم کی سہولتیں تھیں وہاں سے یہ قافلہ شمال کی طرف بڑھ گیا —— !

اور اب ایک دوسرا قافلہ، جو صرف تین آدمیوں پر مشتمل تھا ایک سنسان اور ویران اور خطرناک راستہ کی طرف چلنے لگا بالو کی ساری زندگی عیش و نعم میں گزری تھی اس نے کبھی خواب میں بھی ان تکلیفوں اور اذیتوں کا تصور نہیں کیا تھا جو اثنائے سفر میں برداشت کرنا پڑیں لیکن یہ محبت کا معجزہ تھا کہ ہنسی خوشی ہر دکھ جھیل رہی تھی ضرغام سے ملنے کی آس نے ہر تکلیف کو راحت بنا دیا راستہ چلتے چلتے اس نے سامان سے پوچھا "اس راستہ سے تم کیونکر واقف ہو گئے ؟ کبھی تمہارا گزر اس طرف

کیوں ہوا ہوگا۔

سامان بگڑ گیا۔ یہ سوال بھی تمہیں خیزران نے سمجھایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس بڑھیا کی قضا میرے ہاتھ سے آئی ہے۔

بالو: تم تو ہوا سے لڑتے ہو۔ بیچاری قہرمانہ (خیزران) کو مجھ سے الگ بات کرنے کا موقعہ ہی کب ملا جو کچھ سکھاتی پڑھاتی؟

خیزران: کفر تو کرو نہیں تو خدا کے غضب سے ڈرو ——— بھلا بیٹی میں نے تم سے کچھ کہا تھا

بالو: نہیں خالہ بالکل نہیں

سامان: پھر یہ سوال تم نے کیوں کیا؟

بالو: یونہی ——— اس لئے کہ مجھے تو یاد نہیں پڑتا تم کبھی کسی سفر پر روانہ ہوئے ہو

سامان: اور یہ جو مہینہ مہینہ، دو دو مہینہ گھر سے غائب رہتا تھا تو کہاں جاتا تھا؟ یہ بھی سوچا؟

بالو: میں کیا جانوں؟ مجھے تو صرف یہ معلوم ہے تم گھر سے غائب رہا کرتے تھے اور ابا جان تم سے خفا رہا کرتے تھے۔

سامان: بس ادھر ادھر مٹر گشت ہی میرا مشغلہ تھا میں تو اچھا خاصا جہاں گشت بن چکا ہوں۔

بالو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموش ہو گئی اور عالم خیال میں غرق عالم

سے باتیں کرنے لگی۔

جب شام کا دھندلکا پھیلا تو بانو کی طبیعت اس وحشت خیز سناٹا سے گھبرائی۔ اس نے کہا

"نہ جانے کیا بات ہے میرا دل گھبرا رہا ہے اس وقت!"

خیزران نے تائید کی

"ہاں ——— بالکل یہی کیفیت میری بھی ہو رہی ہے خدا خیر کرے۔"

سامان :۔ (جل کر) یہاں جن بھوت رہتے ہیں ذرا سنبھل کر چلنا ورنہ پکڑ لیے جائیں گے اور پرستان میں لے جا کر تمہیں فروخت کر دیں گے۔

بانو :۔ پھر تم نے ہماری خالہ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔

سامان :۔ تم مجھ ہی کو کہتی ہو، ان کی زہریلی باتوں پر غور نہیں کرتیں!

بانو :۔ ایسا معلوم ہوتا ہے تمہیں، تو بے چاری سے اللہ واسطے کا بیر ہو گیا ہے۔ غریب کے منہ سے کوئی بات نکلی، اور تم برسے۔ بھلا یہ بھی کوئی طریقہ ہے۔

خیزران :۔ (گھبرا کر) یہ کون لوگ اس طرف آ رہے ہیں؟

بانو :۔ (غور سے دیکھتے ہوئے) ہاں، کچھ لوگ سرپٹ گھوڑے دوڑاتے اسی طرف آ رہے ہیں۔

سامان :۔ آنے دو کسی کو راستہ چلنے سے ہم کیونکر منع کر سکتے ہیں

خیزران :۔ لیکن یہ منہ پر ڈھاٹے کیوں باندھے ہوئے ہیں انکے چہرے

پر نقابیں کیوں پڑی ہیں؟

بانو :۔ (سہم کر) ہاں ———— یہ کیا ماجرا ہے؟

سامان :۔ میں کیا جانوں؟ ———— تم لوگ تو اس طرح پوچھ رہی ہو، جیسے میں ان کا شریک کار ہوں ———— کوئی بھی ہوں یہ لوگ، ہمیں کیا، ہم اپنا راستہ چل رہے ہیں یہ اپنے راستے جا رہے ہیں۔

بانو :۔ لیکن دیکھو تو ————

خیزران :۔ تیر کی طرح سیدھے، یہ لوگ ہماری طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں ———— خدا خیر کرے کہیں یہ لوگ ڈاکو تو نہیں ہیں۔

بانو :۔ (ایک عزم کے ساتھ) ہم مقابلہ کریں گے! یہ کوئی لوگ بھی ہوں

سامان :۔ جنگ اور مقابلہ کا کیا سوال؟ یہ پچاس ساٹھ آدمی ہیں ہم صرف تین فرد، ان کا ہمارا کیا جوڑ ———— لیکن تم نے خواہ مخواہ فرض کر لیا ہے کہ ————

سامان اس سے آگے کچھ نہ کہہ پایا تھا کہ سوار بالکل قریب آ گئے۔ انہوں نے ہر چہار طرف سے ان تینوں آدمیوں کو ———— جس میں دو عورتیں تھیں ———— گھیر لیا اب سامان میں ہمت ہوئی اس نے کانپتی ہوئی آواز میں زور سے پوچھا،

"تم کون لوگ ہو اور کیا چاہتے ہو"

ان میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور اس نے کہا

"ہم کوئی بھی ہیں" اس سے بحث نہیں لیکن تم لوگ اب گرفتار ہو اگر ذرا بھی آگے بڑھنے کی کوشش کی تو انجام اچھا نہ ہوگا۔!"

خیزران رونے لگی۔

"ہائے اللہ ——— (بالز سے مخاطب ہو کر) میں نہ کہتی تھی، کچھ دال میں کالا ہے۔"

سامان نے ان لوگوں کے سردار سے کہا

"ہم مسافر ہیں ہمیں ہمارے رستہ جانے دیں۔"

سردار نے جواب دیا

"نوجوان اگر تم چاہو تو جا سکتے ہو۔"

سامان: "کیا میں اکیلا؟

سردار: (مسکراتے ہوئے) ہاں، ——— اور اگر چاہو، تو (خیزران کی طرف اشارہ کر کے) انہیں بھی رفیق سفر کی حیثیت سے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔

سامان: (بالز کی طرف اشارہ کر کے) یہ میری بہن ہے۔ ———

سردار: اطمینان رکھو۔ انہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی ان کی راحت و آسائش کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔ ان کے ادب و احترام میں بھی کسی طرح کا فرق نہیں آئے گا۔

سامان: لیکن ——— لیکن ———!

سردار ،، لیکن یہ ہمارے ساتھ جائیں گی مرضی ہو تو تم بھی چل سکتے ہو!
سامان ،، نہیں میں جاکر کیا کروں گا؟
خیزران ،، تو کیا ہمیں ان لوگوں کے رحم و کرم پر چھوڑ جاؤ گے؟
بانو ،، حبان ہر شخص کو پیاری ہوتی ہے جو جانا چاہے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔
سامان ،، (آہستہ سے) مجھے جانے دو میں جاکر ضرغام کو یہ خبر سناتا ہوں ، وہ فوج کا ایک دستہ لے کر آئے گا اور ان بدمعاشوں کو مزہ چکھائے گا کہ یہ چھٹی کا دودھ یاد کریں گے
بانو :، معذرت کی ضرورت نہیں تم جا سکتے ہو جہاں چاہو جاؤ
خیزران ،، بیٹی میں پہلے ہی کہتی تھی ، ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔
بانو ،، کوئی پرواہ نہیں ہمارا خدا پر بھروسہ ہے وہ ہماری مدد کریگا۔
سردار ،، (اپنے آدمیوں سے مخاطب ہوکر) آج ہم یہیں پڑاؤ کریں گے۔ ڈیرے خیمے نصب کردو (بانو سے) آپ گھوڑا سے اتر پڑیئے کب تک زحمت اُٹھاتی رہیں گی،؟ (خیزران سے) بڑی بی تم اگر چاہو تو دوشیزہ فرغانہ کے ساتھ بیٹھ سکتی ہو۔
خیزران ،، (جرأت سے) کیا تم اس کا نام جانتے ہو؟
سردار ،، وہ کون ہے۔ جو دوشیزہ فرغانہ کے نام سے واقف نہیں محلوں میں اس کا چرچا ہے گھروں میں اس کا ذکر ہے محفلوں میں اسکی دھوم ہے آتش کدوں میں اور خانقاہوں میں اس کی یاد ہوتی ہے۔

بانو نے سردار کو جھڑکتے ہوئے سختی کے ساتھ کہا
"میں اس طرح کی باتیں نہیں سننا چاہتی"
سردار :- بہت خوب، خاموش ہوا جاتا ہوں،
بانو :- اگر تم مال و دولت چاہتے ہو تو جو کچھ ہمارے پاس ہے لے لو اس سے زیادہ مطلوب ہو تو اس کا انتظام بھی کیا جا سکتا ہے۔
سواروں کے سردار نے ادب کے ساتھ جواب دیا
" ہمیں مال و دولت کی حاجت نہیں، ہمیں حکم ملا ہے۔ کہ عزت و احترام کے ساتھ دوشیزہ فرغانہ کو اس مقام پر پہنچا دیں جو اس کے شایان شان ہے اگر وہ خوشی سے نہیں جاتی تو ہم جبر کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔
بانو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
"چلو ——————— تم جہاں لے جاؤ میں چلنے کو تیار ہوں"
سردار :- میں آپ کی معاملہ فہمی اور دوراندیشی کی قدر کرتا ہوں، بہت صحیح فیصلہ کیا ہے آپ نے ؟
بانو :- میں تم سے اپنی فراست کی داد نہیں چاہتی جہاں چلنا ہے چلو، میں تیار ہوں،
سردار :- لیکن اب تو کافی رات گزر چکی ہے آج یہاں آرام فرمایئے صبح ہوتے ہی ہمارا قافلہ منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جائے گا"
خیبرزان :- (ادھر ادھر دیکھتے ہوئے) سامان کہاں گیا؟

سردار :۔ وہ نوجوان جو تمہارے ساتھ تھا ؟

خیزران :۔ ہاں وہی ——— کیا بھاگ گیا واقعی ؟

سردار :۔ (مسکراتے ہوئے) معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

باب ۵۳

قلعی کھُل گئی

سامان کے اس طرح غائب ہو جانے سے باتو کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ خیزران کے بقول واقعی دال میں کچھ کالا ہے اور یہ کہ ان لوگوں سے ملا ہوا ہے۔ لیکن یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ کیا یہ افشین کے آدمی ہیں یا نہیں؟ کسی طرح سے بھی یہ لوگ افشین کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔ پھر کس کے ہو سکتے ہیں؟ وہ بار بار یہ سوچتی تھی۔ لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی وہ باہمت دلیر اور سراپا عزم و استقامت لڑکی تھی، اس گرفتاری سے وہ ذرا بھی ہراساں نہیں تھی؛ اسے اپنے اوپر اعتماد تھا، لیکن یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ کس کے اشارے سے ہوا؟ پس پردہ کیا ہے؟ اور اس کارروائی کا محرک کون ہے؟ اور اسے معلوم کرنے پر وہ تلی ہوئی تھی اس نے ان سواروں کے سردار سے کہا

"کیا آپ لوگ لٹیرے نہیں ہیں؟ کیا یہ حرکتیں ڈاکوؤں اور قزاقوں کی نہیں ہیں؟"

سردار :: ہو سکتا ہے کہ ہوں، لیکن یقین کر لیجئے نہ ہم چور ہیں نہ ڈاکو، نہ قزاق، نہ لٹیرے۔

بانو :: بہرحال یہ کام شریف اور اونچے لوگوں کا نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک شریف لڑکی کو خواہ مخواہ گرفتار کر لیں،

سردار :: خواہ مخواہ کیوں ؟

بانو :: پھر ——— کیا تمہارے پاس کوئی معقول وجہ میرے گرفتار کرنے کی ہے ؟

سردار :: معقول ——؟ معقول تو ——— آپ ہی بتایئے اگر کوئی شخص شریفانہ کوششوں میں ناکام ہو جائے تو پھر اس کیلئے اس کے سوا اور کیا چارہ کار ہے ؟

بانو :: میں نہیں سمجھی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ؟

سردار :: میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک جلیل القدر شخص جس کی دھاک ساری دنیا پر بیٹھی ہوئی ہے ایک دوشیزہ سے شادی کرنا چاہتا ہے لیکن وہ پیام مسترد کر دیا جاتا ہے پھر اب وہ کیا کرے ؟

بانو :: خاموش بیٹھے، شادی تو مرضی کا سودا ہے اگر فریقین میں سے کوئی ایک نارضامند ہے تو پھر وہ نہیں ہو سکتی، اور ہونا بھی نہیں چاہیے۔

سردار :: لیکن اگر وہ اس سے عہد نامہ محبت کرتا ہو تو ؟

یہ الفاظ سن کر بانو پھر سوچ میں پڑ گئی۔

آخر یہ کون شخص ہو سکتا ہے ؟ ———

کس نے میرے عقد نکاح کا پیام دیا اور وہ مسترد کر دیا گیا ——
کیا انشین —— ؟ نہیں وہ کبھی ایسی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔
پھر کون ہو سکتا ہے یہ شخص ؟

بانو :۔ لیکن میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتی،

سردار :۔ اب آپ اس کے حضور میں لے جائی جا رہی ہیں

بانو :۔ لیکن وہ شخص ہے کون ؟

سردار :۔ دنیا کا بہت بڑا آدمی جس کی جلالت شان کے سامنے ساری دنیا سر جھکاتی ہے جس کی دہشت سے ایک دنیا کانپتی ہے جس کے دبدبہ و غصہ سے شاہان عالم کے تاج لرزتے ہیں

بانو :۔ لیکن اس کا کوئی نام نہیں ہے ؟

سردار :۔ نام معلوم کر کے کیا کیجئے گا بہت جلد آپ اس عظیم و جلیل شخصیت کے حضور میں ہوں گی —— میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہاں جا کر آپ کی قسمت بدل جائے گی پھر آپ ایک قوم پر ایک ملک پر حکومت کریں گی، آپ کے اعزاز و اکرام میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا۔

بانو :۔ یہ باتیں نہ کرو —— اسے کیوں بھول تے ہو کہ تم ایک شریف عورت سے مخاطب ہو؟

سردار :۔ اگر کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو تو میں معافی مانگتا ہوں

بانو :۔ ایک شریف عورت کی اس سے بڑھ کر توہین نہیں ہو سکتی

کہ اس سے ایک غیر مرد کا ذکر، ترغیب انگیز انداز میں کرو۔ میں گرفتار ہوں جہاں لے چلو گے چلوں گی۔ لیکن میں کسی کی باندی نہیں ہوں کہ جو چاہے مجھ پر قبضہ کر لے۔

سردار، آپ بجا فرماتی ہیں، مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے۔

اس گفتگو کے بعد، سردار اُٹھ کر اپنے خیمہ میں چلا گیا

دوسرے روز صبح صبح، یہ قافلہ ایک نامعلوم منزل کی سمت روانہ ہو گیا راستے میں آباد اور پر رونق شہر، دل کشاد وادیاں، بلند و بالا پہاڑ خوب صورت اور دل آویز، دیہات و قریات و قصبات، دامن نظر اپنی طرف کھینچتے رہے۔ طرح طرح کی قومیں نظر آئیں۔ نت نئے قبیلے دکھائی دیئے۔ ایک قیام پر بانو نے اندازہ لگایا کہ ہو نہ ہو یہ آذربائیجان کا مقام ہے، پھر ایک روز سردار نے بتایا کہ اب ہم لوگ آرمینا میں ہیں، اردبیل میں داخل ہوئے چاہتے ہیں، اب وہ سمجھ گئی کہ اسے بابکِ خرمی کے پاس لے جایا جا رہا ہے اب اسے یاد آیا بہت دن ہوئے بابک نے مرزبان سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ بانو اس کے حبالہ عقد میں دے دی جائے۔ لیکن مرزبان نے حقارت کے ساتھ اس آرزو کو ٹھکرا دیا تھا، اب یہ بات اس کی سمجھ میں اچھی طرح آ گئی کہ یہ سامان کی شرارت ہے۔ اس نے بابک سے اور اس کے آدمیوں سے ساز باز کر رکھی تھی۔ اس لئے قافلہ سے الگ ہو کر نیا راستہ اختیار کیا، اور ان لوگوں کے حوالہ کر کے خود چلتا بنا اور بات بھی یہی تھی، جب سے اس نے اندازہ کیا تھا، مرزبان اسے

وراثت سے محروم کر کے سب کچھ بالوز کو دے رہا ہے، وہ انگاروں پہ لوٹنے لگا تھا، مرزبان سے انتقام لینا تو اس کے بس میں نہ تھا، کیونکہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکا تھا البتہ بالوز کو ہدف انتقام بنانے کا اس نے فیصلہ کر لیا تھا، اور اس کی صورت یہی تھی کہ اسے ایسی جگہ بھیج دیا جائے جہاں سے پھر وہ واپس نہ آسکے، سامان اپنی فطرت اور طبیعت کے لحاظ سے مقام رفیع پہ پہنچنے کا متمنی تھا لیکن زور بازو سے نہیں حیلہ اور مکر سے، دروغ اور فریب سے بابک کی خوشنودی مزاج حاصل کر کے اور بالوز کو بھینٹ چڑھا کر وہ یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا تھا

اس مقصد کے پیشِ نظر وہ اس خفیہ تحریک میں شریک ہوا جو بابک خرمی نے حصول سلطنت کے لئے چلا رکھی تھی اور اردبیل جس کا مستقر اور مرکز تھا کیونکہ یہی مقام بابک کا بھی مرکز اقتدار، فرمانروائی تھا۔ بابک کو عورتوں سے غیر معمولی دلچسپی تھی، جہاں اس کے کان میں کسی حسین و جمیل عورت کا نام پڑا اور وہ بن دیکھے اس کے حصول میں ساعی ہوا اس مقصد کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہاتا تھا اور اگر روپیہ سے کام نہیں چلتا تھا تو پھر جبر و جور سے کام لینے سے بھی وہ تامل نہیں کرتا تھا۔

چنانچہ بالوز کا نام جب اس کے کان میں پڑا، تو وہ مشتاق ہوا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ ہر قیمت پہ بالوز کو اس کے کاشانۂ عشرت میں حاضر ہونا چاہیے اس نے سامان ہی کو وسیلہ بنایا اور پیام شادی دے کر مرزبان کے پاس بھیجا لیکن مرزبان نے سامان کو ڈانٹا اور بابک کی درخواست نامنظور کر دی۔

اس انکار کے باوجود بابک مایوس نہیں ہوا وہ سامان کو زر و مال سے نوازتا رہا اس کی فرمائشیں پوری کرتا رہا اور سامان موقعہ کی تاک میں تھا کہ باپ کی آنکھ بند ہو اور وہ بالو کو لے جا کر بابک کے حضور میں حاضر کر دے پھر جب مرزبان کا انتقال ہوا اور سامان کو ترکہ پدری میں سے کچھ نہ ملا تو پھر وہ بھڑک اٹھا اور اس نے جلد از جلد انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا اور آخر پہلی فرصت میں، وہ بالو کو لے کر فرغانہ سے روانہ ہو گیا، بالو چونکہ ضرغام سے وعدہ کر چکی تھی کہ جلد از جلد اس کے پاس پہنچے گی اس لئے وہ آسانی سے اس کے فریب میں آ گئی اور فوراً اس کے ساتھ روانہ ہو گئی سامان بابک کے نائب اجھند سے فرغانہ میں پہلے ہی سے سب کچھ طے کر چکا تھا، چنانچہ اس نے انتظام کر دیا، اور اسے ہمدان کے درمیان اس کے آدمیوں نے حسب قرارداد بالو اور خیزران کو گرفتار کر لیا۔

بالو کی گرفتاری کے بعد سامان نے عراق کا رخ کیا اور وہاں ضرغام سے مل کر ایسی جھوٹی سچی باتیں بنائیں جس سے اس کے اور افشین کے درمیان غلط فہمی پیدا ہو گئی۔ اسے یقین تھا ضرغام کو اگر یقین ہو گیا کہ بالو کے غائب کرنے میں افشین کا ہاتھ ہے تو پھر بابک کی طرف کوئی توجہ نہیں کرے گا یہ دونوں موذی۔ افشین اور ضرغام ــــــ آپس میں خون خرابہ کرتے رہیں گے لیکن چونکہ اناڑی تھا اس لئے اپنے مقصد میں پورے طور پر کامیاب نہ ہو سکا، یعنی اس نے ضرغام کے دل میں افشین کے خلاف جذبہ تو پیدا کر دیا۔ اپنی لگائی بجھائی سے لیکن اپنی تدبیر سے اسے قائم نہ رکھ سکا بہت جلد پردہ اٹھ گیا اور وردان نے ضرغام کے سامنے

ساری حقیقت بیان کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ضرغام افشین سے زیادہ اس کے خون کا پیاسا ہوگیا اور اس فکر میں سرگرداں ہوگیا کہ کسی طرح سامان ہاتھ آجائے تو اسے ایسا مزہ چکھائے کہ وہ عمر بھر یاد رکھے۔

باب ۵۴

بھگوڑا

بالز کو معلوم ہوگیا تھا، کہ وہ کس مصیبت میں گرفتار ہے. یہ بھی جان چکی تھی کہ وہ آرمینیا کے ایک قصبہ اردبیل کے قریب پہنچ چکی ہے اور یہی بابک کا مستقر ہے وہ سوچ رہی تھی اس شخص سے ملاقات کے وقت کس طرح نپٹے گی؟ کیونکر اس سے اپنی مدافعت کر سکے گی اور کیسے اس سے گلو خلاصی حاصل کرے گی،

اسی اثناء میں اس نے دیکھا کہ سواریاں ایک گھنے جنگل کی طرف مڑ گئیں یہ جنگل اردبیل کے لوگوں کے لئے ایک نعمت تھا اگر کوئی دشمن حملہ آور ہوتا تھا، تو لوگ اس میں چھپ جاتے تھے اور یہ ایک مضبوط و مستحکم قلعہ کا کام دیتا تھا امن و امان کے زمانہ میں یہاں کی لکڑیاں کاٹتے تھے اور ان سے طرح طرح کے پیالے، برتن اور دوسری چیزیں بناتے تھے. بالز نے دیکھا اہل قافلہ اردبیل میں داخل ہونے کی بجائے اس جنگل کی طرف مڑ رہے ہیں تو وہ متحیر ہوگئی کہ یک بیک اور خواہ مخواہ راستہ کیوں بدل دیا گیا؟ اتنے میں قافلہ کا ایک آدمی آیا اور اس نے بالز سے کہا.

"آپ بھی اس جنگل کی طرف اپنے گھوڑے کو موڑلیں"

بالو نے اسے کوئی جواب تو نہیں دیا، البتہ بات مان لی، جنگل میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ تو بڑی وحشت خیز اور خوفناک جگہ ہے بڑے بڑے درخت آپس میں گھتے ہوئے ہیں۔ گھنی جھاڑیاں، بالو نے دائیں بائیں دیکھا کہ کوئی وجہ راستہ تبدیلی یا فرار کی سمجھ میں آئے مگر کچھ پتہ نہ چلا اتنے میں سالار قافلہ اس کے پاس آیا اور اس نے ادب و احترام کے تمام آداب ملحوظ رکھتے ہوئے کہا

"شائد آپ کو حیرت ہے کہ ہم نے راستہ کیوں بدل دیا ہے — آپ کے چہرے پر کچھ خوف کے آثار بھی نظر آرہے ہیں؟

وہ بے پروائی کے ساتھ بولی،

"آپ کا خیال غلط ہے، ——— نہیں میں کسی سے نہیں ڈرتی ہوں، نہ مجھے کسی بات پر حیرت ہے البتہ یہ بات ضرور چونکا دینے والی ہے کہ اردبیل کا اچھا بھلا راستہ چھوڑ کر اس دشوار گزار اور سخت راستہ پر آپڑنے کی کیا ضرورت تھی ——— ؟

ران بیبا کا نہ باتوں سے میر قافلہ بہت متاثر ہوئی کسی عورت کو ایسا جری اور اتنی دلیر اس نے نہیں دیکھا تھا اُس نے کہا

"شائد آپ نے وہ (اشارہ کرتے ہوئے) جھنڈا نہیں دیکھا؟"

بالو نے جھنڈے کی طرف غور سے دیکھا پھر پوچھا

"ہاں ہے تو ——— کس کا ہے یہ پرچم ———؟"

وہ گویا ہوا "کیا آپ نہیں پہچانتیں یہ افشین کا پرچم ہے؟"

اب تو بانو کے کان کھڑے ہوئے اس نے پوچھا

"افشین تو مسلمانوں کا سالار لشکر ہے!"

میر قافلہ:- جی ہاں ——— اور مسلمانوں ہی کی طرف سے پیامِ جنگ لے کر آیا ہے!

بانو: لیکن کیوں ——— کوئی سبب بھی تو ہوگا اس کا؟

میر قافلہ:- کیوں نہیں، سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہماری آزادی اور توسیع مملکت کا جذبہ ناگوار ہے۔

بانو:- پھر اب کیا ہوگا

میر قافلہ:- (مسکراتے ہوئے) ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا ہے ——
ہمارے آقا اور مولا بابک خرمی نوار وبیل سے تشریف لے جا چکے ہیں!

بانو:- اچھا یہ بات ہے ——— مگر وہ کہاں گئے ہیں؟

میر قافلہ:- آرمینیا کے ایک نہایت محفوظ و مستحکم مقام بذ میں تشریف لے گئے ہیں اور وہیں اب ہم لوگ جا رہے ہیں۔

بانو میر قافلہ کے اخلاق و تپاک سے بہت متاثر ہوئی۔ اس نے سوچا شائد کسی طرح مجھے آزاد کر دینے پر تیار ہو جائے لہذا اُسے ٹٹولنے کے لئے وہ گویا ہوئی

"تو اب تم ہم لوگوں کو بذ لئے جا رہے ہو؟"

میر قافلہ:- جی ہاں ——— بس چند روز میں ہم وہاں ہوں گے

بانو:- لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ میں بھی وہاں جاؤں؟

میر قافلہ نے اس سوال کا مفہوم سمجھ لیا، اس نے کہا
آپ کو وہاں چلنا ہی پڑے گا اس لئے کہ ہمارے آقا اور مولا بابک خرمی کا فرمان یہی ہے اور اس فرمان سے کوئی بھی ان کا خادم سرتابی نہیں کر سکتا اور اس کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے فرض کیجئے آپ کو رہا کر دیا جائے تو آپ جائیں گی کہاں؟ ——— راستہ کے خطرات کا کس طرح مقابلہ کر سکیں گی؟

بانو :- میں خطرات کی پرواہ نہیں کرتی انکی عادی ہو چکی ہوں

میر قافلہ :- آپ اگر رہزنوں اور چوروں سے بچ جائیں گی تو وحشی درندوں کا کیا کریں گی؟ قدم قدم پر وہ آپ کا راستہ روکیں گے،

خیزران اب تک چپ تھی اور اس کے ساتھ گھوڑے پر چل رہی تھی، اب وہ گویا ہوئی، اس نے کہا

"تم جیسی جری لڑکی کو بابک سے ملنے اور ملاقات کرنے میں کیا خطرہ ہو سکتا ہے"

بانو سمجھ گئی خیزران کے یہ الفاظ بے معنی نہیں ہیں، ان کا مطلب یہ ہے کہ یہاں سے خلاصی کی کوئی صورت نہیں ہے، وہ چپ ہو گئی اور اپنا راستہ چلنے لگی، دور سے اسے اردبیل کا منظر دکھائی دیا۔ یہاں اسے ایک بڑی فوج پڑاؤ ڈالے ہوئے نظر آئی لیکن اس کا خیال تھا یہ فوج تو ضرور افشین کی ہے، لیکن وہ خود یہاں نہیں ہے کیونکہ وہ افشین کو فرغانہ میں چھوڑ کر آئی تھی اور اس قدر جلد لاؤ لشکر سمیت اس کا یہاں پہنچ جانا ناممکن تھا۔

میر قافلہ اپنے آدمیوں کو تیز قدمی پر اکسا رہا تھا وہ چاہتا تھا رات ہونے سے پہلے یہ جنگل طے کرلیا جائے ورنہ اگر رات یہاں گزارنا پڑی تو بڑی زحمت ہوگی۔

راستہ میں دور سے کئی شہروں کے مناظر نظر آئے لیکن یہ چھوٹے چھوٹے شہر تھے۔ اور ان میں جو مسلمان فوج دکھائی دی وہ بھی مختصر تھی، ان چھوٹی چھوٹی چھاؤنیوں کا مقصد یہ تھا کہ اردبیل کی بڑی مسلمان فوج کو حسب ضرورت کمک اور رسد پہنچائی جائے۔

چند روز کی مسلسل بھاگڑ کے بعد یہ قافلہ بذ میں داخل ہوگیا، بذ کو ایک شہر کی بجائے ایک قلعہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا درحقیقت وہ کئی قلعوں کا مجموعہ تھا۔ ان کی دیواروں اور برجوں پر قومی پرچم لہرا رہے تھے، یہ راستہ سراسر کوہستانی تھا اس پر فوج کا اپنے ساز و سامان کے ساتھ چڑھنا بہت دشوار تھا لیکن بہرحال اسے کسی نہ کسی طرح طے کرلیا گیا بالونے محسوس کرلیا بابک اسے ایک مضبوط و مستحکم پناہ گاہ سمجھ کر یہاں آیا ہے اور واقعی نظر بظاہر یہاں تک مسلمان فوج کا پہنچنا اور اسے سر کرلینا بہت دشوار تھا۔

بذ میں داخل ہونے کے بعد ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور اس نے میر قافلہ سے کان میں کچھ کہا اور واپس چلا گیا، اس شخص سے باتیں کرنے کے بعد میر قافلہ نے سواروں کا رُخ دوسری طرف موڑ دیا، خیزران نے پوچھا

"اب ہم کہاں جارہے ہیں؟"

وہ بولا " بذ میں ہم داخل ہوچکے ہیں، اپنی عروس دل نواز (بالو) کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے) کی اقامت کے لئے ہمارے آقا و مولا بابک خرمی نے ایک قصر کا انتظام کر دیا ہے وہیں چل رہے ہیں خود وہ تو ایک کسی ضروری کام سے بہت مختصر سے وقفہ کے لئے بذ سے باہر تشریف لے گئے ہیں۔

بانو یہ باتیں سنتی رہی ، بذ میں داخل ہوتے ہی اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اب وہ قید قفس میں گرفتار ہے ان باتوں سے اس نے اندازہ کر لیا کہ قفس کی تیلیاں اتنی مضبوط ہیں کہ انہیں کسی طرح توڑا نہیں جا سکتا۔

ذرا دیر میں یہ لوگ داخل قصر ہو گئے ، قصر واقعی اپنی خوبصورتی ، رعنائی ، دل آویزی اور استحکام کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا ، آسمان سے باتیں کرتی ہوئی دیواریں ، باغ و چمن ، طرح طرح کے پھول قد آور ، اور گھنا سایہ رکھنے والے بڑے بڑے درخت ، حویلیاں ، بارہ دری ، ایوان ، فرنیچر ، ساز و سامان جس چیز پر نگاہ پڑتی تھی ، ایسا معلوم ہوتا تھا ، دنیا میں اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔

وقار و تمکنت کے ساتھ بانو اس محل میں داخل ہوئی خدام نے بڑھ کر استقبال کیا جس کی نظر بانو پر پڑتی وہ حیران و ششدر رہ گیا ان میں سے کون تھا جس نے حسن و جمال کے نادر اور یکتا نمونے نہ دیکھے ہوں لیکن بانو کو دیکھ کر سب ایسا محسوس کر رہے تھے۔ جیسے یہ کوئی آسمانی مخلوق ہے ، خاک اور مٹی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اس کے آنے سے پہلے اس کی شہرت یہاں پہنچ چکی تھی لیکن اب اسے دیکھ کر معلوم ہوا کہ جسے یہ مبالغہ سمجھتے تھے وہ حقیقت کی ایک معمولی سی تعبیر ہے۔

باب ۔ ۵۵

پنجرا

محل میں بانو کو پہنچا کر جب وہ میر قافلہ واپس جانے لگا تو اس نے بڑی نیازمندی کے ساتھ عرض کیا

" میں نے آپ کو یہاں تک پہنچا دیا اب میں اجازت چاہتا ہوں مجھے اس کا احساس ہے کہ آپ یہاں اپنے ارادے کے خلاف آئی ہیں اور میں نے یہ نا خوشگوار فریضہ آپ کی برہمی کو مول لے کر انجام دیا ہے لیکن میں مجبور تھا، اپنے آقا لعد مولا بابک خرمی کے ارشاد پر عمل کرنا میرا فرض تھا "

بانو نے جواب دیا۔

" ہاں میں جانتی ہوں تم نے وہی کیا جو نہیں کرنا چاہیے تھا تم اپنا فرض بجا لانے پر مجبور تھے "

اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے عرض کیا

" میں نے حتی الامکان کوئی تکلیف آپ کو نہیں پہنچنے دی، آپ کی راحت و آسائش کا پورا پورا خیال رکھا ———— کیا میں غلط

تو نہیں کہتا؟"

بانو نے جواب دیا

"یہ بھی سچ ہے تم نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے ہمیں کوئی شکایت پیدا ہوتی!"

وہ کہنے لگا۔ "تو پھر میری یہ استدعا ہے کہ آپ میرے آقا و مولا، بابک خرمی سے جب ملاقات فرمائیں تو میری ان خدمات کا ذکر فرما دیں تاکہ ان کی خوشنودیٔ مزاج حاصل کرنے کا فخر مجھے حاصل ہو جائے۔

بانو نے کہا "ایسا ہی ہوگا ——— تمہارا نام کیا ہے؟

اس نے ادب سے سر جھکا کر کہا

"غلام کو بہزاد کہتے ہیں!"

بانو :۔ "اب ہمیں یہیں رہنا پڑے گا!"

بہزاد :۔ جی ——— وہ دیکھئے، اس قصر کی قہرمانہ (منتظمہ) آ رہی ہے وہ آپ کی راحت و آسائش کا پورا پورا خیال رکھے گی۔!"

خیزران بانو کے پہلو میں کھڑی یہ باتیں سن رہی تھی اس نے کہا "کیا اس محل میں کوئی ایسا بھی ہے جس سے تمہارے روابط بہت زیادہ ہوں یا جسے تم بہت اچھی طرح جانتے پہچانتے ہو؟"

بہزاد :۔ اس محل میں کون ہے جسے میں نہیں جانتا!

خیزران :۔ کسی خاص ہستی کا نام؟

بہزاد :۔ یہاں مختلف قوموں اور حلقوں کی خواتین میرے آقا و مولا بابک خرمی

کی خدمت میں بیوی یا باندی کی حیثیت سے رہتی ہیں ان میں ہیدنہ ایک ایسی ہستی ہے جس سے آپ (بالو کی طرف اشارہ کرکے) مل کر یقیناً بہت خوش ہوں گی !

خیزران :۔ کیا بات ہے اس میں؟

بہزاد :۔ وہ ایک شریف اور اونچے گھرانے کی خاتون ہے آمینک کے ایک دولت مند شخص کی بیوی تھی، لیکن ہمارے آقا و مولا بابک خرمی نے اسے اپنے حضور میں طلب کرلیا اور اب وہ یہیں ہیں۔

خیزران :۔ (ٹھنڈی سانس بھرکر) افسوس - !

بہزاد :۔ وہ بڑی نکتہ سنج، حاضر دماغ، برجستہ گو، لطیف طبع، نازک مزاج اور خوبیوں کی خاتون ہے

بالو :۔ (طنز سے) کیا ان میں یہ خصوصیات اب بھی یہاں آکر بھی قائم ہیں ؟

بہزاد :۔ میرا مشاہدہ تو یہی ہے ———— اچھا اب میں اجازت چاہتا ہوں، قہرمانہ آرہی ہے۔ اس سے ملئے، میرا نام بہزاد ہے جب آپ یاد کریں گی میں حاضر ہو جاؤں گا۔

یہ کہہ کر بہزاد چلا گیا

بالو بدستور اپنی جگہ، وقار و تمکنت کا پیکر بنی کھڑی رہی جیسے وہ اس محل کی ملکہ تھی اور دوسری عورتیں لونڈیاں اور باندیاں، یہاں تک کہ قہرمانہ آگئی یہ ایک بوڑھی عورت تھی لیکن آثار و نقوش بتا رہے تھے، عہد

شباب میں قیامت ہوگی، بھڑک دار لباس میں ملبوس، گردن میں موتیوں کا ہار، ہاتھوں میں سونے کے کنگن، کانوں میں ہیرے کے چمکتے ہوئے بندے،

قہرمانہ یہ سمجھ رہی تھی، بانو کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے وہ واویلا کر رہی ہوگی، وہ جبری طور پر یہاں لائے جانے سے بہت برہم ہوگی، لیکن پاس پہنچ کر اس نے یہ کچھ نہ دیکھا اسے جو کچھ نظر آیا وہ وقار و تمکنت کا ایک پیکر تھا۔ جس کے چہرے پہ نہ گرد ملال تھی، نہ آثارِ غضب۔ وہ سمجھی شاید بانو حالات پر راضی ہو چکی ہے، مرزبان نے اسے بابک کے حرم میں بھیجنے سے انکار کر دیا تھا لیکن اب کہ جبر و جور کے بعد وہ یہاں پہنچ چکی ہے قسمت پر قانع ہو گئی ہے بابک کی کئی بیویاں اس قہرمانہ کی نگرانی میں تھیں لیکن کسی میں اس نے وہ بات نہیں دیکھی تھی جو بانو میں نظر آئی نہ حسن و جمال کے اعتبار سے، نہ شکوہ و تجمل کی حیثیت سے۔ اس نے کہا

"میں دوشیزہ فرغانہ کا خیر مقدم کرتی ہوں مجھے افسوس ہے کہ آپ یہاں خوشی خوشی نہیں آئیں بلکہ مجبور کر کے لائی گئیں مجھے امید ہے آپ نے اپنی رائے اب بدل لی ہوگی اور محسوس کر لیا ہوگا دنیا کے کتنے بڑے شخص نے آپ کو اپنی رفیقۂ حیات بنانے کا اعزاز بخشا ہے

بانو نے ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا البتہ اس کے ہونٹوں پر تبسم پھیلنے لگا۔ اس تبسم میں حقارت کی ایک دنیا آباد تھی وہ قہرمانہ کے ساتھ ساتھ سر جھکائے اپنے ایوان کی طرف جا رہی تھی اس نے اِدھر اُدھر نہیں دیکھا ورنہ وہ دیکھتی کہ قصر کی دوسری عورتیں اپنی اس نئی نویلی "سوت" کا دیدار

کرنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کررہی تھیں اور جو دیکھ لیتی تھی وہ حسد کی آگ میں جل بھن کر کباب بن جاتی تھی کیونکہ پہلی ہی نظر میں محسوس کرلیتی تھی کہ یہ ناظورہ، ملائک فریب محل میں سب سے بازی لے جائے گی ؛ اس کے حسن و جمال کے سامنے کوئی عورت نہیں ٹھہر سکتی۔

قہرمانہ بالو کو لے کر، ایک شاندار ایوان میں پہنچی، یہاں قیمتی قالینوں کا فرش بچھا تھا اور ضرورت کی تمام چیزیں موجود تھیں، اس نے بالو سے کہا

"آپ آرام فرمائیں یہی آپ کی اقامت گاہ ہے"

قہرمانہ کے واپس جانے کے بعد جب بالو نے دیکھا یہاں اب خیزران کے سوا کوئی نہیں ہے تو اس کے حلم و وقار اور ضبط کا بند ٹوٹ گیا اور وہ رونے لگی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں گر رہی تھیں وہ خاموش تھی لیکن آنسو تھے کہ بہے چلے جا رہے تھے یہ منظر دیکھ کر خیزران بھی بہت متاثر ہوئی وہ بھی ضبط نہ کر سکی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی دونوں یہ محسوس کررہی تھیں ہم ایسی جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے، یہ ایسا پنجرہ ہے جو نہ ٹوٹ سکتا ہے نہ کھل سکتا ہے۔

خیزران نے بالو کے قدموں پر سر رکھ کر روتے ہوئے کہا

آہ ! ہم کہاں ہیں؟ —— اب کیا ہوگا۔؟

بالو نے کوئی جواب نہیں دیا اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تراوش اب بھی ہو رہی تھی۔

خیزران نے محسوس کیا، بانو کے سامنے اسے رو رو کر اپنی کمزوری نہیں ظاہر کرنی چاہیے اس طرح اس کی ہمت ٹوٹنے لگے گی۔ حوصلہ پست ہوگا۔ چنانچہ اس نے آنکھوں سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا

"بے شک ہم بڑے پھنسے ہیں لیکن میرا دل کہتا ہے ہم رہا ہوں گے اور بہت جلد رہا ہوں گے۔

بانو اس کی طرف دیکھنے لگی ——————

خیزران نے کہا "میری بیٹی، تم جو کہو میں کرنے کو تیار ہوں!"

بانو نے جواب دیا۔ "یہ میں جانتی ہوں۔ لیکن تم بھی میری طرح بے حس ہو، نہ میں کچھ کر سکتی ہوں، نہ تم —————!

"ہاں ایک کام تو کرو؟

خیزران: "بتاؤ، وہ کونسا کام ہے؟

بانو: بہزاد، ہیدنہ کی بڑی تعریف کر رہا تھا، اسے بلا لاؤ جا کر، شائد اس سے جی بہلے —————!

——————

باب ۔ ۵۶

غم میں خوشی

خیزران تو ہیدنہ کو بلانے کے لئے چلی گئی بانو نے جلدی جلدی لباس بدلا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی

یہ شام کا وقت تھا آفتاب غروب ہو چکا تھا محل کے خدام شمعیں جلا رہے تھے اور ایک ایک کمرہ میں روشنی پہنچا رہے تھے اس کا کمرہ ذرا دیر میں بقعہ نور بن گیا اور وہ سوچنے لگی کیا اس طرح دل کی تاریک دنیا بھی روشن ہوگی ؟ کیا ضرغام مجھے رہا کرا سکے گا ؟ کیا میں اس قید قفس سے آزاد ہو سکوں گی ؟ پھر اسے سامان یاد آیا اس نے اپنے دل ہی دل میں کہا ، کیا بھائی اس طرح کے بھی ہو سکتے ہیں جو بہنوں کو بیچ دیں ، بہنوں کے ناموس کا خیال نہ رکھیں ——— آہ یہ دنیا ——— آہ اس دنیا کے بے وفا لوگ !

اتنے میں دروازے پر آہٹ ہوئی ، بانو نے نظر اٹھا کر دیکھا ، تو خیزران ، ایک خوش اندام عورت کے ساتھ کمرہ میں داخل ہو چکی تھی ———

یقیناً یہ ہیدرنہ ہوگی۔!

ہیدرنہ کو دیکھ کر بانو نے بستر سے اٹھنا چاہا لیکن وہ لپک کر قریب آ گئی اس نے زبردستی بانو کو بستر پر لٹا دیا وہ اتنی دلجوئی محبت اور اپناہت کے ساتھ پیش آئی کہ ذرا دیر کے لئے بانو یہ بھول گئی کہ وہ قید ہے وہ ایسا محسوس کرنے لگی جیسے وہ کسی غیر جگہ نہیں بلکہ قصر مرزبان میں ہے اور اپنے جانے پہچانے لوگوں میں بیٹھی گھل مل کر باتیں کر رہی ہے ہیدرنہ سے آج وہ زندگی میں پہلی بار ملی تھی لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے وہ برسہا برس سے جانتی ہے پہلی ملاقات میں اس نے کچھ ایسا جادو کر دیا کہ حجاب، اجنبیت، اور دوری کے سارے پردے اُٹھ گئے اور یہ دونوں ایک جان دو قالب کی صورت میں نظر آنے لگیں۔

ہیدرنہ خود بھی ایک خوب صورت اور سحر طراز عورت تھی اس نے کہا

"کتنے دنوں سے تمہارا نام باتوں میں آرہا تھا، تمہارے حسن وجمال کے چرچے ہو رہے تھے آج جاکر یہ سعادت میسر آگئی کہ تم نظروں کے سامنے ہو اور تمہارے دیدار سے آنکھیں شاد و کام ہو رہی ہیں

بانو نے کہا" میں تو جنت سے نکل کر جہنم میں آگئی ہوں —— البتہ جب سے تم آئی ہو، عذاب جہنم میں کچھ تخفیف محسوس کر رہی ہوں "

یہ کہہ کر بانو تو اپنی زلف گرہ گیر کے ٹھیک کرنے میں مشغول ہوگئی۔

ہیدرنہ نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا

لیکن دوسروں کے جہنم کو جنت کیوں سمجھتی ہو تم ؟

بالو نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ہیدرنہ کی بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔ وہ بولی

" تم خوش نصیب ہو کہ تمہیں کسی خاص مصیبت سے دوچار نہیں ہونا پڑا ۔ ہم جیسے بدقسمت لوگوں کا ماجرا سنو تو محسوس کرو گی تم پر ستم کیا گیا مصیبت کے شکار تو ہم بنے ہیں ۔

بالو کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ ہیدرنہ کی داستان درد سنے اس نے کہا ،

" واقعی مجھے تمہارے مصائب کا اندازہ نہیں ہے "

ہیدرنہ :۔ ہو بھی کیسے سکتا ہے ؟

تو اے کبوتر بام حرم چہ می دانی

تپیدن دل مرغان رشتہ برپارا

بالو :۔ لیکن تمہاری داستان سننے کو جی چاہتا ہے ———— دو مصیبت زدہ جب مل کر بیٹھتے ہیں تو جی اس طرح بہلتا ہے کہ ایک دوسرے کو اپنی کہانی سنائیں ———— کیا سناؤ گی ؟

ہیدرنہ :۔ (آہ سرد بھر کر) سناؤں تو ، لیکن کیا تم میری بات سمجھ سکو گی ؟

بالو :۔ کیوں نہیں ———— اچھی خاصی باتیں تو کر رہی ہو ۔

موجود ہے کوئی کمی تو ہے نہیں !"

بانو :۔ لیکن میں نے سنا ہے آج کل وہ اتنا فکر مند ہے کہ اس مشغلہ سے بھی اس کا جی نہیں بہلتا !

ہبیدنہ :۔ ٹھیک سنا ہے تم نے، آج کل وہ جنگی تیاریاں کر رہا ہے!

بانو :۔ جنگی تیاریاں ——————— کس کے ساتھ، کون ہے اس کا دشمن ؟

ہبیدنہ :۔ مسلمانوں کا وہ جانی دشمن ہے۔ مسلمان بھی اس کی سرگرمیوں سے واقف ہو چکے ہیں، اردبیل میں مسلمانوں کا لشکر گراں پہنچ چکا ہے، اور میں نے سنا ہے، فرمان روائے اشروسنہ افشین بہت جلد ایک بھاری لشکر کے ساتھ پہنچا چاہتا ہے یقیناً بڑا ہولناک مقابلہ ہوگا خدا بخیر کرے، دیکھیں کیا انجام ہوتا ہے ؟

افشین کا نام سن کر بانو کانپ گئی یہی وہ شخص تھا جو درحقیقت اس کے تمام مصائب کا ذمہ دار تھا، اس نے بدنفسی اور ہوس دولت کا ارتکاب نہ کیا ہوتا، تو وہ کیوں اپنا گھر چھوڑ کر باہر نکلتی اور اس مصیبت میں پھنستی، لیکن ہبیدنہ اس کے رنگ و رُخ کی تبدیلی کو محسوس نہ کر سکی۔ وہ افشین اور بانو کے معاملات سے واقف نہ تھی، وہ تو صرف یہ جانتی تھی بانو مرزبان کی لڑکی ہے، بابک اس سے شادی کرنا چاہتا تھا، اس نے انکار کر دیا اور اب موقعہ پا کر اس نے گرفتار کر لیا۔

بانو نے پوچھا " کیا افشین اپنی لمک لے کر پہنچ چکا ہے ؟

ہیدنہ :- میں نہیں جانتی ——— ابھی شاید پہنچا تو نہیں ہے۔ لیکن یہ جانتی ہوں کہ اگر نہیں پہنچا ہے تو بھی بہت جلد آیا چاہتا ہے۔

بالو :- یہ تم نے کیسے جانا؟

ہیدنہ :- اس لئے کہ بابک اپنے آدمیوں کی ایک جماعت لیکر بذ سے باہر جا چکا ہے کہ انہیں کمین گاہوں میں پہنچا دے اور راستہ کی نگرانی کرے اور دم بدم کی خبریں ان کے ذریعے حاصل کرتا رہے۔

خیزران :- کب تک واپس آئے گا؟

ہیدنہ :- یہ بتانا تو مشکل ہے لیکن دو تین روز میں ضرور آجائے گا۔

بالو یہ بات سن کر خوش ہوئی کہ ابھی بابک کے آنے میں کچھ دیر ہے۔ اس نے پوچھا۔

"لیکن افشین عراق ہی سے آرہا ہے؟

ہیدنہ :- ہاں اور کیا!

بالو :- تمہیں یہ کس طرح معلوم ہوا؟

ہیدنہ :- بابک کے جاسوسوں سے وہی ساری خبریں لاتے ہیں۔

بالو :- کیا کسی جاسوس سے تمہاری واقفیت بھی ہے؟

ہیدنہ :- میں تو نہیں جانتی لیکن میری خادمہ ایک جاسوس سے واقف ہے جو عراق کی خبریں لایا کرتا ہے۔

خیزران :- وہ آپ کی کون خادمہ ہے؟

ہیدنہ :- وہی جو تمہیں لے کر میرے پاس آئی تھی۔

خیبزران :۔ وہ تو بڑی خوش مزاج ہے ایسا معلوم ہوتا ہے آپ کے پاس رہ کر بالکل آپ ہی کی سی بن گئی ہے "

ہیدنہ :۔ (ہنستے ہوئے) ایک اور بات بھی بتاؤں تمہیں ؟

خیبزران :۔ فرمائیے ، آپ جو کچھ فرمائیں گی ، وہ یقیناً اہم ہی ہوگا اور دلچسپ بھی

ہیدنہ :۔ وہ جاسوس صاحب ، ہماری خادمہ سے عشق فرماتے ہیں اکثر ان کے لئے تحفے اور ہدیئے لایا کرتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ جو کچھ یہ کہہ دیتی ہے حضرت سر آنکھوں پر اسے بجا لاتے ہیں

یہ باتیں سن کر بالو خوش ہوگئی اور معنی خیز نظروں سے خیبزران کو دیکھنے لگی خیبزران بھی ایک جہاں دیدہ عورت تھی اس کا مطلب سمجھ گئی چنانچہ ہیدنہ سے کہنے لگی

" میں آپ کی خادمہ سے کچھ کام لینا چاہتی ہوں "

ہیدنہ :۔ وہ اب میری نہیں بالو کی خادمہ ہے جو کام چاہو لو !

خیبزران :۔ صرف اتنا کہ وہ اپنے عاشق سے جب وہ عراق جائے ہمارا ایک کام راستہ میں کرتا جائے ۔

ہیدنہ :۔ کوئی حرج نہیں وہ بڑی خوشی سے کہہ دے گی اور وہ حضرت دیکھنا کتنے ذوق و شوق سے اپنی محبوبہ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہیں "

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی پھر اس نے بالو سے کہا

جو کام آپ کو کہنا ہو بتا دیں وہ شخص آج ہی کل میں آنے والا ہے۔

بالو نے اس کا شکریہ ادا کیا اس وقت اس کا چہرہ فرط مسرت سے گلنار

ہو رہا تھا، اب اسے پھر امید بندھ گئی، تاریکی میں امید کی کرن نظر آئی
یہ آس بندھ گئی کہ ضرغام تک پیام پہنچ جائے گا اور جب اسے یہ حالات معلوم
ہوں گے تو وہ ہر قیمت پر اسے اس جنجال سے نکالنے اور اس قید قفس سے
رہائی دلانے کی کوشش کرے گا

تھوڑی دیر کے بعد ہیدنہ جانے کے لئے اُٹھی، اُس نے کہا
"اب تم آرام کرو، خدا نے چاہا تو کل پھر ملیں گے اور ہر روز ملا
کریں گے۔

باب ۔ ۵۷

جھوٹ کی پوٹ

ساری رات بے کلی کے ساتھ گزری، جب تک آس نہیں پیدا ہوئی تھی، مایوسی میں بھی ایک ٹھہراؤ تھا، لیکن اب آس پیدا ہوئی تو طبیعت بے کل ہو گئی، جی چاہنے لگا وہ جاسوس اس وقت مل جائے اور اس کے ہاتھ خزغام کو پیغام بھیج دوں، کہ آؤ اور مجھے اس مصیبت سے نجات دلاؤ۔

صبح آنکھ کھلی، تو خیزران آموجود ہوئی اس کے چہرے پر خوشی اور مسرّت کے آثار تھے۔ وہ کہنے لگی۔

مجھے ہیدنہ کی خادمہ نے بتایا ہے کہ وہ جاسوس آگیا!

بانو :۔ (خوش ہو کر) بہت اچھا ہوا

خیزران :۔ بس اب خط لکھ دو، جلدی سے تاکہ میں اسے پہنچا دوں"

بانو :۔ لیکن اگر وہ خط ـــــ کسی اور کے ہاتھ میں پڑ گیا تو؟

خیزران :۔ (کچھ سوچتے ہوئے) ہاں یہ تو ہو سکتا ہے، پھر؟

بانو :۔ تدبیر کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں کوئی تحریر نہ دی جائے

خیزران :۔ وہ تو میں نے بھی کہا تھا ۔ لیکن پھر کیا کریں ؟

بانو :۔ زبانی پیام بھیج دو ۔

خیزران :۔ ہاں یہ اچھی تدبیر ہے ——— تو کیا کہلاؤں پھر ؟

بانو :۔ یہ کہ بانو ، بابک کے پاس بذ کے قصر میں مقید ہے ———
ضرغام تک اتنی بات پہنچ جائے تو وہ خود سب کچھ سمجھ جائے گا اور جو مناسب سمجھے گا کرے گا ؛

خیزران :۔ بہت بہتر ، تو پھر میں جاؤں ؟

بانو :۔ ہاں ، دیر کرنے سے کیا حاصل ؛

خیزران :۔ لیکن کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ آپ ہی ہید نہ کے کمرہ تک چلی چلیں ، اس سے ملاقات بازدید بھی ہو جائے گی اور وہاں آپ کے سامنے اس کی خادمہ کو سب کچھ سمجھا دوں گی ؟

بانو :۔ (کچھ سوچتے ہوئے) ٹھیک ہے چلو ، میں چلتی ہوں ۔

یہ کہہ کر جلدی جلدی بانو نے اپنا لباس بدلا اور باہر نکلنے ہی والی تھی کہ ایک غلام آتا ہوا اس طرف دکھائی دیا وہ کمرہ میں آیا اور اس نے کہا ۔

" کیا ملکہ عالم بانو یہیں تشریف رکھتی ہیں ؟ "

بانو نے غلام کی زبان سے اپنا نام سنا تو لرز گئی اسے خیال ہوا ، یقیناً بابک واپس آگیا ہے اور اس نے اسی وقت طلب کیا ہے ۔

خیزران نے اس سے دریافت کیا

"تم کون ہو، اور کیا چاہتے ہو؟

وہ بولا "ان کے بھائی تشریف لائے ہیں اور ان سے ملنا چاہتے ہیں۔"

سامان کا نام سن کر، بالو پر مسرت اور خوشی کی ملی جلی کیفیت طاری ہوگئی خوش اس لئے ہوئی کہ شاید اس بدبخت سے ضرغام کی کوئی خبر مل جائے۔ اور غصہ اس پر آیا کہ یہی شخص اس کی اس مصیبت اور ذلت کا ذمہ دار ہے۔ نہ یہ دھوکا دیتا نہ یہ نوبت پہنچتی اس نے خیزران سے کہا

"سامان کو بلالو"

تھوڑی دیر کے بعد سامان داخل ہوا لیکن عجیب حال میں ——— اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی آبشار جاری تھی روتے روتے آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں، بالو کو دیکھا تو زمین پر گر کر زور زور سے رونے لگا وہ حیران یہ منظر دیکھ رہی تھی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر سامان رو کیوں رہا ہے اور وہ بھی اتنی شدت کے ساتھ؟

بالو نے پوچھا

"کیا بات ہے۔ کیوں اس طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہو؟

سامان "آہ ——— آہ، اُف"

بالو "(سہم کر) کیا ہوا، کچھ کہو تو"

سامان نے کوئی جواب نہیں دیا، آستین سے اپنے آنسو پونچھنے

لگا، اور گردن جھکالی

بانو :۔ تم کہاں سے آرہے ہو؟

سامان :۔ سامرّا سے؟

بانو :۔ ضرغام کا کیا حال ہے ــــــــ کیا تم اس سے ملے تھے؟

سامان :۔ (روتے ہوئے) آہ ــــــــ!

بانو :۔ (گھبرا کر) خدا کے لئے بتاؤ کیا بات ہے؛ ضرغام سے ملے تھے؛ وہ خیریت سے تو ہے؛

سامان :۔ (آنسو پونچھتے ہوئے) میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے؛

بانو :۔ (پریشان ہوکر) کیا وہ سامرّا میں نہیں ہے؛

سامان :۔ نہیں ــــــــ میں نہیں جانتا کہاں ہے۔

بانو :۔ (بہت زیادہ مضطرب ہوکر) یہ کیا کہہ رہے ہو؛ ضرغام سامرّا میں نہیں تو پھر کہاں گیا؟

سامان :۔ کیا بتاؤں ــــــــ میں سامرّا گیا، وہاں کی گلی گلی چھان ماری، چپہ چپہ ڈھونڈھ ڈالا، ایک ایک آدمی سے پوچھا لیکن اس کا سراغ نہ لگنا تھا، نہ لگا۔

بانو :۔ (تقریباً روتے ہوئے) تو آخر کہاں گیا وہ؛

سامان :۔ میں نہیں جانتا۔

بانو :۔ تم نے سراغ لگائی ہوتی پتہ چلایا ہوتا؛

سامان:- سب کچھ کرلیا، مگر کچھ پتہ نہ چلا، درحقیقت جب سے فرغانہ گیا ہے اب تک واپس نہیں آیا ——— !"

یہ سن کر بانو کو چکر آگیا اگر خیزران نہ سنبھال لیتی تو وہ گر پڑتی، بڑی مشکل سے اس نے اپنی کیفیت پر غالب آتے ہوئے کہا۔

صاف صاف کیوں نہیں بتاتے کیا بات ہے؟

سامان نے کہا

"بانو! کیا بتاؤں؛ کیونکر بتاؤں ——— رہزنوں نے جب تم پر حملہ کیا اور مجھے یقین ہوگیا یہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے تو میں تیر کی طرح بھاگتا ہوا سامرا پہنچا کہ اپنے بہادر اور امیر دوست ضرغام کو یہ ماجرا سناؤں تاکہ میں اور وہ چل کر تمہاری رہائی اور گلوخلاصی کی کوشش کریں لیکن سامرا پہنچ کر میں نے جو خبر سنی، اس نے میرے دل و جگر کے ٹکڑے اڑا دیئے ———

یہ کہہ کر پھر رونے لگا

خیزران نے پوچھا "وہاں پہنچ کر تم نے کیا سنا؛ آخر تمہیں کیا ہوگیا ہے. صاف صاف کیوں نہیں کہتے؟

سامان:- وہاں جاکر مجھے معلوم ہوا کہ فرغانہ سے جب وہ راستہ میں آرہا تھا، تو کمین گاہوں میں چھپے ہوئے افشین کے آدمی ملے، اور انہوں نے ——— !"

یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگا۔

سامان رو رہا تھا اور یہ داستان سنا رہا تھا، بالو کی آنکھوں کے آنسو خشک تھے اور وہ ایک قیافہ شناس کی طرح اس کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ کو دیکھ رہی تھی، سامان اپنی کہانی تو بیان کر رہا تھا لیکن بالو سے آنکھیں چار کرتا ہوا کترا تا تھا۔ وہ سر جھکائے تھا اور یہ کوشش کرتا تھا کہ اس کی اور بالو کی نظریں ملنے نہ پائیں۔

LIBRARY
No.............
Muslim Girls School

بالو خاموشی سے سامان کی باتیں سنتی رہی پھر اس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سنجیدگی سے پوچھا

"کیا تم نے جو کچھ کہا ہے یہ سب سچ ہے؟"

سامان کو اس سوال کی توقع نہ تھی، وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا، پھر اس نے کہا

"کیا تم مجھے جھوٹا سمجھتی ہو؟ میں نے جو کچھ کہا ہے، سب سچ ہے، گو میری یہ دعا اور تمنّا ضرور ہے کہ جو خبر مجھ تک پہنچی ہے اور جو میں نے تم تک پہنچائی ہے۔ یہ غلط ہو!"

بالو نے اس کی ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا، پوچھا

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں بابک کے پاس مقید ہوں، اس قصر میں مقیم ہوں؟"

یہ سوال سن کر تو سامان بالکل حواس باختہ ہو گیا اس لئے کہ یہ سوال اس الزام کا مظہر تھا کہ سامان کے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان، جنہوں نے بالو کو گرفتار کیا تھا۔ ربط قائم تھا۔ ورنہ وہ کیسے جان سکتا

تھا کہ بانو بابک کے پاس پہنچائی گئی ہے ، اس سوال کا فوری طور پر وہ کوئی جواب نہ دے سکا ۔ وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کیا جواب دے کہ بانو نے دہشت اور سخت لہجہ میں کہا

"میں تمہارا جواب نہیں سننا چاہتی مجھے معلوم ہو چکا ہے ، تم کون ہو ، اور کس قسم کے آدمی ہو ، ممکن ہے ، کوئی وقت آئے جب تم سے ان باتوں کی بازپرس کی جائے اس وقت تو تم اپنے آقا بابک کے پاس جاؤ اور اس سے منہ مانگا انعام لو کہ اس کی ہوس کے لئے تم نے اپنی بہن کو کھلونا بنا کر اس کے سامنے پیش کر دیا ——— شاباش بھائی ایسے ہی ہوتے ہیں ۔ مجھے تم پر فخر ہے ، مجھ کو نہیں میرے اور تمہارے باپ مرزبان کی روح کو بھی تم پر فخر ہے ——— میرا منہ کیا تک رہے ہو، جاؤ اپنے کارنامہ کی داد لو ، اور منہ مانگا انعام حاصل کرو ——— جاؤ ، جاؤ !"

سامان اب مزاحمت نہ کر سکا ۔ ایک مجرم کی طرح گردن جھکائے ہوئے اٹھا ، اور باہر چلا گیا

اس کے جانے کے بعد بانو ، ہیدنہ کے کمرے کی طرف مڑی خیزران نے کہا

" تو پھر میں کیا کہہ دوں جاکر اس جاسوس سے ؟"

بانو نے جواب دیا " اس سے کہہ دو کہ سامرا میں امیر المومنین معتصم کی نگہبان فوج کے سالارِ اعلیٰ ضرغام کو تلاش کرے اور اس سے کہہ دے کہ میں یہاں

ہوں، بابک کے پاس، بس، اس سے زیادہ کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں،
—— مجھے یقین ہے سامان نے جو کچھ کہا ہے سب جھوٹ ہے، حضرت امام خدا کے
فضل وکرم سے زندہ ہے اور سامرا میں اپنے گراں بار منصب کی ذمہ داریاں خوش
اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہا ہے!"

باب ۔ ۵۸

جھکے ہوئے سر

کئی دن گزر گئے!

ایک روز صبح صبح، وہ حسب معمول اپنے کمرے کی کھڑکی میں بیٹھی دل آرا مناظر میں کھوئی ہوئی تھی کہ قہرمانہ جلدی جلدی اس کی طرف آتی دکھائی دی، یہ قہرمانہ بڑی ظالم اور سفاک تھی، محل کے عام لوگ اس سے کانپتے اور ڈرتے رہتے تھے، نہ کسی کو منہ لگاتی تھی نہ کسی سے سیدھے منہ بات کرتی تھی، چونکہ بابک اور اہالیان محل کے درمیان یہ نائکہ تھی اور بابک اس کی مانتا تھا اس لئے یہ لوگ اس کی خوشامد اور چاپلوسی میں لگے رہتے تھے اور اس کے اشارہ چشم و ابرو پر رقص کے عادی ہو چکے تھے کسی میں ہمت نہیں تھی کہ اس کی بات رد کر سکے، البتہ اس محل میں پہلی مرتبہ ایک عورت —————— بانو —————— ایسی آئی تھی، جس کا برتاؤ اس کے ساتھ وہ تھا، جو ایک آقا کا غلام کے ساتھ ہوتا ہے اور چونکہ قہرمانہ خود بھی اس کے رعب و جمال سے مسحور ہو چکی تھی اور یہ بھی جانتی تھی بابک کی نگاہ میں اس کی کیا حیثیت ہے اس لئے بادل نخواستہ

اس برتاؤ کو برداشت کرنی تھی ۔

قہرمانہ آئی بانو نے اسے دیکھا اور بدستور اپنی جگہ بیٹھی رہی گویا اسے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ کون آیا ہے !

قہرمانہ نے کہا "میں آپ کو ایک خوش خبری سنانے آئی ہوں !

بانو نے زبان سے کچھ نہیں کہا منتظر نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی ۔

قہرمانہ نے کہا " وہ آ گئے ——— تمہارے چاہنے والے، تم پر جان دینے والے، ہمارے آقا و مولا بابک خرمی ! "

بانو نے یہ بات سن لی اور کوئی جواب نہیں دیا

قہرمانہ :- میں اپنی طرف سے نہیں آئی بھیجی ہوئی آئی ہوں مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوں،

بانو :- " وہ کہاں ہے ؟ "

قہرمانہ :- " اپنے محل میں "

بانو :- کیا یہ محل ان کا نہیں ہے ؟

قہرمانہ :- " کیوں نہیں ہے "

بانو :- تو پھر وہ یہاں کیوں نہیں تشریف لائے ؟

قہرمانہ :- " ان کا اصول یہ ہے کہ الگ اپنے محل میں رہتے ہیں، اور وہاں جس کسی کو چاہتے ہیں بلا لیتے ہیں "

بانو :- " تو انہوں نے مجھے بھی یاد فرمایا ہے ؟

قہرمانہ :۔ جی ہاں، ———— اسی لئے تو آئی ہوں کہ آپ کو لے کر جاؤں۔"

بانو :۔ "ناممکن ———— !"

قہرمانہ :۔ (حیرت کے ساتھ) ناممکن ؟ کیا ناممکن ؟ کیا تم وہاں نہیں جاؤ گی ؟

بانو :۔ "ہرگز نہیں"

قہرمانہ :۔ بے حد حیران ہو کر) کیا کہہ رہی ہو بی بی ؟

بانو :۔ کیا تم کچھ اونچا سنتی ہو ———— کہہ تو دیا نہیں جاؤنگی

قہرمانہ :۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے، تم نہیں جانتی اس جواب کا انجام کیا ہو گا ؟ ذرا سوچ لو یہ جواب تم کِسے دے رہی ہو ؟ تمہیں اس نے یاد کیا ہے جو یہاں کے لوگوں پر حکومت کرتا ہے، موت پر بھی اور روح پر بھی، اسکے ہاتھ میں لوگوں کی زندگی اور موت ہے۔"

بانو :۔ میں جانتی ہوں۔"

قہرمانہ :۔ تو ضد سے کام نہ لو، چلی چلو، یہاں سے چند ہی قدم کے فاصلہ پر تو محل ہے۔"

بانو :۔ میں نے کہہ دیا نہیں جاؤں گی،

قہرمانہ :۔ خدا کے لئے ضد نہ کرو، آؤ، اٹھو چلو"

بانو :۔ "نہیں ———— ہرگز نہیں"

قہرمانہ :۔ چھوکری عقل کے ناخن لے، ضد نہ کر، میں تجھے نصیحت کرتی

ہوں، ہل ——— تو نہیں جانتی بابک کا غصّہ کیسا ہے ؟ ——— اس کے غصّہ سے انسان تو انسان، جانور اور درندے پناہ مانگتے ہیں کیوں اپنی جان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہے "

بانو :۔ تمہاری ہمدردی کا شکریہ، لیکن میں نہیں جاؤں گی، یہ میرا فیصلہ ہے اور میں اپنا فیصلہ بدلا نہیں کرتی "

قہرمانہ :۔ دیر ہو رہی ہے جلدی کرو، وہ انتظار میں بیٹھے ہیں "

بانو :۔ دیر ہو یا جلدی، وہ انتظار کر رہے ہوں یا نہ کر رہے ہوں، میں یہاں سے ہل بھی نہیں سکتی "

قہرمانہ :۔ تو میں جاتی ہوں کہے دیتی ہوں جا کر صاف صاف "

بانو :۔ کاش تم نے اب تک وقت نہ ضائع کیا ہوتا، جاؤ "

قہرمانہ نے قہر کی ایک نگاہ بانو پر ڈالی اور چلی گئی

خیزران دروازے کی اوٹ میں کھڑی یہ ساری باتیں سن رہی تھی قہرمانہ کے جانے کے بعد وہ اندر آئی اس نے کہا

"میں نے سب کچھ سن لیا، لیکن بیٹی تم شیر سے کھیل رہی ہو، نہ جانے کیا انجام ہو!

بانو :۔ میں انجام کی پرواہ نہیں کرتی، جس دن اس محل میں، میں نے قدم رکھا تھا اس دن فیصلہ کر لیا تھا کیا ہونے والا ہے۔

خیزران :۔ "لیکن اس سے کیا حاصل "؟

بانو :۔ (تیکھی نظروں سے دیکھ کر) تو کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ

میں چلی جاتی؟

خیزران: ہم قیدی ہیں، ہمارا کوئی اختیار نہیں، کچھ بس نہیں حکم ماننے پر مجبور ہیں

بانو: لیکن ایک بات تم بھولتی ہو خالہ"

خیزران: "وہ کونسی بات ہے بیٹی جو میں بھول گئی؟

بانو: یہ کہ زندگی ہی سب کچھ نہیں ہے، موت بڑی چیز ہے۔ بابک زیادہ سے زیادہ جو کچھ کرسکتا ہے وہ یہ کہ مجھے قتل کردے۔اس سے زیادہ تو نہیں کرسکتا؟"

خیزران: خدا نہ کرے کیوں ایسی باتیں کرتی ہو؟

بانو: "بہرحال میں مرنے کو تیار ہوں، لیکن اپنی محبت کی توہین نہیں گوارا کرسکتی، اپنے محبوب کو دھوکہ نہیں دے سکتی، اپنی آن سے دستبردار نہیں ہوسکتی"

خیزران: (ٹھنڈی سانس لیکر) اچھا بیٹی جو چاہو کرو، میں تمہارے ساتھ ہوں"

اتنے میں ان دونوں کے کان میں کسی کے کھانسنے کی آواز آئی"

———— اور ایسا معلوم ہوا جیسے سارے محل میں ہل چل مچ گئی ہے، اور جیسے کوئی اس طرف آرہا ہے۔

بانو سمجھ گئی یہ آنے والا بابک کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔

جہاں بیٹھی تھی، وہیں سے بیٹھے بیٹھے اس نے روزن کے اندر سے

دیکھا، بابک اس طرف آرہا ہے، داہنے بائیں، لوگ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں، محل کی خواتین یعنی اس کی بیویاں اپنے اپنے کمروں سے باہر نکل آئی ہیں اور ادب و اخلاق کے ساتھ سر جھکائے کھڑی ہیں وہ غرور اور نخوت کا پیکر بنا آہستہ آہستہ قدم رکھتا اس کے کمرہ کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے۔

یہ منظر دیکھ کر بانو کے دل میں ایک قسم کی کراہت سی پیدا ہو گئی، وہ اسے گوارا نہ کر سکتی تھی کہ انسان انسان کو سجدہ کریں، اسے معبود بنالیں اور اس کی عبادت کرنے لگیں، یہ منظر دیکھ کر اسے شرم بھی آئی اس لئے کہ بدقسمتی سے یہ سجدہ کرنے والے لوگ اس کے ہم قوم ——— مجوسی ——— تھے، اور جس شخص کو سجدہ کیا جا رہا تھا وہ بھی اس کا ہم قوم ——— مجوسی ——— تھا۔

اور یہ بابک جو اس وقت قہر و جلال کا پیکر بنا، بانو کے کمرہ کی طرف بڑھ رہا تھا، مضبوط، قوی الجثہ، تنومند اور بہادر آدمی تھا، اگر وہ ہوس اور عیاشی میں گرفتار نہ ہوتا، با اصول ہوتا، اپنے نفس پر قابو رکھ سکتا تو یقیناً اس کا شمار دنیا کے بہت بڑے آدمیوں میں ہوتا، عورت اور شراب یہ اس کی مرغوب ترین چیزیں تھیں دنیا کی جس عورت کے حسن کا چرچا سنتا اسے پکڑوا بلاتا اور ہر وقت شراب کے نشہ میں مست رہتا، اس وقت بھی شراب کے جام انڈھا رہا تھا جب اسے بانو کی یاد آئی اس نے قہرمانہ کو حکم دیا کہ جائے اور اسے لے کر حاضر ہو، لیکن جب اس نے قہرمانہ کو تنہا واپس آتے دیکھا تو اس کا خون کھولنے لگا۔ زندگی میں پہلی مرتبہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں

ہوئی تھی، اس نے قہرمانہ پر ایک قہر کی نگاہ ڈالی، اور دریافت کیا بانو کہاں ہے؟

قہرمانہ جبی ہوئی تو تھی ہی، اس نے کہا

"وہ نہیں آتی"

بابک :۔ "کیا کہا وہ نہیں آتی؟ کیا وہ آنے سے انکار کرتی ہے؟

قہرمانہ :۔ "جی ہاں ——— بالکل صاف انکار!"

بابک :۔ وہ بابک کے پاس آنے سے انکار کرتی ہے؛ کیا دنیا میں کوئی ایسی عورت بھی ہو سکتی ہے، جو بابک کے پاس آنے سے انکار کرے؟

قہرمانہ :۔ "جی ہاں ——— بانو!"

بابک :۔ "یہ بابک کی توہین ہے!"

قہرمانہ :۔ "یہ بھی میں نے اس سے کہہ دیا تھا"

بابک :۔ اور بابک اپنی توہین کسی قیمت پر بھی برداشت نہیں کر سکتا"

قہرمانہ :۔ یہ بھی میں نے بتا دیا تھا۔

بابک :۔ بابک کا غصہ قہر الٰہی کا نمونہ ہوتا ہے

قہرمانہ :۔ "یہ بات بھی میں نے گوش گزار کر دی تھی"

بابک :۔ کیا تم نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ بابک کی آتش غضب بڑے بڑوں کو دم کے دم میں جلا کر خاکستر کر چکی ہے؟

قہرمانہ :۔ "جی ہاں ———"

بابک :۔ (بے انتہا برہم ہوکر) پھر بھی وہ نہیں آتی! پھر بھی

اس نے انکار کیا؟

قہرمانہ :۔ "جی"

بابک :۔ (غصہ سے کھڑا ہو کر) "تو چلو، دیکھو، سرکشی، تمرد، اور نخوت کا جواب بابک کس طرح دیتا ہے آؤ!"

قہرمانہ دروازہ تک ساتھ ساتھ آئی بانو کے کمرہ میں اسے پہنچا کر خیزران کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آئی اور سر جھکا کر کھڑی ہو گئی!"

باب - ۵۹

دِل سے تیری نگاہ جگر تک اُتر گئی!

بانو اپنے کمرہ میں اس وقت کھڑی ہوئی تھی جب بابک داخل ہوا، لیکن اسے دیکھتے ہی بیٹھ گئی ——————— یہ دوسری توہین تھی ۔

بابک کا غصّہ اور بڑھ گیا ——————— لیکن جب اس کی نظر بانو کے حسن بے مثال پر پڑی تو اس کا غصّہ کافور ہو گیا ایسا حسن اس نے آج تک نہیں دیکھا تھا ۔ اس کے محل میں بہت سی عورتیں تھیں اور دنیا کے ہر خطّہ کی تھیں ، پارس کی دوشیزائیں ، روم کی غارت گر ہوش دتمکین عورتیں ، آرمینائی ، دل لبھانے والی خواتین اور یہ سب حسین وجمیل بھی تھیں ، خوب صورت اور خوش اندام بھی تھیں ان میں بعض ایسی تھیں جو شکل وصورت اور آب ورنگ کے اعتبار سے بانو پر فائق تھیں ، لیکن مجموعی طور پر اس کے حسن میں کچھ اس غضب کی دل کشی اور جاذبیت تھی کہ کوئی اس کے مقابلہ میں نہیں بڑھ سکتی تھی وہ سب پر

بھاری اور غالب نظر آتی تھی۔

لیکن بہت جلد ہی اس تاثر اور سحر انگیزی کے باوجود بابک کی خودی اُبھر آئی، اس نے کہا

"میں کھڑا ہوں اور تم بیٹھی ہو؟"

بانو بالکل بے پروا بیٹھی اپنے بالوں کو درست کر رہی تھی گویا اسے اس کا کوئی احساس نہیں ہے کہ بابک اس کے سامنے کھڑا ہے جب اس نے بابک کے یہ الفاظ سنے تو بھی وہ متاثر نہ ہوئی اسی طرح بیٹھی رہی، اگرچہ بابک کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اور اس کا چہرہ فرطِ غضب سے سرخ ہو رہا تھا اس نے کہا

"میں اگر کھڑی ہو جاؤں تو آپ کو کیا نفع پہنچے گا آپ میرے تن پر حکومت کر سکتے ہیں، لیکن دل پر تو نہیں کر سکتے؟"

یہ باتیں، بانو نے بابک کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہیں۔ اسے ایسا معلوم ہوا جیسے ایک تیر اس کی آنکھوں سے نکلا اور دل و جگر میں پیوست ہو گیا

دل سے تیری نگاہ جگر تک اُتر گئی
دونوں کو اک نظر میں رضا مند کر گئی۔

بانو کی یہ باتیں سُن کر بابک پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوئی وہ سامنے بچھی ہوئی مسند پر بیٹھ گیا اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا

"کیا ایسی کوئی صورت ہو سکتی ہے کہ تمہارا دل بھی میرا بن جائے؟"

۔ ذرا دیر خاموش رہ کر پھر اس نے کہا

"کیا تمہیں بابک سے بہتر بھی کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ بابک جس کے نام سے دنیا کانپتی اور مسلمان لرزتے ہیں، جس کی بہادری اور شجاعت کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے ——— تم یہاں خوشی خوشی نہیں آئیں، جبراً آئی ہو، لیکن میں مجبور تھا، میں نے مرزبان کو پیام دیا اس نے مسترد کردیا لیکن اس کا انکار میرے دل کی لگی کو نہ بجھا سکا، میں موقعہ کا منتظر رہا آخر میں نے تمہیں یہاں بلالیا ———"

بانو غصہ سے بابک کی باتیں سنتی رہی پھر اس نے کہا

"میں مانتی ہوں آپ بہادر اور شجاع ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کی حیثیت ایک اسیر سے زیادہ نہیں ———!

یہ سن کر بابک چونک پڑا اس نے کہا

تم کیا کہتی ہو ——— میں اسیر ہوں؟ کس کا؟

بانو:۔ اپنی خواہشات کا، لذات دنیا کا، جو شخص بہادر اور شجاع ہو اسے سب سے پہلے اپنی خواہشات اور لذات کے خلاف صف آرا ہونا چاہیے، خواہشات اور لذات کا غلام کبھی صحیح معنوں میں مرد میدان نہیں بن سکتا ——— آپ اتنی دور بیٹھے ہیں لیکن شراب کی بھبک یہاں تک آرہی ہے"

بابک گویا ہوا۔

معلوم ہوتا ہے، تم ان یہودیوں کی باتوں سے متاثر ہو، جو اپنے آپ

کو مسلمان کہتے ہیں ان کے نزدیک شراب حرام ہے ، حالانکہ یہ غلط ہے ، شراب سے بہتر کوئی چیز نہیں ، یہ ام اللذات ہے اس سے توانائی پیدا ہوتی ہے اور روح میں تازگی اور رعنائی ابھرتی ہے ، حالات میں جولانی آتی ہے بھوک خوب کھل کر لگتی ہے کھانا بہت اچھی طرح ہضم ہوتا ہے کون کہتا ہے شراب حرام ہے؟ یہ تو زندگی بسر کرنے کا بہترین وسیلہ ہے ۔

بانو مسکرائی ۔ میں آپ کی بات نہیں مانتی ، آپ کا خیال ہے کہ آپ جناب کا شان وشوکت میں مسلمانوں پر رعب چھایا ہوا ہے ، آپ کا خیال ہے کہ کھانا اور شراب زندگی کی سب سے بڑی لذت ہے ، ہاں یہ لذت ہے ۔ لیکن انسان کی نہیں ، حیوان کی ، حیوان ہر وقت چرتا رہتا ہے انسان کی بزرگی اور بڑائی شراب ، طعام اور عورت میں نہیں ہے اس کے کردار اور سیرت میں ہے اور یہ جوہر مجھے تو آپ میں نظر نہیں آتا ، شوکت وسطوت وہ ہوتا ہے جس سے دور کے لوگ ڈریں اور پاس کے لوگ محبت کریں

بابک نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا

"کیا یہ واقعہ نہیں ہے ، ———— ؟ "

وہ بولی ۔ ہرگز نہیں ———— ہوسکتا ہے کہ دور کے لوگ آپ سے خائف ہوں ، لیکن قریب کے لوگ ہرگز آپ سے محبت نہیں کرتے وہ لوگ جو ہر وقت آپ کے اردگرد رہتے ہیں آپ کو سجدے کرتے اور تعظیم بجا لاتے ہیں ۔ یہ چاپلوس اور خوشامد خورے لوگ ہیں ان کا دل انکی زبان کا

ساتھ نہیں دیتا - ان کی زبان اور دل میں اختلاف ہے، یہ لوگ، جب آپ کے سامنے سے ہٹتے ہیں تو آپ کی خوب برائیاں کرتے ہیں اور میرے نزدیک ان پر ملامت بھی نہیں کی جاسکتی "

بابک :- "کیوں ——— یہ کیوں ؟"

بانو :- اس لئے کہ آپ وہ طریقے اختیار کرتے، جن سے ان کی محبت حاصل ہوسکتی ہے -

بابک نے محسوس کیا بانو ایک واعظ اور مرشد کی حیثیت اختیار کرتی جارہی ہے اور وہ ایک عقیدت مند کی حیثیت سے اس کی باتیں سُن رہا ہے اس نے پہلو بدلا اور گفتگو کا مفہوم بدلتے ہوئے کہا

خیر ان باتوں کو چھوڑو، آؤ میرے قریب بیٹھو "

یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ بانو کی طرف بڑھایا کہ اس کا ہاتھ پکڑے، اسے اُٹھنے میں مدد دے، لیکن اس نے اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا اور اسطرح بیٹھے بیٹھے گویا ہوئی -

آپ اپنی جگہ بیٹھے رہیے اور میں جہاں بیٹھی ہوں، وہاں مجھے بیٹھا رہنے دیں ——— نہ قریب آیئے نہ قریب بلایئے !"

بابک :- "اگر میں تمہارے قریب نہیں آسکتا تو پھر کیسے یہ حق حاصل ہے؟ کیا تم میری بیوی نہیں ہو ؟ کیا تم میری محبوبہ نہیں ہو ؟ کیا سینکڑوں میل سے میں نے تمہیں یہاں کھینچ نہیں بلایا ؟ تاکہ تمہیں سرفراز کردوں، مرتبہ بلند پر فائز کردوں "

بانو ۔ آپ کی ان توجہات اور نوازشات کا شکریہ ——— لیکن آپ کے محل میں عورتوں کی کمی کیا ہے ؟ گنی جائیں تو تعداد سینکڑوں سے متجاوز نکلے گی ، ان پر قناعت کیجئے اور میرے بارے میں یہ سمجھ لیجئے کہ میں نہیں ہوں ، موجود بھی نہیں ہوں آپ کے اس قصر زریں میں ۔

بابک :" یہ کیسے ہوسکتا ہے ؟ "

بانو :" کیوں نہیں ہوسکتا ؟

بابک :" یہ انہونی بات ہے

بانو :" اس وقت تک جب تک آپ فیصلہ نہیں کر لیتے ؟

بابک :" لیکن میں ایسا بے تکا فیصلہ کیوں کروں ؟

بانو :" اس لئے کہ میں آپ کا فریب پسند نہیں کرتی ۔

بابک :" میں تو کہتا ہوں ، سچی بات یہ ہے کہ تمہارے بھائی سامان کا زندگی بھر شکر گذار رہوں گا ، جس نے یہ گوہر نایاب لاکر میری جھولی میں ڈال دیا ، ورنہ شاید میں اپنی آرزو میں کبھی کامیاب نہ ہو سکتا ، میری محبت کی قدر کرو ، اسے ٹھکرا کر اپنے کو مبتلائے مصیبت نہ کرو !"

بانو کو سامان کے بارے میں یہ سن کر بڑی تکلیف ہوئی لیکن اس نے ضبط سے کام لیا اور کہا

کیا آپ نے یہاں مجھے اس لئے بلایا ہے کہ جس طرح اور بہت سی

عورتیں آپ کے محل میں پڑی ہیں ایک کا اور اضافہ ہو جائے ؟

بابک :- نہیں ——— میں تمہاری قدر و منزلت میں اضافہ کر دوں گا، تمہیں ہر وقت اپنے پاس رکھوں گا، تم ہر جگہ میرے پاس رہو گی میں اس مملکت کی تمہیں ملکہ بنا دوں گا، جو چاہو گی، وہ حاصل ہو گا میں تمہاری خدمت میں ایسے ایسے ہیرے جواہر پیش کر دوں گا، جو کسی اور کے پاس نہیں ہوں گے، میں تمہیں ایسا لباس فاخرہ پہنا دوں گا جو کہیں اور نظر نہ آئے گا۔

بانو :- شکریہ ——— آپ مجھے ہیرے جواہرات عطا کریں گے لیکن میرے نزدیک جواہر کی اس سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں کہ وہ ایک چمکتا ہوا پتھر ہے، اس سے نہ آدمی کے نفس کو برتری ملتی ہے نہ مقام رفیع اسے حاصل ہے میرا یہ صندوق جو آپ کے سامنے رکھا ہے ہیروں اور موتیوں سے بھرا پڑا ہے، یہ میں نذر کرتی ہوں قبول فرمائیے، میں نے ایک محل چھوڑ دیا، اپنی جاگیر چھوڑ دی اگر میں وہاں رہتی تو بھی میری حیثیت وہی ہوتی جو ایک ملکہ کی ہوتی ہے لیکن اس ساز و سامان کو میں نے اپنی بدبختی کا سبب سمجھا اور سب کو چھوڑ دیا۔

بابک :- مجھے معلوم ہوا ہے تمہارے والد نے افشین کو تمہارا ولی بنایا ہے ؟ ——— خیر ہو گا، ان باتوں کو چھوڑو، آؤ، اٹھو، چلو میرے ساتھ کھانا کھاؤ چل کر!"

بانو اسی طرح بیٹھی رہی اور گویا ہوئی،

"میں نہیں جاؤں گی!"

یہ سنکر بابک کو غصہ آگیا، اس نے کہا

"مجھے مجبور نہ کرو کہ میں جبر و جور پر آمادہ ہوجاؤں، تم جانتی ہو اور اگر نہیں جانتیں تو جان لو، میں جو کہتا ہوں وہ کرتا بھی ہوں اگر تم خوشی خوشی نہ چلیں تو میں زبردستی لے جاؤں گا تمہیں، تم فرغانہ میں تھیں اور میں نے آرمینا جیسے دور دراز مقام تک تمہیں بلالیا، پھر میرا محل تو یہاں سے چند قدم کے فاصلہ پر ہے، وہاں تک تمہیں پہنچانے میں کتنی دیر لگے گی؟

بانو:۔ شائد آپ کا خیال ہے کہ آپ نے فرغانہ سے مجھے یہاں بلاکر اپنے سے قریب کرلیا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اب میں آپ سے بہت دور ہوں جتنی فرغانہ میں تھی اس سے بھی زیادہ

بابک:۔ زیادہ باتیں نہ بناؤ، ابھی میں آدمیوں کو حکم دوں گا وہ تمہیں زبردستی اٹھاکر اس محل سے اُس محل میں پہنچائیں گے، لیکن میں ایسا نہیں چاہتا"

بانو:۔ آپ مجھے گرفتار کرسکتے ہیں قتل کرسکتے ہیں، اور اپنا یہ شوق پورا کرلیجئے، لیکن یہ نہ بھولئے کہ آپ مجھ پر قابض نہیں ہوسکتے، میں آپ سے دور ہوں، دور رہوں گی، آپ مجھے کسی طرح نہیں پا سکتے، جبر و جور سے اگر کام لینا چاہتے ہیں، تو میں منع نہیں کرتی، لیکن آپ مجھے پالیں یہ ناممکن ہے، بے شک میں ایک دوشیزہ ہوں لیکن میرا دل آپ کے دل سے بڑا ہے، میری ہمت آپ کی ہمت سے فزوں ہے، میرا حوصلہ آپ کے حوصلہ سے دوچند ہے، اگر آپ نے مجھے بھی ان عورتوں، باندیوں، لونڈیوں

اور ان بے چاریوں کی طرح سمجھ رکھا ہے جو آپ کے محل میں مجوسی مقید ہیں تو یہ آپ کی افسوسناک حماقت ہے یاد رکھئے آپ جس سے مخاطب ہیں، وہ مرزبان فرغانہ کی بیٹی ہے، بخت و اتفاق نے اسے آپ تک پہنچا دیا ہے، اسے غنیمت سمجھئے اور اس سے زیادہ کی ہوس نہ کیجئے، آپ اپنے رستہ جائیے مجھے میرے حال میں مگن رہنے دیجئے،

بابک یہ باتیں سن رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ اس کے ساتھ ایک مجبور لڑکی نہیں، ایک صفات ملکہ سے مصروف گفتگو ہوں اس نے عاجز آکر کہا

"آخر تم کیا چاہتی ہو؟

بانو :۔ "مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ بس یہ بہت بڑا کرم ہوگا آپ کا میری ذات پر"

بابک :۔ اچھا میں تمہیں چند روز کی مہلت دیتا ہوں، غور کرلو، سوچ لو اور میری بات یاد رکھو کہ اگر اطاعت کروگی تو فائدے میں رہوگی سرکشی کروگی تو تمہاری بدبختی میں اضافہ ہوگا، روؤگی اور رو نہ سکوگی!"

یہ کہہ کر بابک تیزی کے ساتھ کمرہ سے باہر نکل گیا۔

قہرمانہ اور خیزران دروازے سے لگی یہ باتیں سن رہی تھیں اور تھر تھر کانپ رہی تھیں، بھلا بابک سے آج تک کسی نے اس لب و لہجہ میں اس زور و شور اور دبدبہ کے ساتھ کیوں کسی نے باتیں کی ہوں گی؟ اس کے سامنے بڑے بڑے بہادروں کا پتہ پانی ہوتا تھا، لیکن یہ ذرا سی چھوکری اس طرح اس سے مخاطب تھی، جیسے کوئی ملکہ اپنے چاکر

سے بات کرتی ہے۔

تھرمانہ آئی اور اس نے چٹ چٹ بلائیں لے لیں اور کہا "قائل ہو گئی میں تمہاری بہادری کی خدا نظر بد سے بچائے۔ عمر دراز کرے ——— لیکن بیٹی، میری کیفیت بھی سن لو۔ ہاتھی سے گنّے نہیں چرائے جا سکتے، یہ بابک ہے۔ کب تک اس سے مقابلہ کر سکو گی!

بالو نے جواب دیا "جب تک زندہ ہوں"

باب ۶۰

پھر مایوسی

بانو اور بابک خرمی کی بات چیت کا سارے محل میں چرچا ہو گیا ہر شخص کی زبان پر یہی ذکر تھا۔ حرم کی ہر عورت کے دل میں بانو کی عزت اور وقعت بڑھ گئی اب تک کچھ عورتیں اس سے جلتی تھیں، نفرت کرتی تھیں اس سے، لیکن اس دلیری نے اسے سارے محل کی آنکھ کا تارا بنا دیا، کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ بابک جیسے جابر شخص کے سامنے اس آزادی اور بے باکی سے گفتگو کی جا سکتی ہے۔

بابک کے جانے کے بعد بانو ہیدنہ کے کمرہ میں گئی، وہ سراپا انتظار بنی بیٹھی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی گلے سے لگایا، پیشانی چومی اور محبت بھرے لہجہ میں کہا

خدا تمہیں نظر بد سے بچائے۔ جی چاہتا ہے صدقہ اتار دوں تم پر، کس دل سے باتیں کر لیں تم نے بابک سے؟

بانو: "یہ نہ پوچھو، ایک جذبہ تھا جو مجھے ابھار رہا تھا"

ہیدرنہ :۔ میں سمجھ گئی وہ تمہارا جذبہ کیا ہے؟
بانو :۔ نہ جانے کیا سمجھیں، میں نے تو کچھ کہا نہیں۔
ہیدرنہ :۔ نہ کہو سمجھنے والے سمجھ ہی لیتے ہیں وہی بات ——
"کہیں چھپتی ہے چھپائے سے محبت کی نظر یار کی آنکھ"
—— جی —— !
بانو :۔ نہ جانے کیا بک رہی ہو؟
ہیدرنہ :۔ کیا تم کسی سے محبت نہیں کرتیں؟
بانو :۔ (کچھ "امل کے بعد) کرتی ہوں!
ہیدرنہ :۔ بس تو یہ کسی کی محبت تھی جس نے تمہیں شیر بنا دیا۔
بانو :۔ ہو سکتا ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔
ہیدرنہ :۔ تم اقرار کرو یا نہ کرو بات وہی ہے جو میں نے کہی
بانو :۔ اچھا تو بتاؤ۔ تمہارے اس جاسوس کا کیا ہوا؟
ہیدرنہ :۔ "وہی جو عراق گیا تھا؟
بانو :۔ "ہاں —— نہ جانے کب آئے گا مجھے اس کا شدید انتظار ہے۔
ہیدرنہ :۔ "وہ تو آگیا"
بانو :۔ تو پھر کیا خبر لایا؟ —— کیا اس نے میرا پیغام پہنچا دیا؟
ہیدرنہ :۔ "نہیں —— اس لئے کہ جسے تم نے پیغام بھیجا تھا

LIBRARY
No.......
Aminia Muslim

وہ سامرا میں نہیں ہے!

بانو: (خیزران سے) تو کیا سامان سچ کہہ رہا تھا؟

خیزران: معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

بانو: کہتا کیا ہے یہ جاسوس؟

ہبیدنہ: کہتا ہے وہاں ضرغام نام کا کوئی آدمی نہیں۔

بانو: او نہہ، اس نے خلیفہ کی نگہبان فوج کے سالار اعلیٰ سے ملاقات کی ہوتی، وہی ضرغام تھا"

ہبیدنہ: وہ کہتا ہے، نگہبان فوج کے سپہ سالار اعلیٰ کا نام "الصاحب" ہے ضرغام نہیں۔

بانو: "ممکن ہے امیر المومنین نے اسے یہ خطاب دیا ہو؟

ہبیدنہ: یہ شبہ اسے بھی ہوا تھا، لیکن ضرغام نام کے کسی آدمی سے سامرا کے لوگ واقف ہی نہیں۔

بانو: کچھ اور کوشش کی ہوتی؟

ہبیدنہ: بیچارہ اور کیا کرتا؟

بانو: الصاحب ہی سے مل لیا ہوتا"

ہبیدنہ: اس سے مل کر کیا کرتا ———— ویسے اس کا پتہ تو چلایا ہے اس نے کہا ہے ———— "الصاحب" بڑا بہادر آدمی ہے خلیفہ نے اپنی ایک جاریہ سے جو خوب صورتی میں اپنا جواب نہیں رکھتی "اس کی شادی بھی کر دی ہے۔

خیزران:۔ پھر وہ ضرغام نہیں ہو سکتا ——— ضرغام کسی حد سے بھی بانو کو چھوڑ کر شادی نہیں کر سکتا "

بانو:۔ تو آخر کہاں ہیں وہ پھر؟

ہمیدنہ:۔ کیا معلوم؟ ہمارے آدمی نے کوشش تو بہت کی پتہ چلانے کی ممکن ہے کسی دوسرے شہر میں خلیفہ نے اس کا تبادلہ کر دیا ہو "

خیزران:۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔

بانو:۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کیا ماجرا ہے؟

یہ کہتے کہتے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، ہمیدنہ نے اسے گلے سے لگا لیا اور کہا،

مایوس کیوں ہوتی ہو، تمہاری مصیبت کا یہ دور ختم ہوگا میرا دل کہتا ہے ضرغام ایک نہ ایک دن تمہیں ملے گا اور ضرور ملے گا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ قہرمانہ ہانپتی ہانپتی حاضر ہوئی اسے دیکھ کر ہمیدنہ سہم کر خاموش ہو گئی اس لئے کہ بابک کے حرم میں رہنے والی ہر خاتون بابک سے زیادہ قہرمانہ سے خائف رہتی تھی۔

قہرمانہ نے بانو سے کہا " میرے آقا و مولا بابک خرمی محل میں تشریف لائے ہیں "

بانو نے بے رخی سے جواب دیا۔ " آئے ہیں تو میں کیا کروں یہ خبر سنانے کی کیا ضرورت تھی؟

قہرمانہ:۔ وہ آپ کو یاد فرما رہے ہیں انہوں نے کہا ہے کچھ ضروری باتیں

LIBRARY No.

آپ سے کرنا چاہتے ہیں !"

بانو نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ ہمیدہ بول پڑی

"جاؤ بانو چلی جاؤ !"

خیر مدان نے بھی تائید کی "ہاں بیٹی" انہوں نے یاد فرمایا ہے تو چلا جانا چاہیئے تمہیں ذرا دیر کے لئے . !

بانو نے کوئی جواب نہیں دیا ۔ خاموشی سے اٹھی اور اپنے کمرہ کی طرف چلی گئی ۔

باب ۶۱

عورت کی جیت

بانو اپنے کمرہ میں پہنچی، تو بابک وہاں موجود تھا، وہ کسی گہرے خیال میں غرق تھا اور مسلسل ٹہل رہا تھا حتی کہ چند سیکنڈ تک وہ یہ بھی نہ محسوس کر سکا کہ بانو آگئی ہے اور اس کے سامنے کھڑی ہے پھر جب اس کی نظر پڑی تو وہ ٹہلتے ٹہلتے دفعتاً رک گیا۔ ھٹکا مسکرایا اور کھڑا ہو گیا

بانو تم آگئیں؟ ——— میں بڑی دیر سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔

بانو جو اس طلبی سے اس کی خفگی اور برہمی کو محسوس کر رہی تھی اس طرح اسے تپاک اور گرم جوشی سے پیش آتا دیکھ کر مسکرائی اس نے کہا

"میں حاضر ہو گئی، فرمایئے کیا ارشاد ہے؟

بابک بدستور کھڑا تھا اور بانو اپنی جگہ پر بیٹھ چکی تھی، بابک نے زیر لب تبسم کے ساتھ کہا۔

"دیکھو میں تمہارا کتنا احترام کرتا ہوں ——— میں سرد سی فرغانہ

کے احترام میں سرو قد کھڑا ہوں ۔

گو وہ بابک کا قرار واقعی احترام نہیں کرتی بلکہ اس کے ساتھ حقارت کا برتاؤ کرتی ہے ۔

بانو نے جواب دیا " آپ کا خیال صحیح نہیں ہے ، بابک جیسی شخصیت کے ساتھ میرا برتاؤ ہرگز توہین آمیز نہیں ہوسکتا ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کی بعض خصلتیں ، مجھے سبک معلوم ہوتی ہیں !

بابک مسند پر بیٹھ گیا اس نے کہا

اچھا یہ بتاؤ ، اگر وہ ناپسندیدہ خصائل دور ہوجائیں تو کیا تم مجھ سے محبت کرنے لگوگی ؟

بانو نے محسوس کیا بابک نے یہ بات ازراہ تمسخر نہیں کی ہے بلکہ اس میں سنجیدگی ہے اس نے کہا

میں ایسا محسوس کرتی ہوں کہ آپ ایک عورت کا دل جیتنے کے لئے اس طرح کی باتیں وقتی طور پر کررہے ہیں حالانکہ میں نے ازراہ خلوص آپ پر اعتراض کیا تھا !

بابک :۔ " نہیں بانو ، یہ بات نہیں ہے ، تم مجھے غلط نہ سمجھو !

بانو :۔ پھر کیا بات ہے ؟

بابک :۔ تم نے جو کچھ کہا ، تنہائی میں اس پر سنجیدگی کے ساتھ میں نے غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ واقعی تمہاری باتوں میں وزن ہے سچائی ہے اور جب میں نے یہ سوچا ، مجھے ندامت محسوس ہوئی خود اپنے آپ سے

شرم آنے لگی مجھے!"

بانو :۔ "کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں ——— ؟"

بابک :۔ ہاں سچ کہتا ہوں ——— یہ واقعہ ہے کہ میں لذات خواہشات کی زنجیروں میں اسیر تھا، عورتوں نے مجھے بہار رکھا تھا اور میں اس دنیا کو حاصل حیات سمجھتا تھا ——— لیکن جانتی ہو اس کا سبب کیا تھا؟

بانو :۔ "میں نہیں جانتی!"

بابک :۔ اس لئے کہ میرا دل تشنہ تھا، ان رنگارنگ عورتوں میں سے ایک بھی ایسی نہیں تھی، جس نے میرا دل جیت لیا ہو جس نے میری تشنگی رفع کردی جسے دیکھ کر میں یہ محسوس کرنے لگا ہوں کہ ہاں یہ ہے گوہر مقصود۔

بانو :۔ اور اب ——— ؟

بابک :۔ اب میں ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ خدا نے مجھے وہ چیز دے دی، جس کے لئے میری روح بھٹک رہی تھی ——— بتاؤ کیا اگر وہ ناپسندیدہ خصائل ترک کردوں تو بتاؤ تم مجھ سے محبت کرنے لگو گی ——— ؟

بانو :۔ کیا آپ سمجھ رہے ہیں کہ ان الفاظ کا مطلب کیا ہے ؟

بابک :۔ بہت اچھی طرح ——— مجھے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے، جانتی ہو، میں صاحب امیر ہوں، جو چاہوں کروں کوئی مجھے روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے :

بانو :- بے شک یہ ایک حقیقت ہے

بابک :- پھر میں جھوٹ کیوں بولوں گا ——— بتاؤ ؟

بانو :- یہ ٹھیک کہتے ہیں آپ !

بابک :- تمہاری باتیں اس طرح میری روح کے اندر داخل ہوگئیں جس طرح انسان کے بدن میں خون جاری وساری ہوتا ہے ——— !

بانو :- سوال یہ ہے کہ اس اثر پذیری کا نتیجہ کیا ہوا ؟

بابک :- میں نے شراب ترک کردی، اور

بانو :- فرمایئے ——— اور کہا ؟

بابک :- اور تمہارے سوا، میں ہر عورت سے قطع تعلق کرلوں گا ——— !

بانو :- اتنا بڑا انقلاب ؛ یقین نہیں آتا !

بابک :- بانو یقین کرو، یہ انقلاب بپا ہے اور آج آچکا ہے ، زندگی کا لطف اسی میں ہے کہ میں کسی کو دل سے چاہوں اور کوئی مجھ سے سچی محبت کرے اب تک میں اس لطف سے محروم تھا ، لیکن اب

کیا اب بھی محروم رہوں گا ؟

بانو :- یعنی ——— ؟

بابک :- یعنی یہ کہ میں تم سے سچی محبت کرتا ہوں اور اس محبت کی خاطر ہر ایثار پر تیار ہوں ، کیا تم بھی مجھ سے محبت کر سکتی ہو ؟

یہ بڑا ٹیڑھا سوال تھا ۔ بانو حیران تھی کہ اس کا کیا جواب دے ؟ ایک طرف یہ دنیا کی بہت بڑی شخصیت تھی ، جو ایک گدائے بے نوا کی

طرح اس کے سامنے کھڑی محبت کی دریوزہ گری کر رہی تھی دوسری طرف مزغام تھا، اس کی محبت تھی اسکی وفاداری تھی ـــــــــــــــ اور اس کی گم شدگی تھی، یاس تھی، پریشانی تھی!

وہ اسی کشمکش خیال میں مبتلا تھی کہ بابک نے کہا

"شائد تم افشین کے بارے میں سوچ رہی ہو؟

افشین کا نام سن کر وہ چونک پڑی

" یہ آپ نے کیسے جانا؟ آپ کو میرے اور اس کے معاملات کا کیا علم؟

بابک :۔ کیا وہ تمہارا دلی نہیں ہے؟

بانو :۔ ہاں ہے، مگر اس سے مطلب؟

بابک :۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس نے تم پر بُری نگاہ ڈالی اور تم نے حقارت کے ساتھ اس کی استدعا رد کر دی ـــــــــــــــ کیا یہ واقعہ نہیں ہے؟

بانو کو پچھلی باتیں یاد آ گئیں ، اس کے چہرے پر برہمی کے آثار پیدا ہوئے وہ خاموش بیٹھی رہی اس نے کوئی جواب نہیں دیا، بابک نے کہا

"جو دو شیزہ، اشروسنہ کے فرمان روا کو ٹھکرا دیتی ہے، پھر جو آرمینا کے مالک کی بابک کو خاطر میں نہ لاتی ہو، اس کا کردار اس قابل ہے کہ اسے پوجا جائے ـــــــــــــــ مجھے معلوم ہوا ہے، افشین نے تم سے اسی وقت کا بدلہ لیا ہے لیکن یقین کرو، اس سے بھی انتقام لیا جائے گا، بڑا سبق آموز اور عبرت انگیز ـــــــــــــــ!

بابک کے ان الفاظ سے بانو میں ایک نیا جذبہ پیدا ہوا ۔ افشین سے انتقام لیا جا سکتا ہے ۔

وہ بولی " اگر واقعی آپ افشین سے میرا انتقام لینے پر تیار ہیں ، اور جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ دل سے کہہ رہے ہیں تو بس اجازت دیجئے کہ میں ایک بات عرض کردوں ؟

بابک نے آمادگی اور مستعدی کے ساتھ کہا " جو کچھ کہنا چاہتی ہو شوق سے کہو

بانو :۔ آپ جانتے ہیں آپ کی طرح میں بھی پارسی ہوں ۔ میرا باپ مرزبان بھی انہی لوگوں میں تھا ، جو عربوں سے فارس کا انتقام لینا چاہتے تھے آپ افشین اور مازیار فرمانروائے طبرستان کے تعاون سے مسلمانوں کی حکومت کا تختہ الٹنے کی تیاریوں میں مصروف و منہمک ہیں (۱) ــــــــ کیا واقعہ نہیں ہے ؟ "

بابک :۔ بالکل صحیح ہے ــــــــ ایک ایک حرف سچ !!

بانو :۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ افشین مسلمانوں کے لشکر کی سربراہی کرتا ہوا آپ سے لڑنے کے لئے آموجود ہوا ہے ؟

بابک :۔ " اوہ ، ــــــــ یہ کوئی بات نہیں ، افشین ظاہری طور پر مسلمانوں کا ساتھ اس لئے دے رہا ہے کہ اس طرح زیادہ سے

---

(۱) تاریخ طبرستان لاسفندیا (ترجمہ انگریزی)

زیادہ روپیہ جمع کرے، یہ روپیہ بھی بہرحال ہمارے ہی کام آئے گا۔ کیونکہ بغیر روپیہ کے کام بھی تو نہیں چل سکتا۔ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے بھی روپیہ کی ضرورت ہے!

بانو :۔ کیا واقعی آپ کا یہ خیال ہے؟

بابک :۔ ہاں ہے تو"

بانو :۔ تعجب ہے، سخت حیرت ہے ——!

بابک :۔ آخر کیوں؟ —— کس لئے حیرت ہے؟

بانو :۔ آپ بہت بڑے آدمی ہیں، آپ کی جلال شان کو آپ کے دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور جو دشمن نہیں عقیدت مند ہیں، وہ تو آپکے سامنے سربسجود ہوتے ہیں، کیا آپ جیسے شخص کے لئے یہ زیبا ہے کہ فریب اور حیلہ کو اپنی سپر بنالیں"!

بابک :۔ (کچھ سوچتے ہوئے) تم کیا کہنا چاہتی ہو؟

بانو :۔ یہ کہ آپ افشین کے فریب اور حیلہ کے شکار ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

بابک :۔ نہیں، یہ بات نہیں ہے میں افشین کو اچھی طرح جانتا ہوں، ہم دونوں کئی مرتبہ مل چکے ہیں اور معاہدہ کر چکے ہیں۔ مازیار بھی ہمارے اس معاہدہ میں شریک ہے، ہم برابر اس عہد کی تجدید کرتے رہے ہیں اور پھر سوچو تو افشین کو ضرورت کیا ہے کہ ہمیں دھوکہ دے؟

بانو :۔ وہ بڑا دھوکے باز ہے وہ آپ کو اس لئے فریب میں مبتلا کئے

ہوئے ہے کہ آپ کے نام کی دہونس جماکر مسلمانوں سے روپیہ بٹور رہا ہے کیونکہ اگر آپ میں اور مسلمانوں میں صلح ہو جائے یا کم از کم جنگ کی کیفیت باقی نہ رہے تو اس کے رزق کا دروازہ بند ہو جائے گا، یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کو دہوکہ دے رہا ہے۔

بابک:۔ (غور کرتے ہوئے) اور مازیار فرمانروائے طبرستان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

بانو:۔ ممکن ہے وہ مخلص ہو لیکن اس کا اس کارروائی سے جو افشین کر رہا ہے کوئی تعلق نہیں،

بابک:۔ ہاں تو افشین کے بارے میں تمہاری رائے یہ ہے؛

بانو:۔ بے شک ——— ذرا غور تو کیجئے، وہ کہیں دوہرا کھیل تو نہیں کھیل رہا ہے، آپ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں اگر کامیاب ہو گئے تو وہ پہنچے گا کہ لایئے میرا حصہ مجھے دے دیجئے کیونکہ میں آپ کا ساتھی تھا اور اگر ہار گئے وہ مغلوب ہو گئے تو بھی تو بھی اس کی پانچوں گھی میں ہیں، آپ کی شکست کے نام پر وہ مسلمانوں سے روپیہ بٹورے گا

یہ باتیں سن کر بابک چونک پڑا جیسے نیند سے جاگ گیا ہو، اس نے کہا میں تمہاری رائے سے اتفاق کرتا ہوں، واقعی یہ افشین بڑا مکار اور جعل ساز ہے۔

بانو:۔ آپ جیسے شخص کو بطور خود سب کچھ ہونا چاہیے نہ کسی کو آپکا شریک بننا چاہیے، نہ کسی کو یہ حق ہونا چاہیے کہ آپ سے جھگڑے اگر یہ پوزیشن آپ

قبول کرتے ہیں تو میں آپ کے ساتھ ہوں، لشکر آرائی میں آپ کی مدد کروں گی میدان جنگ میں آپ کی شریک ہوں گی زندگی بھر آپکا ساتھ دوں گی۔

بابک :۔ (خوش ہو کر) زندگی بھر؟ سچ کہتی ہو بانو؟

بانو :۔ جی ہاں ———— لیکن ایک شرط ہے

بابک :۔ وہ بھی کہہ ڈالو جلدی سے؟

بانو :۔ ہماری شادی کا معاملہ اس وقت تک زیر بحث نہیں آئے گا۔ جب تک کامیابی سے جنگ ختم نہیں ہو جاتی اور میں یہ باور نہیں کر لیتی کہ فارس کا سب سے بڑا آدمی میرا اور صرف میرا ہے۔

بابک :۔ (بے انتہا مسرور ہو کر) میں تمہاری یہ شرط منظور کرتا ہوں، لیکن یہ تو بتاؤ میری محبت کا جواب تم بھی محبت سے دے سکتی ہو یا نہیں؟

بانو :۔ (ناتمانہ تبسم کے ساتھ) یہ محبت کا لفظ بار بار کیوں آپ کی زبان پر آنے لگا ہے؟

بابک :۔ جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے ———— میرے سوال کا جواب دو بانو!

بانو :۔ ہاں کرتی ہوں!

بابک :۔ (بے خود ہو کر) بانو تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟

بانو :۔ جی، ———— لیکن جب تک جنگ سر نہیں ہو جاتی یہ محبت بھائی بہن کی ہوگی؟

بابک :۔ (خوش ہو کر) کوئی مضائقہ نہیں، مجھے یہ بھی منظور ہے۔

بانو :- (احسان نواز تبسّم کے ساتھ) شکریہ ——— !

بابک :- میں چاہتا ہوں تمہارا نام گلنار رکھوں، تمہاری شکل و صورت کے اعتبار سے یہ نام بہت موزوں ہے، بالکل صادق آتا ہے تم پر!

بانو :- "کوئی مضائقہ نہیں ——— کوئی نام بھی رکھ دیجئے میں بہر حال وہی رہوں گی جو ہوں!

بابک :- "ایک اور بات"

بانو :- فرمایئے، ارشاد؛

بابک :- میں تم سے شراب نہ پینے کا عہد کر چکا ہوں لیکن اسکی اجازت دو کہ اپنے خاص خاص درباریوں کے ساتھ صرف گلاس بھر پی لیا کروں، پیوں گا نہیں وہ سب شراب کے عادی ہیں انہیں روک نہیں سکتا اور ان کی محفل میں زاہد خشک بن کر بیٹھ نہیں سکتا۔

بانو :- ہاں اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن بس اس کی احتیاط رہے کہ حلق کے نیچے ایک قطرہ نہ اترے!"

بابک :- "اس کی طرف سے تم بے فکر رہو!"

بابک، بانو کے سامنے اس طرح کھڑا تھا جس طرح آقا کے سامنے غلام ——— یہ بانو کے تدبّر اور دانشمندی کی فتح تھی ——— بانو نے افشین کی شیطنت کا انتقام گویا لے لیا، اپنے ناموس کو کم از کم جنگ کے خاتمہ تک کے لئے محفوظ کر لیا، ضرغام کی تلاش و جستجو کے لئے یہ مدت بہت کافی تھی!

بانو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "اب میں آپ سے ایک التجا کرنا چاہتی ہوں"

بابک نے آمادگی اور مستعدی کے ساتھ جواب دیا "جو کہو گی منظور ہے ——— کہو کیا بات ہے؟

بانو: آپ جانتے ہیں سامان میرا بھائی ہے؟

بابک: ہاں جانتا ہوں ——— اور میں اسکا ممنون بھی ہوں!

بانو: آپ یہ بھی جانتے ہیں اس نے مجھے دھوکہ دیا، جو شخص اپنی بہن کو دھوکہ دے سکتا ہے وہ آپ کو بھی مبتلائے فریب کر سکتا ہے۔

بابک: ٹھیک ہے، مگر ———؟

بانو: اگر مگر کچھ نہیں۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ آپ اسے قتل کر دیں، نہ یہ چاہتی ہوں کہ اسے جیل میں ڈال دیں، صرف یہ چاہتی ہوں کہ اسے اس شہر سے نکال دیں، میں اسے دیکھنا نہیں چاہتی اور اس شہر میں اس کا قیام گوارا نہیں کر سکتی، جو میری مستقل سرگرمیوں کا مرکز بننے والا ہے"

بابک: بہت بہتر ——— سامان کل ہی یہاں سے رخصت ہو جائے گا!"

بانو: لیکن کہاں؟ کہاں بھیجیں گے آپ اسے ———

بابک: میں کہیں نہیں بھیجوں گا کل اسے رخصت کر دوں گا اور پھر اس سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا"

بانو : (مطمئن ہوکر) ٹھیک ہے میں صرف اتنا ہی چاہتی ہوں!

بابک : اگرچہ اس نے اپنی خباثت اور فریب سے میری خدمت کی ہے، لیکن تمہاری بات میرے دل میں گھر کر گئی ہے اب میں اس سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔

بانو : شکریہ، بہت بہت شکریہ!

بابک : "کوئی اور حکم؟

بانو : (مسکراتے ہوئے) بس یہ کافی ہے!

بابک : ہمارے تمہارے معاملات طے پا چکے، اب تو قصرِ خاص میں اُٹھ چلو، یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے؟

بانو : مجھے یہیں رہنے دیجئے، اسی میں مصلحت ہے، باقی بات چیت کے لئے، آپ جب چاہیں گے، میں حاضر ہو جایا کروں گا، یہاں آپ کی حرم کی کئی خواتین ہیں، جن سے میرا ربط ضبط قائم ہو گیا ہے ان سے ذرا جی بہل جاتا ہے میرا!

بابک نے یہ بات مان لی اور بانو سے رخصت ہو کر باہر آیا۔ جیسے ہی وہ اس کے کمرہ سے نکل کر اپنے محل کی طرف بڑھا، حسبِ معمول وہاں کے لوگ سجدے میں گر پڑے، مرد بھی اور عورتیں بھی، کس میں مجال تھی کہ اس سے بات کر سکتا، اس سے نظر ملا سکتا، اس کے سامنے ٹھہر سکتا۔

بابک یہ منظر دیکھتا اور مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ دل ہی دل میں مسکرا

اس بات پر رہا تھا کہ جس شخص کے دبدبہ کا یہ عالم ہے کہ لوگ اس کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں، خود اس کی یہ کیفیت ہے کہ وہ ایک عورت ——— بانو ——— کے سامنے بے بس ہے، ہیچ ہے، چاکر کمترین کی طرح اس کی باتیں سنتا اور ان کی تعمیل کرتا ہے ——— انقلاب، !

باب ۔۲۶

نئی خبر

ضرغام ——— اگرچہ "الصاحب" کے لقب سے سرفراز ہو چکا تھا، امیرالمومنین کی بارگاہ میں اسے وہ مقام حاصل تھا جو کسی اور شخص کو نہیں حاصل تھا، اس کی ہر دلعزیزی میں یوماً فیوماً اضافہ ہو رہا تھا، لیکن اس کا دل مرجھایا ہوا تھا، خوشی اس سے کوسوں دور تھی، بانو کی جدائی نے اس کے دل و دماغ پر بہت بڑا اثر ڈالا تھا، اس نے وہ تمام کوششیں کر ڈالیں جو ایک انسان کے بس میں ہو سکتی ہیں لیکن بانو کا سراغ کہیں نہ ملا، وہ گوہر نایاب جو بخت و اتفاق سے خود اس کے ہاتھ میں آگیا تھا، اس طرح ضائع ہوا کہ پھر نہ ملنا تھا نہ ملا ——— !

اس ناکامی نے اس پر مایوسی کی کیفیت طاری کر دی تھی یہ دوسری بات تھی کہ اسے امیرالمومنین کے دربار میں پابندی سے حاضری دینی پڑتی تھی، وہاں کی سرگرمیوں اور دلچسپیوں میں حصہ لینا پڑتا تھا۔ خلیفہ اگر کہیں باہر جاتا تھا تو اس کے ساتھ بھی جانا پڑتا تھا، ماں کے پاس بھی کچھ وقت

آنا پڑتا تھا ، اور اپنے دوست حماد کی منسوبہ ، یاقوتہ کی دلدہی اور دل جوئی بھی کرنی پڑتی تھی ۔ لیکن بااین ہمہ اس کا دل مر چکا تھا کسی بات میں جی نہیں لگتا تھا ۔ ہر وقت رنج و ملال اور افسردگی کی کیفیت طاری رہتی تھی ۔

کیا کرے ؟

کہاں جائے ؟

کس طرح دل بہلائے ؟

سمجھ میں نہیں آتا تھا ، زندگی تلخ ہو چکی تھی ، حالات مایوس کن صورت اختیار کر چکے تھے اور اُمید کی روشنی مایوسی کی تاریکی سے بدل چکی تھی ۔

وہ جو زندگی کے ولولوں سے بھرپور تھا ، اب موت کی آرزوئیں کیا کرتا تھا ، مرنے کی دعائیں مانگا کرتا تھا ، زندگی اس کے لئے وبال بن چکی تھی ، موت اس کے لئے آرزوئے شیریں کی حیثیت اختیار کر چکی تھی

لیکن مرے کس طرح ؟

نہ کوئی بیماری حملہ کرتی تھی ، نہ امیر المومنین کسی جہاد میں جانے کی اجازت دیتے تھے ، نہ کسی وحشی درندے سے مڈبھیڑ ہوتی تھی کہ وہ ایک ہی دفعہ میں خاتمہ کر دے ،

زندگی تھی ، لیکن بے کیف ، بے مزہ ، بے لطف ، ———

خاک ایسی زندگی پر،

ادھر مرجانہ کا یہ حال تھا کہ وہ بھی بالو کے فراق میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی، ہر ملاقات میں ضرغام سے پہلا سوال یہی کرتی تھی کہ بالو کے بارے میں کوئی خبر معلوم ہوئی، وہ خود تو مایوس تھا ہی لیکن ماں کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا، ہمیشہ جھوٹ بول کر اسے مطمئن کر دیتا تھا۔ کوشش جاری ہے، امید ہے جلد ہی اس کا سراغ لگ جائے گا۔"

وہ مطمئن ہو جاتی اور دن گننے لگتی اس کے آنے کے!"

ایک دردان تھا، جس سے دل کی باتیں کر کے وہ اپنا بوجھ ہلکا کر لیا کرتا تھا۔ اس عرصہ میں خاص طور پر دردان نے جس وفاداری، شرافت اور عالی ظرفی کا ثبوت دیا تھا اس سے ضرغام بہت متاثر تھا، وہ پہلے بھی نوکر کی بجائے اسے اپنا دوست سمجھا کرتا تھا، اور اب تو دوست کی بجائے بھائی سمجھنے لگا تھا، کوئی بات ہو، کوئی کارِ اہم درپیش ہو یہ ممکن نہ تھا کہ دردان سے مشورہ نہ کرے اور اس کی رائے اتنی پچی تلی ہوتی تھی چار و ناچار ماننی ہی پڑتی تھی،

ایک روز وہ اپنے قصر دل کشا کے باغیچہ میں ٹہل رہا تھا دردان بھی ساتھ تھا، بڑی دیر گزر گئی اسی طرح لیکن ضرغام کے سکوت آشنا لب آشنائے تکلم نہ ہوئے دردان نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا——!

"میرے آقا کیا بات ہے، آپ اتنے افسردہ اور مضمحل رہتے ہیں؟ دنیا کی ہر دلچسپی سے منہ موڑ چکے ہیں!"

پہلے تو ضرغام نے اسے سرآتش کی

——— کئی مرتبہ منع کر چکا ہوں مجھے آقا نہ کہا کرو، میں تمہارا آقا نہیں دوست ہوں بھائی ہوں۔

رہی یہ افسردگی تو اس کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

دردان:۔ آپ جیسا بلند ہمت اور بلند حوصلہ آدمی جب اس طرح کی باتیں کرتا ہے تو تعجب ہوتا ہے!

ضرغام:۔ تعجب کی اس میں کوئی بات نہیں، میں زندگی سے تنگ چکا ہوں، عاجز آچکا ہوں"

دردان:۔ آخر کیوں ——— زندگی نے کیا بگاڑا ہے آپکا۔

ضرغام:۔ اس نے میری بالز کو چھین لیا، اس کے بغیر میری وہی حالت ہے، جو روح کے بغیر جسم کی ہوتی ہے، وہ ہوتی تو زندہ رہتا زندگی کے ولولوں اور امنگوں کو برقرار رکھتا، وہ نہیں ہے تو یہ زندگی میرے لئے صرف پیامِ موت ہے!

دردان:۔ ایسا نہ کہیے، خدا کے لئے ایسا نہ کہیے!"

ضرغام:۔ تو کیا چاہتے ہو، میں اپنے آپ کو دھوکا دوں؟

دردان:۔ میں ہرگز یہ نہیں چاہتا میری تمنا تو صرف یہ ہے آپ اسی طرح ہشاش بشاش نظر آئیں، جیسے پہلے نظر آیا کرتے تھے۔

ضرغام :۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

وردان :۔ کیوں نہیں ہو سکتا؟

ضرغام :۔ جب تک بانو کا سراغ نہ لگ جائے اس وقت تک کچھ نہیں چاہتا ۔ کبھی کبھی تو میرا جی چاہنے لگتا ہے کہ ——— وہ چپ ہو گیا اس کے آگے وہ اور کچھ نہ کہہ سکا !"

وردان نے سوال کیا

" کیا جی چاہتا ہے ، میرے آقا؟

ضرغام :۔ یہ کہ خودکشی کر لوں !"

وردان :۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں آپ کے دل میں یہ خیال آتا ہے؟ آپ جیسے بہادر اور دلیر شخص کے دل میں؟ میرا تو خیال تھا اسطرح کے خیالات صرف بزدلوں کا حصہ ہیں !"

ضرغام :۔ پہلے میں بھی ایسا ہی سمجھتا تھا ، لیکن اب تو زندگی نشتر کی طرح چبھنے لگی ہے ، میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں"

وردان :۔ ایسا نہ کہیے ، آپ اپنے اوپر رحم نہیں کرتے تو اپنی اندھی اور بوڑھی ماں پر رحم کیجئے !"

ضرغام :۔ ہاں ——— میرا فرض ہے کہ سب پر رحم کروں ، سب کا خیال رکھوں ، کسی کا دل نہ توڑوں ، کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤں اور مجھ پر قدرت بھی رحم کرتی ، میری جان پر چہار طرف سے ——— اور میں کچھ نہیں کر سکتا !"

دردان :۔ صبر کیجئے، انتظار کیجئے، خدا ضرور آپ پر رحم کرے گا آپ کا ساتھ دیگا۔"

ضرغام :۔ دردان تم نہیں جانتے، بالآخر مایوس ہو جانے کے بعد زندگی کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے

دردان :۔ جانتا ہوں، اسی لئے آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ صبر کیجئے ضرور کچھ پردہ غیب سے ظاہر ہوگا اور وہی بہتر ہوگا"

ضرغام :۔ انتظار ——— صبر ——— کتنے دنوں سے یہی کر رہا ہوں ——— انتظار اور صبر کے سوا میرا دوسرا مشغلہ کیا ہے ؟

دردان :۔ تو کیا واقعی آپ زندگی سے تنگ آ چکے ہیں ؟

ضرغام :۔ ہاں بہت زیادہ، اتنا زیادہ کہ تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے"

دردان :۔ تعجب ہے آپ جیسا شخص، جو معتصم کے خاصان بارگاہ میں ہے، اپنے لئے ہر دروازہ بند پاتا ہے، حالانکہ آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں ؟

ضرغام :۔ بتاؤ، میں کیا کر سکتا ہوں؟ اس زندگی سے نجات پانے کے لئے میں سب کچھ کر گزرنے کے لئے تیار ہوں !

دردان :۔ آپ کا شمار سالاران اعلیٰ میں ہوتا ہے آپ کی بہادری اور شجاعت کی دھوم ہے، آپ کی تلوار کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے آپ کے

نام سے دشمن کانپتے ہیں۔"

ضرغام: "ہاں تو ـــــــــ ؟ اس سے کیا ہوتا ہے؟

درداں: "جنگ کی آگ بھڑک رہی ہے، حکومت اسلامیہ پر یورشیں ہو رہی ہیں، باغی سر اٹھا رہے ہیں، سرکش میدان میں آرہے ہیں، فارس، روم، اور عرب میں پیکار و رزم کا سلسلہ جاری ہے"

ضرغام: "ہاں میں سمجھ گیا، تم چاہتے ہو، میں خودکشی نہ کروں، ملک و ملت اور دین و مذہب کی خدمت کرتا ہوا میدان جہاد میں جان دوں، ـــــــــ کیوں یہی بات ہے نا؟

درداں: "بے شک میرا مطلب یہی تھا۔"

ضرغام: "مجھے تمہاری رائے سے کامل اتفاق ہے، بارہا یہ بات میرے دل میں آئی، لیکن زبان تک نہ آسکی۔"

درداں: "کیوں؟ میرے آقا؟

ضرغام: "اس لئے کہ امیر المومنین میری جدائی نہیں گوارا کرتے وہ مجھے سفر کی اجازت نہیں دیتے، وہ چاہتے ہیں، ہر وقت ان کے حضور میں حاضر رہوں، بتاؤ ایسی صورت میں، میں کیا کر سکتا ہوں؟

درداں: "میرا خیال ہے اب وہ آپ کو منع نہیں کریں گے بلکہ خوشی سے میدانِ جہاد میں جانے کی اجازت دیں گے۔"

ضرغام: "لیکن اس خیال کی بنیاد کیا ہے؟

درداں: "اس لئے کہ بابک کامیاب ہو رہا ہے اور افشین مجھے

ہٹ رہا ہے۔ ان حالات میں آپ ہی جیسے قائد اور سالار کی ضرورت ہے۔

ضرغام :۔ لیکن یہ خبر تمہیں کس نے دی ؟ میرے تعلقات کا جہاں تک تعلق ہے، وہ تو اس خبر کے بالکل مخالف ہیں، امیر المومنین مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتے اور ان کا فرمان یہ ہے کہ بابک بھاگ رہا ہے اور افشین آگے بڑھ رہا ہے۔

وردان :۔ امیر المومنین آپ سے ہر وہ بات کہہ دیتے ہیں جو انہیں معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جو بات انہیں معلوم ہی نہ ہو اس کے بارے میں وہ آپ کو کیا بتا سکتے ہیں ؟

ضرغام :۔ (متحیر ہوکر) تمہارا مطلب یہ ہے کہ افشین کی ناکامی اور بابک کی کامیابی کا حال امیر المومنین سے پوشیدہ ہے ؟

وردان :۔ جی ہاں ——— یہی بات ہے، امر واقعہ یہی ہے۔

ضرغام :۔ تم کیا جانتے ہو ؟ تمہیں کیا معلوم ہوا ہے ؟

وردان :۔ بات یہ ہے کہ وزراء اور امراء خلیفہ کے گوش گزار وہی بات کرتے ہیں جسے مناسب سمجھتے ہیں اور جو ان کے مصالح کے خلاف ہو اسے چھپاتے ہیں۔"

ضرغام :۔ وہ تو ٹھیک ہے، لیکن تمہیں کیا معلوم ہے یہ تو بتاؤ ؟

وردان :۔ میری معلومات کا ذریعہ خلیفہ سے الگ ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ اردبیل سے بابک بذ میں جب سے منتقل ہوا ہے اس کی قوت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

ضرغام :۔ یہ تو کوئی نئی بات نہیں، مجھے معلوم ہے"

درداں :۔ لیکن آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ بابک میں یہ قوت کہاں سے آئی؟ حالانکہ اردبیل سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا تھا؟

ضرغام :۔ مسلح دشمن عناصر کے اتحاد سے اس نے اپنی قوت بڑھائی ہے

درداں :۔ (زیر لب تبسم کے ساتھ) میرے آقا یہ تو محض ایک سبب ہے۔

ضرغام :۔ تو پھر اصل سبب کیا ہے؟

درداں :۔ بابک کے بارے میں ساری دنیا جانتی ہے کہ اول درجہ کا زانی اور پرلے درجہ کا شرابی ہے ہر وقت شراب کے نشہ میں مست رہنا اور حسین وجمیل عورتوں کی آبرو برباد کرنا، یہی اس کا شیوہ ہے"

ضرغام :۔ بالکل ٹھیک، مگر !

درداں :۔ مگر یہ کہ اب وہ زاہد اور پاکباز بن گیا ہے"

ضرغام :۔ (حیرت سے) یہ کیا کہہ رہے ہو؟ کیا مقصد ہے تمہارا؟

درداں :۔ "اس نے شراب ترک کر دی ہے، عورتوں سے دلچسپی لینا بھی چھوڑ دیا ہے، صرف ایک عورت ہے گلنار، جو اس پر حکمرانی کر رہی ہے اور یہ اس کا اعجاز ہے کہ بابک درندہ سے آدمی بن گیا ہے،

——— میں آپ کے چہرے پر انکار کی علامت دیکھ رہا ہوں بے شک یہ ایک ایسی بات ہے جس پر کوئی یقین نہیں کر سکتا، خود میں بھی نہ کرتا، اگر حد درجہ معتبر نہ ہوتا"

ضرغام :- عجیب بات ہے۔
دردان :- کچھ نہ پوچھیئے، یقین کرنے پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی "
ضرغام :- یہ وجہ ہے کہ وہ اپنی قوت بڑھانے میں کامیاب ہو گیا۔؟
دردان :- جی ہاں، اب اس کی ساری ذہنی، دماغی، و عملی صلاحیتیں اس امر پر صرف ہو رہی ہیں کہ قوت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرے اور مسلمانوں کا خاتمہ کر دے "
ضرغام :- "پاگل ہے ——— مسلمان ایسی چٹان ہیں جس سے ٹکرا کر وہ اپنا سر لہولہان کر لے گا۔
دردان :- بے شک ———؟
ضرغام :- بابک کے جو خصائل اس کی کمزوری اور ضعف کا سبب تھے وہ اگر فضائل میں بدل گئے ہیں، تو بھی ہمارا کوئی حرج نہیں ہم ہر میدان میں اس کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں "
ضرغام، دردان سے یہ باتیں سیب کے ایک درخت کے نیچے کھڑا کر رہا تھا، اتنے میں اس نے دیکھا کہ خلیفہ کا حاجب اُس کی طرف آ رہا ہے وہ سمجھ گیا، طلبی ہوئی ہے، اس نے دردان سے کہا۔
" معلوم ہوتا ہے، امیر المومنین نے یاد فرمایا ہے، ضرور کوئی خاص بات ہے "
دردان :- تشریف لے جایئے، یقیناً امیر المومنین اب یہ محسوس کر رہے ہوں گے کہ آپ کو میدانِ جنگ میں جانا چاہیئے اگر ایسا ہو تو شرط کر لیجئے گا

کہ آپ کا غلام دردان بھی ساتھ جائے گا "!

مزغام نے وعدہ کرلیا کہ اس کی اجازت بھی خلیفہ سے لے لیگا پھر جلدی جلدی درباری لباس پہن کر خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا، وہاں اس وقت قاضی احمد تشریف فرما تھے اور ایسا اندازہ ہو رہا تھا جیسے کوئی اہم بات زیر غور اور زیر بحث ہے "

باب ۴۳۰

میدان جنگ کیطرف

خلیفہ حسب عادت ضرغام کو دیکھ کر مسکرایا۔ اسے مرحبا کہا! اور اپنے پاس مسند پر بٹھالیا وہ ادب سے سر جھکا کر بیٹھ گیا، خلیفہ نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا

" ہمارا خیال ہے کہ "صاحب" اس پرسکون زندگی سے جو قصر میں بسر کر رہا ہے اُکتا گیا ہے!"

ضرغام سمجھ گیا، امیر المومنین اسے سفر پر روانہ کرنا چاہتے ہیں اور لائے ہیں یہ تبدیلی اس امر کی غمازی کر رہی ہے کہ معاملہ نازک واقعہ ہی اختیار کر چکا ہے، ورنہ خود خلیفہ کا اسے باہر بھیجنے پر آمادہ ہونا سمجھ میں آنے والی بات نہیں، اس نے کہا

" امیر المومنین روشن ضمیر ہیں، وہ غلط کیسے سمجھ سکتے ہیں، یوں تو امیر المومنین کے زیر سایہ زندگی بسر کرنا بہت بڑی برکت و نعمت ہے، لیکن ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑھ کر فخر و مسرت کی کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ وہ

رفیق اور دمساز ہو ——————!"

ضرغام اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا "امیر المومنین کی یہ دعائیں اور تنابیر، میرا بہترین توشہ ہیں، میں جاتا ہوں، اور میں اُس وقت تک واپس نہیں آؤں گا جب تک بد فتح نہ ہو جائے دشمن شکست نہ کھا جائے باغی اور سرکش کچل نہ دیئے جائیں ——————!"

دردان باہر کھڑا ضرغام کا انتظار کر رہا تھا اسے دیکھتے ہی اس نے پوچھا کیسے، امیر المومنین سے کیا گفتگو ہوئی؟

ضرغام نے ساری کہانی از اوّل تا آخر سنا دی، دردان بیرماجرا سن کر خوش ہو گیا اس نے کہا۔

"اپنا وعدہ یاد رکھیے گا۔ میں ساتھ چلوں گا"

ضرغام نے کہا "مجھے اپنا وعدہ یاد ہے، ضرور چلو، اگرچہ میری خواہش یہ تھی کہ تم والدہ کے پاس رہتے تاکہ وہ اپنے آپ کو اکیلا نہ محسوس کرتیں"

دردان نے اطمینان دلایا اور کہا

"آپ ان کی پرواہ نہ کریں، وہ معمولی جگہ نہیں قصر خلافت میں ہیں یہاں ہر طرح ان کا خیال رکھا جائے گا لیکن میں آپ کے قرب اور محبت کی سعادت سے محروم نہیں رہنا چاہتا۔!"

اس گفتگو کے بعد ضرغام گھر میں داخل ہوا، ماں سے اجازت لی اس نے خوشی خوشی اپنے بیٹے کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت دی اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ کامیاب و کامران ہو کر واپس آئے۔

یاقوتہ کو جب معلوم کہ ضرغام میدان جنگ میں جارہا ہے تو وہ رونے لگی ضرغام نے اسے تسلّی دیتے ہوئے کہا

تم روتی کیوں ہو؟ میں جلد واپس آجاؤں گا۔ ہوسکتا ہے راستہ میں کہیں حمّاد مِل جائے، وہ مل گیا تو اسے فوراً یہاں روانہ کردونگا۔"

پھر وہ باہر نکلا اور وردان کے علاوہ فرغانہ کے جیالے اور منچلے سپاہیوں کا دستہ لے کر آرمینا کی طرف روانہ ہوگیا۔

باب ۶۴

بزدل سالار

وردان کی اطلاع غلط نہیں تھی، واقعی جب سے "گلنار" نے بابک کے اخلاق وکردار کی اصلاح کی تھی، وہ مردِ میدان بن گیا تھا، اپنا وقت امور مملکت کی سربراہی میں صرف کرتا تھا، فوج کی دیکھ بھال کرتا تھا، جنگ کے نقشے بناتا تھا، اور لڑائی کو کامیابی کے ساتھ جاری رکھنے کی تدبیروں پر صلاح ومشورہ کرتا تھا۔

افشین کا یہ عالم تھا کہ گو وہ لشکر اسلام کا سالارِ اعلیٰ تھا اور اسے بہت بڑی رقم خزانہ خلافت سے ملتی تھی۔ معتصم نے اس کے لئے طے کر دیا تھا کہ جنگ کے دوران میں اسے دس ہزار درہم روزانہ ملا کریں گے[1] یہ اس طرح رقم خطیرہ جمع کر کے اشروسنہ بھیجا کرتا تھا پھر بھی نمک حرامی کا یہ عالم تھا کہ جنگ کو سر کرنے کی بجائے طول دینے کی تدبیر پر غور کیا کرتا تھا۔

بابک نے گو اپنی قوت بہت زیادہ بڑھالی تھی لیکن اس میں اتنا دم نہیں تھا کہ افشین کے لشکرِ گراں سے لبریز ہو سکتا،

[1] ابن اثیر

قدرت کی طرف سے بابک کو غیر معمولی سہولتیں حاصل تھیں، سب سے بڑی سہولت یہ تھی کہ حملہ آور لشکر اسلام کے لئے، اتنا دشوار گزار راستہ طے کرنا مشکل تھا پھر آرمینیا سے لے کر سامرا تک اپنی لائن محفوظ رکھنی تھی تاکہ رسد برابر پہنچتی رہے، کمک آتی رہے اور امیر المومنین کی خدمت میں باقاعدگی کے ساتھ ڈاک پہنچتی رہے، اتنے بڑے راستہ اور اتنی بڑی لائن کو دشمن کے حملہ سے محفوظ رکھنا بجائے خود بہت دشوار کام تھا۔ اس کے برعکس بابک کے سپاہی یہیں کے رہنے والے تھے۔ وہ راستوں سے واقف تھے، ملک کے تمام وسائل و ذرائع ان کے علم اور تصرف میں تھے۔ اس کے باوجود اگر وہ میدان میں آتے تو شکست کھاتے، لیکن بابک میدان جنگ پر جنگ "گریزیا" کو ترجیح دیتا تھا، کمین گاہوں میں اس کے سپاہی چھپے بیٹھے رہتے تھے۔ اور تاک میں رہتے تھے۔ جہاں مسلمانوں کا کوئی دستہ نظر آیا اس پر ٹوٹ پڑے اور بھاگ کھڑے ہوئے، مسلمانوں نے ان چھاپہ مار دستوں کی خوب سرکوبی کی لیکن کہاں تک؟ اگر افشین اپنے نائکوں اور سالاروں کی فہم و ذکا پر بھروسہ کرتا اور انہیں اجازت دے دیتا کہ وہ بھرپور وار کریں، تو بڑی آسانی سے ان چھاپہ مار دستوں کا خاتمہ ہو سکتا تھا، اور بابک کی کمر توڑی جا سکتی تھی، لیکن وہ تو زیادہ سے زیادہ مدت تک جنگ کو طول دینے پر مصر تھا، خواہ انجام کچھ ہی ہو، نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان سپاہیوں میں بددلی پیدا ہو رہی تھی اور وہ اس کی تدبیر جنگ سے جو درحقیقت تدبیر شکست تھی۔ نالاں اور عاجز ہوتے جاتے تھے۔

ایک روز لشکر اسلام کے دو بڑے سرداروں احمد خلیل اور جعفر خیاط نے اس سلسلہ میں افشین سے سخت گفتگو بھی کر ڈالی، وہ اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا، اپنے سرداروں سے صلاح و مشورہ کر رہا تھا کہ جعفر خیاط نے کہا "آپ کی تدبیر اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک آپ دشمن پر بھرپور حملہ کا پروگرام نہ بنائیں"

احمد خلیل :۔ سمجھ میں نہیں آتا، آپ دشمن کو کیوں موقعہ دیتے ہیں کہ وہ چھاپہ مار دستوں کے ذریعہ ہمارا نقصان کر کے، دُور بھاگ کھڑا ہو!"

افشین :۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اس جنگ سے دلچسپی نہیں لیتا؟

جعفر خیاط :۔ نہیں یہ بات تو نہیں ہے لیکن آپ اس کی اہمیت نہیں محسوس کرتے"

افشین :۔ یہ تم نے کیسے جانا؟

احمد خلیل :۔ اس طرح کہ دشمن روز بروز طاقت پکڑتا جا رہا ہے اور ہماری طرف سے صرف مداخلت ہو رہی ہے اگر یہی لیل و نہار رہے تو شاید ایک دن ایسا ہی ہو کہ وہ ہم پر غالب آجائے!"

افشین :۔ میں ایسی شکست موزوں ذہنیت رکھنے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتا"

جعفر خیاط :۔ پسند کرنا بھی نہیں چاہیے، لیکن یہ تو غور کیجئے کہ ہم سوا ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کے اور کیا کر رہے ہیں؟

افشین :۔ تم کیا چاہتے ہو؟

جعفر خیاط :۔ "جنگ، جنگ، جنگ "

احمد خلیل :۔ صرف یہی ایک تدبیر ہے دشمن کو شکست فاش دینے کی "

افشین :۔ تو کیا تمہارا خیال ہے، ہم یہاں آرام کرنے کے لئے آئے ہیں؟

جعفر خیاط :۔ عملی طور پر تو یہی ہو رہا ہے "

افشین :۔ تمہارا کیا پروگرام ہے؟

احمد خلیل :۔ دفاع و ہجوم ——— دشمن حملہ کرے تو اس کا دفاع اور تابڑ توڑ حملہ، صرف اسی طرح یہ جنگ جیتی جا سکتی ہے "

افشین :۔ تو تمہیں کس نے منع کیا ہے؟ کیوں نہیں اپنے پروگرام پر عمل کرتے؟"

جعفر خیاط :۔ ہم جو پروگرام بناتے ہیں۔ آپ اسے رد کر دیتے ہیں۔ ہم جو مشورہ دیتے ہیں آپ اسے قبول نہیں کرتے ہیں، ہم جو رائے دیتے ہیں، وہ آپ کے نزدیک ناقابل قبول ہوتی ہے، پھر آخر ہم کیا کریں؟

افشین :۔ (بہت زیادہ برہم ہو کر) اسے نہ بھولو کہ تم کس سے مخاطب ہو ———؟

جعفر خیاط :۔ ہمیں اس کا پورا پورا احساس ہے؟

احمد خلیل :۔ سالار اعلیٰ کی اطاعت ہمارا فرض ہے، لیکن دین، مملکت اور ملک سے غداری بھی نہیں کر سکتے!"

جعفر خیاط :۔ ہمارا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے کہ دیانت داری کے ساتھ جو رائے

ہم قائم کریں، عرض کر دیں"

احمد خلیل :- مانتا نہ ماننا آپ کا کام ہے"

افشین :- "مجھے بتایا گیا تھا کہ اس لشکر میں، میرے خلاف سازشیں ہوتی رہتی ہیں، آج معلوم ہو گیا واقعہ کیا ہے ——— شاید تم لوگ امیر المومنین کو میرے خلاف برانگیختہ کرنا چاہتے ہو، لیکن یاد رکھو اسکا انجام بہت خراب ہو گا!"

احمد خلیل :- امیر المومنین کو براہ راست مخاطب کرنے کی عزت ہمیں نہیں حاصل ہے، ہم ان سے اگر کچھ عرض کرنا بھی چاہیں تو بغیر آپ کے وسیلہ کے نہیں کر سکتے!"

افشین :- بتاؤ تمہارا پروگرام کیا ہے؟

احمد خلیل :- ہم پر اس وقت محاصرہ کی کیفیت طاری ہے یہ ختم ہونی چاہیے!"

افشین :- کس طرح؟ کیونکر ———؟

جعفر خیاط :- دشمن میں اتنی سکت نہیں کہ وہ کھل کر مقابلہ کرے وہ اہم چھاپہ مار دستری پر نازاں ہیں، ہمیں سارا زور ان چھاپہ مار دستری کے استقبال پر وقف کر دینا چاہیے۔

افشین :- "لیکن کس طرح؟ یہ بھی تو بتاؤ!"

جعفر خیاط :- ایک تاریخ مقرر کر کے ہمیں دشمن پر حملہ کر دینا چاہیے ———؟

افشین :- "لیکن اس کا نتیجہ کیا ہو گا ———؟

احمد خلیل :۔ "وہی جو اردبیل میں ہوا تھا"

جعفر خیاط :۔ اگر ہم بابک کو اردبیل سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں ۔ تو بذ سے کیوں نہیں بھگا سکتے ؟ وہی بابک ہے وہی اس کے سپاہی ہیں، وہی اس کا ساز و سامان ہے ۔ ہم نے اسے شکست دے کر وہاں سے بھگایا ، چاہیے تو یہ تھا کہ ہمارے حوصلے بلند ہوتے اور دشمن کے پست ، لیکن الٹی بات ہو رہی ہے اس تعطیل نے جس کا کوئی معقول سبب نہیں کہ ہمارے سپاہیوں کے حوصلے پست کرائے ہیں اور دشمن کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں "

احمد خلیل :۔ اور اس کا توڑ صرف یہ ہے کہ دشمن کی سرکوبی میں تامل نہ کیا جا سکے !"

افشین :۔ "رائے معقول ہے ہم اس پر غور کریں گے اور کل تمہیں بتائیں گے کہ ہم نے کیا فیصلہ کیا ہے ؟"

احمد خلیل :۔ آپ کا فیصلہ ہمارے سر آنکھوں پر، مقصد صرف یہ ہے کہ ہمیں جانبازی کا موقعہ دیا جائے ، ممکن ہے ہم کام آجائیں ، لیکن ہماری یہ قربانی رائیگاں نہیں جائے گی "

جعفر خیاط :۔ "ہمارے خون کا ہر ہر قطرہ برکت و بار بیدار کرے گا "

افشین :۔ (داڑھی کھجاتے ہوئے) ہمیں تمہاری دلاوری اور دلیری پر ہے اطمینان رکھو جو فیصلہ بھی ہم کریں گے ، وہ تمہارے جذبات کا مظہر ہوگا ۔

باب ۶۵۰

پابدستے وگرے دست بدستے وگرے

افشین ایک روز حسب معمول خیمہ میں بیٹھا اپنے حاشیہ نشینوں سے گفتگو میں مصروف تھا، اتنے میں اس نے دیکھا کہ لشکر کے کچھ لوگ ایک آدمی کو پکڑے ہوئے، کھینچتے لئے چلے آرہے ہیں افشین نے غور سے جو دیکھا تو معلوم ہوا، یہ سامان صاحب ہیں جو اس طرح پابدستے وگرے، دست بدستے وگرے لائے جا رہے ہیں۔ اسے حیرت ہوئی کہ یہ شخص یہاں کہاں سے آگیا افشین اگرچہ سامان سے اور اس کے عادات وخصائل سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس لئے اس سے نفرت بھی کرتا تھا۔ لیکن یہاں اسے دیکھ کر اس نے محسوس کیا شائد اس سے کام کی کوئی بات معلوم ہو، چنانچہ اس نے آدمیوں کو آواز دی کہ اسے چھوڑ دو، وہ چھوڑ دیا گیا اور روتا چشم پرنم افشین کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ افشین نے دیکھا سامان کی حالت بہت ابتر ہو رہی ہے، اس نے پوچھا

"تم کہاں سے آرہے ہو؟

وہ گویا ہوا، بذ سے حاضر ہوا ہوں!"

بذ کا نام سن کر تو افشین کے کان کھڑے ہوئے، اب تک وہ اس سے بے رخی کے ساتھ پیش آرہا تھا، لیکن بذ کا نام سن کر اس کے رویہ میں تبدیلی ہو گئی اس نے اخلاق و تپاک سے کہا

"تم کھڑے کیوں ہو، بیٹھ جاؤ!"

وہ بیٹھ گیا۔

افشین:۔ بذ میں کس طرح تمہارا گزر ہوا؟

سامان:۔ میں اس لئے حاضر ہوا تھا کہ آپ کی کچھ خدمت کر سکوں؟

افشین:۔ میری خدمت کرنے کے لئے تم فرغانہ سے یہاں آئے تھے؟ —— کیسی عجیب بات ہے کیا تم مجھے بالکل بے وقوف سمجھتے ہو؟

سامان:۔ آپ میری داستان سنیں گے تو یقین کرنے پر مجبور ہو جائیں گے

افشین:۔ داستان طرازی میں تو تم ماہر ہو —— خیر کہو کیا کہتے ہو، ہم بھی دیکھیں کیا بات پیدا کرتا ہے تمہارا ذہن رسا! یہ کہہ کر افشین نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

سامان:۔ کیا آپ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ بانو ایک عرصہ سے گم ہے؟

افشین:۔ جانتا ہوں —— مگر بانو کی گمشدگی سے اور تمہارے یہاں آنے سے کیا تعلق؟

سامان:۔ کیا آپ نے مجھے حکم نہیں دیا تھا کہ اسے تلاش کروں —— ؟

افشین :۔ ہاں ——— میں نے اس کام پر تمہیں مامور کیا تھا

سامان :۔ آپکے ارشاد کے مطابق میں اسکی تلاش میں نکلا ہر شہر میں گیا ہر ملک کی زیارت کی ہر جگہ اس کی ٹوہ لگائی۔

افشین :۔ (قطع کلام کرتے ہوئے) مگر وہ کہیں نہ ملی ——— یہ تمہارے کہے بغیر ہمیں معلوم ہے۔"

سامان :۔ لیکن وہ مل گئی، میں نے اسے ڈھونڈھ نکالا۔

افشین :۔ (خوش ہوکر) بانو مل گئی؟ تم نے اسے ڈھونڈھ نکالا؟

سامان :۔ جی ہاں ——— اور یہی بتانے کے لئے میں حاضر ہو رہا تھا کہ آپ کے لشکر کے لوگوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔"

افشین :۔ انہیں سزا ملے گی، لیکن یہ تو بتاؤ وہ کہاں ہے؟ بانو کہاں ہے؟"

سامان :۔ یہیں ——— بذ میں!"

افشین :۔ (اچھل کر) کیا کہا بانو بذ میں ہے؟ ——— یہاں وہ کس طرح آگئی"

سامان :۔ یہ حضرت بابک کی کارفرمائی ہے۔

افشین :۔ کیا وہ بابک کے قبضہ میں ہے؟ ——— نہیں جھوٹ ناممکن، یہ نہیں ہو سکتا ——— ؟

سامان :۔ آپ نہ مانیں لیکن حقیقت بہرحال حقیقت ہے وہ جھٹلائی جائے تو بھی اپنی جگہ پر موجود رہتی ہے۔

افشین :۔ سمجھ میں نہیں آتا، وہ یہاں کس طرح پہنچ گئی بابک نے کس طرح اسے بلالیا۔

سامان :۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ بابک نے والد مرحوم کو بانو کے لئے پیام دیا تھا۔

افشین :۔ میں نہیں جانتا، مجھے نہیں یاد!

سامان :۔ جی ہاں ——— لیکن والد نے اس کا پیام رد کر دیا تھا، صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا۔ یہ نہیں ہوسکتا مرزبان کی لڑکی بابک کے حرم میں نہیں جاسکتی ——— !

افشین :۔ اچھا پھر ——— ؟

سامان :۔ یہ اس کا نام سنکر دلدادہ شیدا ہوہی چکا تھا تاک میں رہا۔

افشین :۔ تو کیا، وہ چور، جس کے بارے میں تم نے کہا تھا کہ بانو کو پکڑ لے گئے بابک کے آدمی تھے۔

سامان :۔ اب سمجھے آپ ——— جی ہاں وہ بابک کے آدمی تھے

افشین :۔ (داڑھی کھجاتے ہوئے) عجیب ماجرا ہے ——— کس طرح یقین کرلوں؟ لیکن یقین کرنا ہی پڑے گا، کہ بانو اب بابک کے پاس ہے، اس کے محل میں،

سامان :۔ جی ہاں، وہی ہے!

افشین :۔ کیا مرزبان نے بابک کا پیام بانو کی مرضی سے رد نہیں کیا تھا؟

سامان :۔ بانو نے صاف الفاظ میں اپنی نارضامندی اس رشتہ سے

ظاہر کی تھی۔

افشین: پھر تو وہ یہاں اذیت محسوس کر رہی ہوگی ——— !

سامان: جی بالکل نہیں وہ بہت خوش ہے وہاں !

افشین: کیا کہہ رہے ہو سامان، ابھی تم نے کیا کہا ؟

سامان: ابھی میں نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی درست تھا اور اب جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بھی صحیح ہے پہلے بالز نے بابک کو ناپسند کیا تھا اب اس کی مشیر اور صلاح کار بنی ہوئی ہے بلکہ نفس ناطقہ،

افشین: بالز ——— !

سامان: جی ہاں میں اسی کا ذکر رہا ہوں ——— کسطرح کا مزاج پایا ہے اس نے کچھ سمجھ میں نہیں آتا، ایک طرف تو یہ کہ اشروسنہ کے فرمان روا کو اس نے ٹھکرا دیا۔ خود بابک کے پیام کو قبول نہیں کیا اور اب یہ حالت ہے کہ اس کی ناک کا بال بنی ہوئی ہے، اسے جنگی امور میں مشورے دیتی ہے، اور وہ ایک معمول کی طرح اس کی باتوں مانتا ہے اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔

افشین: بابک کو اس طرح شیشہ میں اتار لیا ہے بالز نے ؟

سامان: ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

افشین: تم نے اسے راہ راست پر لانے کی کوشش نہیں کی ——— ؟

سامان: میں نے اسے بہت سمجھایا، منتیں کیں، خوشامد کی، ہاتھ جوڑے لیکن اس نے ایک نہ سنی، میں نے کہا تو اپنے ولی نعمت افشین کو

ٹھکرا رہی ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا وہ کہنے لگی نہ میں افشین کی پرواہ کرتی ہوں ، نہ اس کی عزورت کی ، نہ اس کی دولت و ثروت کی ، میں افشین کو ہیچ و حقیر سمجھتی ہوں

افشین :۔ (برہم ہوکر) وہ میری پرواہ نہیں کرتی ؟ وہ مجھے ہیچ اور حقیر سمجھتی ہے ؟ شائد موت اس کے سر پر کھیل رہی ہے ؟

سامان :۔ جی ہاں ، میں نے بھی کہا تھا اس سے !

افشین :۔ پھر اس نے کیا جواب دیا ؟

سامان :۔ وہ ہنسنے لگی ، گویا وہ میرا اور میری دھمکی کا مذاق اڑا رہی تھی ——— مجھے تو نفرت ہو گئی ہے اس سے ——— اس لئے چلا آیا اسے چھوڑ کر !

افشین :۔ بہت اچھا کیا یہ تمہارا گھر ہے جب چاہو آ سکتے ہو اور جب تک چاہو رہ سکتے ہو لیکن میاں سامان ایک بات تو بتاؤ ۔

سامان :۔ جی ارشاد ،

افشین :۔ ہمارے جاسوس نے تو یہ اطلاع دی ہے کہ اس وقت بابک کے حرم میں سب سے زیادہ با اقتدار ، معزز اور صاحب امر ہستی ایک عورت گلنار کی ہے کیا بانو ، گلنار سے بھی زیادہ مرتبہ حاصل کر چکی ہے بابک کی نگاہ میں ؟ اگر نہیں تو کیا گلنار اس کے اس اقتدار کو قائم رہنے دے گی ۔

سامان ہنسنے لگا پھر اس نے کہا

" بانو اور گلنار ایک ہی ہیں ——— نام الگ الگ ہیں ،

وجود ایک ہے"

افشین،" (متحیر ہو کر) بالو اور گلنار، درحقیقت ایک ہیں؟

سامان،" جی بالکل ایک ، ــــــــ بالو نے کسی مصلحت سے اپنا نام بدل لیا ہے ، یا ممکن ہے بابک نے کسی وجہ سے اس کا نام بدل دیا ہو، بہر حال تفصیل تو میں نہیں جانتا لیکن واقعہ یہی ہے جو میں نے عرض کیا۔

افشین،" تو جنگی امور کی باگ دوڑ اس وقت بابک کے ہاتھ میں نہیں، بالو، گلنار کے ہاتھ میں ہے۔

سامان،" جی ہاں ــــــــ اب تو نہ جانے وہ اپنے آپ کو کیا سمجھنے لگی ہے۔

افشین،" وہ نمک حرام ہے ، احسان فراموش ہے ، اس نے میری قدر نہ کی، میرے التفات کو ٹھکرا دیا ، میری محبت کو پامال کیا ، میں اس سے انتقام لے سکتا ہوں، میں اس سے بدلہ لے کر رہوں گا جو میرے اور اس کے کشمکش میں، جو میرے اور اس کے درمیان برپا ہو چکی ہے جانتے ہو سب سے زیادہ فائدہ کون اٹھائے گا؟

سامان،" میں نہیں جانتا، آپ بہتر جانتے ہیں

افشین،" وہ تم ہو ، سب سے زیادہ فائدہ تمہیں پہنچے گا

شائد وہ اس کے آگے بھی کچھ کہتا، لیکن نہ جانے کیوں خاموش ہو گیا سامان بھی چپ چاپ کھڑا رہا پھر افشین نے پوچھا۔

"کیا حضر خانم کو معلوم ہے کہ بالو یہاں ہے؟

سامان نے جواب دیا "جی نہیں، اور بالو تو یہ بھی نہیں جانتی کہ ضرغام زندہ بھی ہے یا نہیں "

افشین :- یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا ضرغام نے اس کی تلاش و جستجو میں کوئی دقیقہ فروگزاشت کیا ہوگا ——— ؟ کیا بالو نے اس کے بارے میں زمین آسمان کے قلابے ایک نہ کر دیئے ہوں گے ؟ میں دونوں کے تعلقات باہمی سے واقف ہوں، مجھ سے کوئی بات بھی کسی کی چھپی ہوئی نہیں ہے !"

سامان :- میرے آقا میں غلط نہیں عرض کرتا، میں نے ضرغام کو یہ باور کرا دیا ہے کہ بالو ایک نامعلوم اور مجہول مقام پر رہزنوں کی قید میں ہے، اور بالو کو یہ یقین دلا دیا ہے کہ ضرغام مر چکا ہے ——— اور یہ سب آپ کے لئے کیا ہے ——— ؟

افشین نے نظر غور سے سامان کو دیکھا، پھر کہا

ہم تمہاری بات کا یقین کرتے ہیں اور تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ جس مہم کو ہم سر کرنے نکلے ہیں۔ اس سے فراغت کے بعد تمہیں خوش کر دیں گے۔ تمہارے ساتھ وہ سلوک کریں گے، جس کی تم امید بھی نہیں کر سکتے۔

سامان :- میں تو اپنی زندگی آپ کی خدمت کے لئے وقف کر چکا، آپ حکم دیں پھر دیکھیے میں اس کی تعمیل کس طرح کرتا ہوں،

افشین :- تم اتنے دن بذ میں رہے وہاں تم نے کیا کیا دیکھا ؟ ———

ایسی کون سی چیزیں دیکھیں جو فوجی نقطہ نظر سے ہمارے لئے مفید ہو سکتی ہیں ؟

سامان :- شائد آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ بذ پر حملہ کس طرف سے کریں ؟

افشین :- ہاں ——— کیا اس سلسلہ میں تم کچھ بتا سکتے ہو ؟

سامان :- (اشارہ کرتے ہوئے) آپ اس پہاڑی کی جانب سے حملہ کیجیے ،

افشین :- یہ کیوں ؟ اس طرف کیا بات ہے ؟

سامان :- بابک کی ساری تیاریاں سامنے کی طرف ہیں عقب کو وہ اتنا محفوظ سمجھتا ہے کہ اسے گمان ہی نہیں کہ اس طرف سے حملہ ہو سکتا ہے ——— اب اگر عالم غفلت میں اس طرف سے آپ کی فوجیں حملہ آور ہوں ، تو جب تک وہ سنبھلے سنبھلے ، وہ شہر میں داخل ہو چکی ہوں گی ۔

افشین :- (مسکراتے ہوئے) تمہاری باتوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ فوجی راز سے بھی تم واقف ہو !

سامان :- نوازش ہے آپ کی آخر آپ جیسے بزرگوں کی صحبت میں رہ کر کچھ تو آنا ہی چاہیے

اتنے میں حاجب حاضر ہوا اور مودب ہو کر کھڑا ہو گیا ، افشین نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا ، گویا اس سے کہہ رہا تھا ، بتاؤ کیا بات

ہے، کیوں آئے ہو؟

حاجب نے عرض کیا "امیرالمومنین کا پیامی آیا ہے!"

افشین لرز گیا اس نے کہا

"اسے بلا لو!"

باب ۶۶

معتصم کا خط

خلیفہ کا فرمان یا مکتوب جب کسی عہدے دار کے نام آتا تھا تو وہ فوراً آتا تھا۔ اس لیئے کہ نہ جانے اس میں کیا لکھا ہو اور چار و ناچار اس کی تعمیل کرنا پڑے۔ کیوں کہ دنیا کے ہر شخص کا فرمان واپس کیا جا سکتا تھا۔ لیکن خلیفہ کی زبان یا زبانِ قلم سے جو نکل جائے وہ اٹل ہوتا تھا یہی وجہ تھی کہ افشین یہ سن کر کہ خلیفہ کا پیامی آیا ہے گبھرا گیا، اس کے چہرہ سے فکر و تشویش کے آثار ہویدا تھے۔ انہوں نے فوراً پیامی کو آنے کی اجازت دی، وہ اتنی منزل پار کر کے آیا تھا۔ تھکن اور منزل کے آثار اُس کے چہرے سے بھی نمایاں تھے۔

پیامی نے خلیفہ کا خط افشین کی خدمت میں پیش کیا۔ افشین نے سر و قد کھڑے ہو کر اس خط کی تعظیم کی۔ اسے آنکھوں سے لگایا، چوما پھر کھڑے کھڑے ادب و احتیاط کے ساتھ اسے کھولا، وہ پڑھتا جاتا تھا اور اُس کے چہرے کا رنگ بدلتا جاتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے

کوئی خلافِ طبع اور ناگوار بات خلیفہ نے لکھی ہے۔

سامان پاس ہی کھڑا تھا اور وہ بھی افشین کے رنگِ رُخ کی اس تبدیلی کو حیرت کے ساتھ دیکھ رہا تھا، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ افشین خلیفہ کی بارگاہ میں کتنی بڑی عزت کا حامل ہے۔

خط پڑھ کر افشین نے پیامی کو رخصت کر دیا اور اپنے آدمی کو حکم دیا کہ اسکی راحت و آسائش کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

پھر جب سامان کے سوا کوئی نہ رہ گیا تو اس نے کہا "جانتے ہو سامان، اس مکتوب میں امیر المومنین نے کیا تحریر فرمایا ہے۔

سامان :۔ میں کیا جانوں؟ کیا میں عالم الغیب ہوں؟ آپ جانیں اور امیر المومنین جانیں! وہ ٹھہرے فرمانروائے مملکت اور آپ رکن رکین مذہب آپ دونوں میں کیا راز و نیاز ہوتے ہیں، کسی غیر کو ان کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟

رموز مملکت خویش خسرواں دانند!

افشین :۔ امیر المومنین نے اس خط میں تحریر فرمایا ہے کہ حالات سے دل برداشتہ نہ ہو! ثابت قدمی کے ساتھ اپنی جگہ پر جمے رہو اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرو۔"

سامان :۔ یہ تو بڑی معقول رائے ہے، انہیں یہی لکھنا چاہیے تھا اور آپ کو یہی کرنا چاہیے تھا۔

افشین :۔ اور تحریر فرمایا ہے کہ وہ عنقریب کمک کے ساتھ روانہ کر رہے ہیں!"

ضرغام کا نام سن کر سامان چونک پڑا۔ اس نے کہا "امیر المومنین ضرغام کو کمک دے کر روانہ کر رہے ہیں ــــــ؟

افشین :۔ (بد دلی کے ساتھ) "ہاں ــــــ"

سامان :۔"کیا فرمان روائے اشروسنہ جیسا بہادر اور شجاع جس کے پاس مور و ملخ کا سا لشکر ہے وہ کمک کا محتاج تھا"

افشین :۔"میں نے تو کمک نہیں منگائی تھی نہ مجھے ضرورت تھی"

سامان :۔ تو پھر کیا بے طلبی آ رہی ہے یہ کمک؟"

افشین :۔ اور کیا ــــــ نہ جانے اس میں کیا مصلحت ہے میرا خیال تو یہ ہے کہ ضرغام جنگ کے علاوہ کسی اور مقصد کے ماتحت آ رہا ہے۔

سامان :۔"وہ مقصد کیا ہو سکتا ہے؟"

افشین :۔ ممکن ہے اسے پتہ چل گیا ہو کہ بانو یہاں ہے؟

سامان :۔ اسے کس طرح پتہ چل سکتا ہے؟"

افشین :۔ خیر اسے پتہ چلا ہو یا نہ چلا ہو، بانو میرے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اس کے بدن میں میرے سوا کسی کا ہاتھ نہیں لگ سکتا۔"

سامان :۔ بے شک ــــــ بیشک، ایسا ہی ہونا چاہیے"

افشین :۔ "میں اس پر قبضہ کروں گا۔ اگر اس حیثیت سے نہیں کہ اس سے محبت کرتا ہوں تو اس حیثیت سے کہ وہ میری توہین کر چکی ہے اور مجھے اس سے انتقام لینا ہے۔ جو برتاؤ اُس نے میرے ساتھ فرزانہ

میں کیا تھا میں اسے ہرگز برداشت نہیں کر سکتا ——— کوئی شخص جس کے دل میں ذرا بھی غیرت ہو اس برتاؤ کو نہیں بھول سکتا ۔"

ساسان :۔ لیکن ایک بات میں عرض کروں گا !"

افشین :۔ ضرغام کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہو؟

ساسان :۔ جی ہاں ——— اسے بانو کے بارے میں تو قطعاً کوئی اطلاع نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے یا مر گئی ——— ہاں ایک بات ہو سکتی ہے :

افشین :۔ وہ کیا ———؟

ساسان :۔ وہ زندگی سے مایوس ہو کر میدانِ جنگ میں جان دینے آ رہا ہے ——— میں نے دیکھا ہے ، محبت کے متوالے جب زندگی سے مایوس ہو جاتے ہیں تو اسی طرح کی حرکتیں کرتے ہیں ضرغام پر یقیناً اس وقت بھی جنون سوار ہے ۔"

یہ سن کر افشین بہت زور سے ہنسا پھر گویا ہوا

اگر وہ موت کی طلب میں یہاں آ رہا ہے ۔ تو ہم اسے مرحبا اور خوش آمدید کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو، یعنی عروسِ مرگ سے ہم کنار ہو۔ ہمارا جہاں تک تعلق ہے۔ ہم اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فردِ گزاشت نہیں کرنے ۔ یعنی اس سلسلہ میں اس کی پوری پوری مدد کریں گے

ساسان :۔ بجا ارشاد ہوا ——— لیکن جنگ کب شروع ہو رہی ہے؟

افشین :۔ "بہت جلد ۔"

سامان :۔ "میں نے محسوس کرلیا ہے کہ آپ کے لشکر کے لوگ تاخیر سے بہت نالاں ہیں !"

افشین :۔ "تم سچ کہتے ہو، میرے لشکر میں کئی ایسے آدمی ہیں جو میرے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں اور طرح طرح کے الزامات لگا رہے ہیں بلکہ مجھے بدنام کر رہے ہیں کہ میں جنگ میں سخت تاخیر کر رہا ہوں ۔"

سامان :۔ "جی ہاں ، اسی لئے تو میں نے پوچھا ۔"

افشین :۔ "میں نے خوب غور کرکے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ واقعی اب جنگ فوراً شروع کر دینی چاہیے ، اور وہ بھی پوری شدت کے ساتھ" ورنہ میری سبکی ہوگی !"

سامان :۔ "درست ـــــ"

افشین :۔ "مگر ایک بات تو بتاؤ ؟"

سامان :۔ "ارشاد ، آپ جو کچھ دریافت فرمائیں گے ، میں بسر و چشم اس کے بارے میں خیالات پیش کروں گا ۔"

افشین :۔ "تو جب ہم کل بُذ پر حملہ کرتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں پھر شہر میں داخل ہوتے ہیں تو وہ کہاں ملے گی ـــــــ بانو ۔"

سامان بُذ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا " مشرقی دروازے کی طرف ـــــــ یہ کلاں محل آپ ملاحظہ کر رہے ہیں !"

افشین :۔ "ہاں ! دیکھ رہا ہوں ، وہ رہا سامنے ۔"

سامان :- جی ــــــ یہ قصرِ خواتین ہے اور اس بابک کی عورتیں رہتی ہیں ــــــ بانو بھی یہاں مقیم ہے۔

افشین :- اور وہ مغربی جانب جو دوسرا محل نظر آرہا ہے ؟

سامان :- "اس میں خود بابک رہتا ہے"

افشین :- (فخر سے) اچھا وہ بابک کی عشرت گاہ ہے "

سامان :- جی ہاں ــــــ یہ محل بے حد مضبوط اور مستحکم ہے اسے سر کرنا ایک قلعہ فتح کر لینے کے برابر ہے۔

افشین :- کوئی پرواہ نہیں ، دیکھا جائیگا ــــــ بہرحال ہمیں یہ کام کرنا ہے ، یہ محل کیا ، ہمیں تو بابک فتح کرنا ہے ۔ اس نے اب جو روش اختیار کی ہے اسے نہ فراموش کیا جا سکتا ہے نہ معاف کیا جا سکتا ہے۔

سامان :- بے شک ــــــ اس کے بڑھے ہوئے حوصلوں کا فوراً توڑ ہونا چاہیے۔

افشین :- (پہلو بدلتے ہوئے) اچھا اب تم جا سکتے ہو ، لیکن لشکر سے باہر نہیں ، جب تک مجھ سے اجازت نہ لے لو یہاں سے باہر قدم مت نکالنا "

سامان :- ایسا ہی ہو گا - میں یہاں گرفتاری کی زندگی بسر کرنے کو خوشی سے تیار ہوں ، تاکہ آپ اندازہ کریں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ غلط نہیں ہے ــــــ لیکن ایک استدعا میری بھی ہے امید ہے اسے آپ شرفِ قبول عطا کر مجھے ممنون فرمائیں گے "

افشین :- "ضرور تمہاری بات مانی جائے گی ــــــ کہو "

سامان :۔ "ضرغام کو یہ نہ پتہ چلے کہ میں یہاں ہوں اگر اسے میری موجودگی کا پتہ چل گیا تو یہ سارا کھیل بگڑ جائے گا اور میری سوچی ہوئی تمام تدبیریں چوپٹ ہو جائیں گی "

افشین :۔ بالکل بے فکر رہو ــــــ تم یہاں ایک خزانہ کی طرح ہو۔ جس کی ہر قیمت پر حفاظت کی جاتی ہے "

پھر افشین نے دستک دی۔ فوراً ایک غلام حاضر ہوا افشین نے اس سے کہا "یہ ہمارے خاص مہمان ہیں انکی نگہداشت میں کسی طرح کی کوتاہی نہ ہونے پائے "

سامان وہاں سے رخصت ہوا تو بہت خوش تھا۔

اب جاکر اسے موقع ملا تھا۔ بانو سے انتقام لینے کا، صرف اس سے نہیں بے گناہ ضرغام سے بھی۔ اس کا خیال تھا کہ ایک تیر میں دونوں شکار ہو جائیں گے۔ بانو گرفتار ہو کر افشین کی قید میں آجائے گی اور ضرغام میدانِ جنگ میں قتل کر دیا جائے گا اور وہ آبائی جائداد جس سے مرزبان نے اُسے محروم کر دیا تھا، بانو کی بجائے اُسے مل جائے گی

دل میں اس طرح کی باتیں سوچتا اور ایسے خیالی پلاؤ پکاتا وہ اپنے خیمہ میں پہونچ گیا۔

باب ۔ ۶۷

پہلی ملاقات

سامان کو رخصت کرنے کے بعد افشین خیالات میں غرق ہوگیا سامان کا جہاں تک تعلق تھا وہ اس کی طرف سے مطمئن تھا کہ یہ لالچ اور طمع کے ماتحت آیا ہے ۔ باپ نے بانو کو سب کچھ دیدیا اور اسے کچھ نہیں دیا لہذا پیچ و تاب کھا رہا ہے اور حصول جائیداد کے لئے سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہے لیکن ضرغام ——— ؟ یہ کمینہ بانو سے محبت کرتا ہے اور وہ بیوقوف چھوکری بھی اس سے محبت کرتی ہے ۔ جب تک یہ میرے راستہ سے نہ ہٹ جائے ، بانو نہیں مل سکتی ! میں بذ پر حملہ کروں ، بابک کے لشکر کو شکست دے دوں ، بابک کو گرفتار کرلوں تو بھی وہ میری نہیں ہوگی ، جب تک ضرغام زندہ ہے ——— !

لیکن معلوم ہوتا ہے قدرت مجھ پر مہربان ہے ۔ مہربان نہ ہوتی تو ضرغام اپنے مقتل کی طرف نہ آتا ، یہ اسی کا فضل ہے ۔ واقعی وہ قتل ہونے آیا ہے ۔ سامرا میں یا کسی دوسرے مقام پر اس اقتدار اور اختیار کے باوجود جو مجھے

حاصل ہے ضرغام کا قتل کرنا آسان نہیں تھا۔ لیکن یہاں اسے ہلاک کردینا اتنا ہی آسان ہے جتنا ایک چیونٹی کو چٹکی سے مسل دینا۔ اب وہ بچ نہیں سکتا میرے ہاتھ سے وہ ضرور قتل ہوگا۔

"اور ضرغام کے قتل ہونے کے بعد ———

بانو میری ہوگی۔ پھر اس کی آس ٹوٹ جائے گی۔ میرے سوا اس کا اور کوئی سہارا نہ ہوگا۔ پھر وہ میری پناہ میں آجائے گی۔ میرا سہارا ڈھونڈے گی میرے انتقامات کی زد میں ہوگی"

میں نے ابھی مراان سے کہا تھا میں بانو سے انتقام لوں گا، لیکن یہ صرف ایک بات تھی جو آمدِ سخن میں میرے منہ سے نکل گئی۔

"بانو سے انتقام کون لے سکتا ہے ——— ؟ وہی جس کے سینہ میں دل کی بجائے پتھر ہو"

میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اس کے حسن و جمال نے مجھے گرویدہ کرلیا ہے۔ میں اس سے انتقام نہیں لے سکتا، صرف محبت ہی کرسکتا ہوں"

بڑی دیر تک وہ اسی طرح کی باتیں سوچتا رہا دوسرے قائد اور سالار جنگ کے پروگرام بناتے رہے۔ جنگ شروع کر دینے پر زور دیتے رہے جعفر خیاط اور احمد خلیل کا اصرار تو حد سے تجاوز کر رہا تھا، لیکن وہ ٹالتا رہا، تاخیر سے کام لیتا رہا اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ جب تک ضرغام نہیں آجاتا کچھ نہیں ہوگا، وہ قربانی کا بکرا ہے اسے اکسا کر سب سے پہلے میدانِ جنگ میں بھیجوں گا اور جب میری تدبیر اور اپنی بے تدبیری سے وہ ہلاک ہوجائے

گا تب بڑھ پر فیصلہ کن حملہ کروں گا،

اور آخر ایک روز افشین کا شکار —— ضرغام —— آہی گیا،

افشین کو جب اطلاع ملی کہ ضرغام اپنے فرغانہ کے نوجوانوں کا دستہ لے کر لشکر میں پہونچ چکا ہے تو وہ ٹھہر گیا اس نے اپنے آدمی کو ہدایت کی کہ اسے شایانِ شان طریقہ پر ٹھہرایا جائے۔ دوسرے روز اس سے ملاقات کی جیسے ایک سالارِ اعلیٰ دوسرے سالار سے ملتا ہے۔ افشین نے کہا۔

"ضرغام تم آگئے! ہم خوش ہیں کہ تم نے قصر کی پر تکلف اور آرام دہ زندگی ترک کر کے جنگ و پیکار کی زندگی اختیار کی ہے، تمہارے اخلاص وفاداری سے ہمیں امید ہے کہ تم یہاں کام کروگے اور ایسے کارنامے انجام دوگے، جو تمہارے نام کو روشن رکھیں گے"

ضرغام نے جواب میں کہا

"یہ آپ کی حوصلہ افزائی ہے ورنہ "من آنم کہ من دانم" بہر حال یہاں آنے کا مقصد یہی ہے کہ میں اس جنگ میں اپنی صلاحیتیں صرف کردوں، اگر خدا نے کامیابی عطا فرمائی تو اپنے آقا کے سامنے سرخرو ہو کر پہنچوں گا۔ ورنہ شہادت کی نعمت تو حاصل کر کے ہی رہوں گا۔

ان باتوں سے افشین نے اندازہ کر لیا کہ سامان اس کے بارے میں جو کچھ کہتا تھا وہ کچھ غلط نہیں تھا۔ واقعی یہ شخص زندگی سے ہاتھ دھو کر اس طرف آیا ہے اسے زندگی نے مایوس کر دیا ہے۔ اس کے لئے اب زندگی میں کوئی لطف نہیں۔ یہ مرنا چاہتا ہے اور میں ضرور اس کی یہ خواہش پوری

کر دوں گا۔"

افشین نے ضرغام کی کیفیت کو بظاہر نظر انداز کیا اور اسے الکساتے ہوئے کہا

"ہاں ٹھیک ہے۔ شہادت بھی ایک بہت نعمت ہے اور کون مسلمان ہے یہ نعمت حاصل نہ کرنا چاہے؟ لیکن تم جیسے بہادر اور شجاع شخص کی زبان سے یہ لفظ اچھا نہیں لگتا۔

ضرغام نے پوچھا "کیا بہادر اور شجاع آدمی کو شہید نہیں ہونا چاہیے؟"

افشین نے جواب دیا

"خود بخود شہادت مل جائے تو اسے نعمت سمجھ کر قبول کر لینا چاہیے لیکن کوشش مرنے کی بجائے زندہ رہنے کی کرنی چاہیے تم بہادر ہو، شجاع ہو، مرد میدان ہو تم جیسے لوگ اگر شہید ہو گئے تو فتح و نصرت کن لوگوں کے حصہ آئے گی؟"

ضرغام نے کہا

"میں دین حق کی خدمت اور خدمت اسلامیہ کی جاں نثاری کے لئے میدان میں آیا ہوں جو کچھ نتیجہ ہو گا خدا کے ہاتھ میں ہے کوشش یہی ہے کہ پیٹھ نہیں موڑوں گا۔"

افشین، "یہ ہمیں یقین ہے ——— اور حقیقت یہ ہے کہ تم ٹھیک اس موقعہ پر آئے ہو جب ہم تمہاری ضرورت محسوس کر رہے تھے اس لئے کہ میرے سالارانِ لشکر میں ایک متنفس بھی ایسا نہیں ہے جو تمہاری طرح جیالا اور منچلا ہو، جو

خطرات سے کھیلتا ہو، موت کو خاطر میں نہ لاتا ہو اور تاک کر ایسی جگہ پہنچتا ہو جہاں لوگ جاتے ہوئے ہچکچاتے ہوں۔"

ضرغام :۔ آپ کے بارے میں بعض لوگوں کو شکایت ہے کہ آپ تاخیر سے کام لے رہے ہیں اور جنگ کو شروع کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں! خود میرا بھی یہی خیال تھا۔ لیکن یہاں آکر میں نے دشمن کی حصار بندیاں دیکھیں، کمین گاہوں کا معائنہ کیا اور دشوار گزار راستے دیکھے تو میں یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ آپ نے جو کچھ کر لیا ہے وہ بہت ہے کوئی دوسرا شخص اگر آپ کی جگہ ہوتا تو وہ اتنا بھی نہیں کر سکتا تھا۔

افشین :۔ اب تم آگئے ہو۔ اب میرا حوصلہ بڑھ گیا ہے اب دیکھیں کیا ہوتا ہے؟"

ضرغام :۔ جی ہاں! میں حاضر ہو گیا ہوں، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ میں اس سے زیادہ کچھ کر سکوں گا جو آپ کر چکے ہیں۔ میں تو اس جذبہ کے ساتھ آیا ہوں کہ شریک جنگ کی سعادت میرے حصّہ میں آجائے۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ ان مورچوں پر یورش کروں گا جو سب سے زیادہ خطرناک تسلیم کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا آپ مجھے یورش اور یلغار کا جب حکم دیں تو میری اس استدعا کا ضرور خیال رکھیں یہ میری عاجزانہ استدعا ہے"

اب تو افشین کو ماہان کی بات کا پورا پورا یقین ہو گیا۔ اس نے سوچا واقعی یہ شخص جان سے بیزار ہو رہا ہے اس کے اس جذبہ سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ہلدی لگے نہ پھٹکڑی اور رنگ چوکھا آئے یہ ہلاک بھی ہو جائے

اور مجھ پر کوئی آنچ بھی نہ آنے پائے۔ کسی طرح کا الزام بھی نہ لگ سکے اس نے ضرغام کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا

"خدا تمہارے اس نیک اور سعید جذبہ کو قائم رکھے جنگ شروع کرنے کی ہمیں فی الحال ایسی کوئی جلدی نہیں ہے۔ سفر کی ماندگی دور کرلو ذرا آرام کرلو پھر جنگ تو ہوتی ہی رہے گی"

ضرغام "آپ میری ماندگی کا ذرا بھی خیال نہ فرمائیں نہ میرے آرام کی فکر کریں آپ حکم دیں میں تعمیل کردوں گا"

افشین "(مسکراتے ہوئے)" ارے بھائی یہ بھی ہو جائے گا ——— یہ تو بتاؤ سامرا کا کیا حال ہے ؟"

ضرغام "ٹھیک ہے، دعا ہے آپ کی"

افشین "امیر المومنین تو بخیریت ہیں ؟"

ضرغام "جی ہاں، خدا کا شکر ہے وہ بخیر و عافیت ہیں"

افشین "عام حالات کیا ہیں ؟"

ضرغام "درست ہیں ——— البتہ لوگ جنگ آرمینیا کی طوالت اور تاخیر سے ذرا چڑے ہوئے ہیں۔ وہ اسے جلد از جلد انجام تک پہونچا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں"

افشین "یہ بھی ہو رہے گا ——— دیر آید درست آید !"

ضرغام "جی ہاں، یہ تو ٹھیک ہے"

افشین "تو کیا وہاں کے لوگ بھی مجھ سے خفا ہیں ؟"

ضرغام "جی نہیں ۔ سب آپ کی حسن تدبیر کے قائل ہیں "

افشین "(متبسم ہوکر) "نہیں ! وہ قائل ہوتے تو تم نہ آتے ؟

ضرغام "جی یہ بات نہیں ہے ، میں تو صرف شوقِ شہادت لیکر آیا ہوں "

افشین "(بزرگانہ انداز میں) پھر وہی شہادت ؟

ضرغام "یہ میری آرزو ہے "

افشین "ہم نے فیصلہ کرلیا ہے کہ کل سے جنگ کا آغاز کردیں "

ضرغام "(خوش ہوکر) بڑا مبارک فیصلہ ہے "

افشین "جنگ تو کل ہوگی ——— آؤ ذرا آج لشکر کا معائنہ کرلو ۔ دیکھو ہم نے کس طرح خندقیں کھدوائی ہیں ۔ کیسے قلعے تیار کئے ہیں کس طرح کمین گاہیں بنائی ہیں "

ضرغام "ضرور ضرور ، تشریف لے چلئے ، میں آپ کے ساتھ ہوں "

افشین "ویسے تم خود بھی ہماری دفاعی اور ہجومی تیاریاں کسی نہ کسی حد تک دیکھ چکے ہوگے

ضرغام "جی ہاں ——— جو پناہ گاہیں آپ نے بنائی ہیں اور جس انداز سے خندقوں کی کھدائی کی ہے وہ ایک معجزہ معلوم ہوتا ہے "

دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور سارے لشکر کا ایک چکر لگا ڈالا ، اثنائے راہ میں ٹھہر ٹھہر کر وہ استحکامات دیکھے ، جو جنگ کے سلسلہ میں قائم کئے گئے تھے ضرغام نے دیکھا کہ ہماری فوج کی بھی جنگی تیاریاں اوجِ کمال پر پہونچی ہوئی ہیں ۔

اس بات سے اُسے خوشی ہوئی۔ لیکن یہ سمجھ میں نہ آیا کہ پھر جنگ کیوں نہیں شروع ہوئی۔

ضرغام نے کہا، اتنے بڑے لشکر۔ اتنے اچھے استحکامات۔ اتنی تیاریوں کے بعد بھی جنگ شروع نہ ہو سکی اب تک۔ اس پر مجھے سخت حیرت ہوئی ہے"

افشین:۔ "تاخیر کیوں ہوئی اس کا ایک سبب ہے اور وہ میں تمہیں آج نہیں بتا سکتا۔ کل ہی بتاؤں گا"

ضرغام:۔ اب سبب اور علت معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے کام شروع ہونا چاہیے اور بغیر کسی تاخیر کے توعیر کے دشمن کے سر پر ٹوٹ پڑنا چاہیے"

افشین:۔ "یہ تو ہوگا، لیکن تاخیر بھی بے وجہ نہیں تھی"

یہ کہہ کر افشین اپنے خیمہ میں چلا گیا اور ضرغام اپنے خیمہ میں واپس آگیا۔

باب ۶۸

وہ ہم سے بھی زیادہ آشنائے دردِ غم نکلے!

ضرغام جب اپنے خیمہ میں پہنچا تو دردان اس کا منتظر تھا اگرچہ دردان ضرغام کا حد سے زیادہ احترام کرتا تھا۔ لیکن ضرغام اس سے اپنے بھائی اور دوست کی حیثیت سے پیش آتا تھا۔ ضرغام نے دردان کو افشین سے ملاقات کا سارا واقعہ سنا دیا اور کہا

"افشین نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ بہت جلد جنگ کا آغاز کر دیں گے، ممکن ہے کل ہی!"

دردان "یہ تو آپ بڑی اچھی رائے لائے ہیں، خدا کرے یہ وعدہ واقعی کل تک شرمندۂ تکمیل ہو جائے"

ضرغام "امید تو یہی ہے"

دردان "آپ کے آنے کے بعد، وہ تاخیر سے کام لے بھی نہیں سکتا؟

ضرغام "میں نے اس سے نیاز مندانہ طور پر التجا کی ہے کہ سب سے زیادہ خطرناک مورچہ میرے سپرد کر دے —————— اس نے قبول

بھی کرلیا ہے۔ اب اگر میں وہاں سے زندہ واپس نہ آؤں، تو میری بوڑھی اور نابینا ماں کی رکھوالی تمہارے ذمہ ہوگی۔ اس دنیا میں میرے سوا ان کا کوئی سہارا نہیں ہے۔ تم پر میں ایک دوست اور بھائی کی طرح بھروسہ کرتا ہوں۔ امید ہے تم میرے اعتماد کو قائم رکھو گے

یہ کہتے کہتے ضرغام کا گلا رندھ گیا۔ لیکن بہت جلد اپنی کیفیت پر غالب آ گیا اس نے سلسلہ سخن جاری رکھتے ہوئے کہا

"اور ہاں! یاقوتہ کا بھی خیال رکھنا اگر حماد مل جائے تو اس کے سپرد کر دینا!"

پھر ذرا رکتے ہوئے وہ گویا ہوا

یا تو جانے کہاں ہے۔ میرے کام آنے کے بعد اگر وہ کہیں مل جائے تو اُسے بتا دینا کہ اس کے فراق نے زندگی کو میرے لئے ایک بوجھ بنا دیا تھا اور اس بوجھ کو آخر کار میں نے اتار پھینکا۔

دردان نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا

آپ مجھے وصیت کرنے کی زحمت کیوں اٹھا رہے ہیں؟ آپ نہ رہے تو میں کب رہوں گا۔ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد میں زندگی کے مزے لوٹنے کے لئے زندہ رہوں گا۔ یاقوتہ کے لئے ایسا نہیں ہو سکتا اگر آپ کو مرنا ہے تو بندہ کسی طرح پیچھے نہیں رہ سکتا!"

ضرغام:۔ دردان! دردان!

دردان:۔ میں تو کب کا زندگی کو داغ مفارقت دے چکا ہوتا۔ وہ

تو کیسے آپ مل گئے ۔ آپ کے روپ میں میں نے ایک بہت اچھا انساں پایا اچھا اور اونچا ۔جی چاہا ، کچھ دن اس کے قدموں میں گزارلوں ——— ورنہ میں کہاں اور زندگی کہاں ؟

ضرغام :۔ میرے دوست خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو ،

دردان :۔ آپ جو چاہیں کہیں اور میں کچھ نہ کہوں ——— اتنا ظلم تو نہ کیجئے ۔

ضرغام :۔ میں زندگی سے بیزار ہوں اس کی ایک وجہ ہے سبب ہے ، لیکن تم کیوں بیزار ہو زندگی سے ———؟

یہ سن کر دردان کی آنکھوں میں آنسوؤں کے دو بڑے بڑے قطرے ڈھلک کر رخسار پر آگرے ۔ اپنی اس کمزوری پر وہ شرمندہ ہوگیا پھر اس نے کہا

" میں آپ سے زیادہ ناکام ہوں ۔ میری یاس آپ سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے ۔ زندگی جتنا بوجھ آپ کے لئے ہے اُس سے کہیں زیادہ میرے لئے ہے ۔ فرق صرف یہ ہے کہ میں آپ کی مصیبت کا ، آپ کا حال جانتا ہوں ، آپ میرے حال ، میری مصیبت سے بالکل ناواقف ہیں "

ضرغام :۔ آج پہلی مرتبہ یہ باتیں تم سے سننے میں آرہی ہیں ۔ ورنہ مجھے تو کچھ معلوم نہیں "

دردان :۔ آپ ویسے ہی کیا کم پریشان ہیں کہ میں اپنی کتھا سنا کر

آپ کو اور زیادہ پریشان کرتا "

ضرغام : "بہرحال اب بات چھڑ چکی ہے تو پوری کہانی سنا دو "

دردان : "وقت ملے گا تو سنا دوں گا ، پہلے تو ہمیں کل کا مرحلہ سر کرنا ہے "

ضرغام : " اچھی بات ہے دعا کرو ، خدا ہمیں کامیاب کرے ۔ تم میرے ساتھ چلنا "

دردان : " ضرور چلوں گا ، سر آنکھوں پر چلوں گا "

باب ۔ ۶۹

سپاہی کا فیصلہ

افشین نے ساری رات کروٹیں بدلتے گزار دی ، ساماں کو بھی اس نے اپنے خیمہ میں بلا لیا تھا دونوں میں سے کوئی بھی ساری رات نہیں سویا دونوں مل کر یہ پروگرام بناتے رہے کہ ضرغام کو کس طرح ہلاک کیا جائے ، کس طرح راستہ سے ہٹایا جائے ؟ جب تک یہ ہلاک نہیں ہو جاتا۔ اس وقت تک کوئی تدبیر بھی حصول مقاصد کے سلسلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی ' نہ بالو مل سکتی ہے نہ اُس پر قبضہ کیا جا سکتا ہے "

صبح صبح ضرغام افشین کے پاس حسب وعدہ پہونچا ۔ وردان اس کے ساتھ تھا ۔ ضرغام تو اندر خیمہ میں داخل ہو گیا وردان باہر کھڑا رہا۔ اس وقت افشین بالکل تنہا بیٹھا تھا۔ ساماں کو وہ دوسرے خیمہ میں رخصت کر چکا تھا ضرغام کو دیکھتے ہی افشین اٹھ کھڑا ہوا ۔تپاک اور گرم جوشی سے اس نے مصافحہ کیا اپنے پاس بٹھا لیا ۔خیریت دریافت کی ،مزاج پوچھا

ضرغام نے حسب موقع جواب دیا پھر سوال کیا

ہکیے حملہ کے بارے میں آپ نے کیا فیصلہ کیا ؟

افشین نے اپنے چہرے پر رنج و الم کی کیفیت طاری کرتے ہوئے جواب دیا

"ابھی نہیں ———"

ضرغام :" کیا آپ نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا ہے آپ تو آج ہی حملہ شروع کرنے والے تھے ۔"

افشین :(آہ سرد بھر کر) " کیا کروں میرے عزیز ——— تاخیر اتنی ذلت بخش نہیں ہے جتنی شکست ———"

ضرغام :" لیکن آپ کے راستے میں دشواری کیا ہے ؟"

افشین :" میں ساری رات یہی سوچتا رہا ۔ لیکن تقاضائے مصلحت یہی نظر آیا کہ حملہ ملتوی رکھوں "

ضرغام :" لیکن آخر کیوں ؟

افشین :" آؤ ! میں تمہیں بتاتا ہوں ———"

ضرغام اُٹھ کھڑا ہوا ، افشین اسے لے کر خیمہ کے دروازے پر آیا اور کہا " یہ دیکھو ۔ یہ ہے بذ " دیکھتے ہو اس کے استحکامات کس غضب کے ہیں ،

ضرغام :" ہاں دیکھ رہا ہوں ۔

افشین :" اس شہر پر ہم سامنے سے حملہ نہیں کر سکتے صرف عقب سے حملہ آور ہو سکتے ہیں "

ضرغام: "ٹھیک ہے۔ تو بھی ہم عقب سے حملہ کریں گے حملہ بہرحال کرنا ہے ہمیں"

افشین: "(اشارہ کرتے ہوئے) اس قلعہ کو دیکھتے ہو؟"

ضرغام: "ہاں دیکھ رہا ہوں"

افشین: "یہ ہمارے راستہ کا پتھر ہے ــــــ اگر اس ٹیلہ کے پیچھے ہم کسی طرح پہنچ جائیں تو بڑی آسانی سے جیت سکتے ہیں لیکن وہاں تک پہنچنے کا راستہ اتنا دشوار گزار اور ناقابل گزر ہے کہ کوئی بڑی فوج لے کر اسے عبور نہیں کیا جا سکتا اور چھوٹے چھوٹے دستے اتنی سکت اپنے اندر نہیں پاتے کہ وہاں تک چلے جائیں"

ضرغام: "کیوں؟ ــــــ کیوں ہمت نہیں پاتے سپاہی کو لڑنے کے لئے تعمیل حکم سے کام ہے یا صلاح ومشورہ سے؟"

افشین: "میں زور یوں نہیں دیتا کہ وہاں جانے والوں کے لئے موت قطعی ہے اور ایسے موقعوں کے لئے فوجی اصول بھی ہے کہ رضاکاروں کو بھیجا جاتا ہے حکم دے کر سپاہیوں کو نہیں بھیجا جاتا۔ جو دستہ بھی جائے گا اس پر اوپر سے تیر برسیں گے۔ منجنیق کے ذریعہ آگ برسائی جائے گی۔ بڑے بڑے پتھر لڑھکائے جائیں گے۔ کمین گاہوں سے دشمن کے سپاہی نکل کر حملہ کریں گے اور چھاپہ ماریں گے آگے چل کر وادی ہے ممکن ہے۔ وہاں دشمن کی فوج بھی ہو۔ ایسے مستحکم خطرات کی موجودگی میں کون وہاں جائے گا اور اپنی جان جوکھوں میں ڈالے گا"

ضرغام :۔ تو آپ اتنے فکرمند کیوں ہیں ؟

افشین :۔ اس لئے کہ جب تک یہ مرحلہ طے نہیں ہو جاتا ، ہم قبضہ نہیں کر سکتے اور اس کے طے ہونے کی بظاہر کوئی امید نظر نہیں آتی ۔"

ضرغام :۔ (ایک عزم کے ساتھ) میں جاؤں گا ــــــ یہ مورچہ آپ میرے سپرد کر دیں ۔"

افشین :۔ اگر ایسا ہو تو ہماری فتح یقینی ہے ۔ ہر طرف سے ہمارے سپاہی دشمن کی فصیل پر ٹوٹ پڑیں گے اور اس طرح سے مقابلہ دشمن کے لئے قطعاً ناممکن ہو گا ۔"

ضرغام :۔ بس تو پھر میں چلا ۔

افشین :۔ نہیں میرے عزیز نہیں ۔ میں تمہیں جانے نہیں دونگا ۔

ضرغام :۔ کیوں ــــــ آپ مجھے کیوں نہیں جانے دیتے ؟

افشین :۔ میں کس دل سے تمہیں موت کے منہ میں دھکیل دوں ؟

ضرغام :۔ یقین کیجئے مجھے موت زندگی سے زیادہ عزیز ہے ۔"

افشین :۔ میں امیر المومنین کو کیا جواب دوں گا ؟

ضرغام :۔ وہ میرے اس جذبے سے واقف ہیں ۔ میں ان سے اجازت لے کر آیا ہوں ۔"

افشین :۔ میں خود بھی تو تمہیں بہت عزیز رکھتا ہوں ۔"

ضرغام :۔ میں آپ کی اس بندہ نوازی کا معترف ہوں ۔ لیکن

اس کام کے لئے مجھے نہ روکیئے، اگر آپ نے روکا تو ابھی اس تلوار سے اپنا کام تمام کرلوں گا۔"

افشین :۔ "اچھا اگر تم نہیں مانتے تو تمہیں اختیار ہے لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ سوچ لو!"

ضرغام :۔ "سوچ لیا۔ اب آپ اجازت دیں ——— اور یہ بتائیے حملہ کب ہوگا ؟

افشین :۔ "جب تم چاہو ؟"

ضرغام :۔ "تو پھر آج رات اس کام کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے میں اس ٹیلہ کی طرف سے جاتا ہوں۔ اگر میں کامیاب ہو جاؤں اور شہر میں داخل ہو جاؤں تو آپ اپنی ساری فوج لے کر ٹوٹ پڑیئے ———"

افشین :۔ "ایسا ہی ہوگا ——— لیکن ایک مرتبہ پھر سوچ لو بہت بڑے خطرے سے دوچار ہو رہے ہو۔"

ضرغام :۔ "جی ہاں مجھے اس کا اندازہ ہے۔ میں نے سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا ہے ——— اچھا اب مجھے اجازت دیجئے۔"

افشین :۔ "تم جا سکتے ہو۔ جاؤ خدا تمہیں کامیاب کرے۔"

ضرغام :۔ "آمین ——— انشاء اللہ اب کل ملاقات ہوگی ——— یہاں نہیں بابک کے شہر میں ——— اس کے قلعہ میں!"

افشین :۔ انشاء اللہ ——— اگر تم جیسے دس آدمی میرے پاس اور ہوتے تو میں ساری دنیا فتح کر لیتا !"

... MUSLIM GIRLS SEC. SCHOOL LIBRARY
A. No. 36
Date 1.1.84

باب ۔ ۷

چال

ضرغام ، افشین سے رخصت ہو کر اپنے خیمہ میں چلا گیا اس کے جاتے ہی سامان پھر واپس آگیا اس نے کہا
" میرے آقا ! میں ساری باتیں سن رہا تھا "
افشین :" اسی لئے ہم نے تمہیں پیچھے کے خیمہ میں ٹھہرایا تھا "
سامان :" آپ کو اب تو میری بات کا یقین آیا ؟ "
افشین :" ہم تمہیں جھوٹا نہیں سمجھتے ——— ضرغام کو اس کی موت یہاں لائی ہے ۔ وہ ہرگز اس خطرناک ٹیلہ کو سر نہیں کر سکتا ، ناکام ہوگا ، مارا جائے گا ۔
سامان :" بے شک ——— اور ایک اور بات پر بھی آپ نے غور کیا ؟
افشین :" کون سی بات ؟
سامان :" یہ احمق ضرغام ، جوش جہاد میں اتنا مست ہے کہ اسنے

یہ بھی نہیں سوچا کہ ٹیلہ کو راستہ کیا ہے ؟

افشین :۔ (مسکراتے ہوئے) ہاں، واقعی ——— اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ وہاں تک پہنچ بھی نہیں پائے گا۔ راستہ ہی میں مارا جائے گا۔ بابک کے چھاپہ مار دستے کے لوگ اسے وہاں پہنچنے سے پہلے ختم کر دیں گے "

سامان :۔ اور کیا ——— بالکل یہی ہوگا

افشین :۔ (متبسم ہو کر) اچھا ہے خس کم جہاں پاک "

سامان :۔ اس طرح آپ کے راستے کا پتھر ہٹ جائیگا "

افشین :۔ ہاں ——— ہمیشہ کے لئے "

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ وہاں جب ضرغام اپنے خیمہ میں پہنچا، تو دردان کو اپنا منتظر پایا۔

ضرغام نے خوشی خوشی کہا " سارے معاملات طے پا گئے آج ——— دردان اب تیاری کرو۔!

دردان :۔ بہت اچھا ہوا۔ لیکن کیا طے پایا؟ یہ بھی تو بتایئے !"

ضرغام نے وہ ساری گفتگو دہرادی۔ جو اس سے اور افشین سے ہوئی تھی۔ پھر بڑے اطمینان سے کہا

" آج رات کو ٹیلہ کی اوٹ سے ہم بذ پر حملہ کریں گے اور یقیناً اسے فتح کرلیں گے۔ اس لئے کہ اس طرف دشمن نے کوئی خاص تیاری نہیں کی ہے "

دردان :۔ لیکن کس طرف سے آپ حملہ آور ہوں گے ؟"

ضرغام :۔ "ٹیلہ کی اوٹ سے ۔ بلبب غزنی کی طرف ہم بڑھیں گے، اس طرف بابک کا محل ہے بس اب دو ہی راستے ہیں ۔ تخت یا تختہ، فتح یا موت ——— اور یہی مقصود ہے ۔!

دردان :۔ (کچھ سوچتے ہوئے) کیا آپ ٹیلہ کے راستے سے بھی واقف ہیں ؟

ضرغام :۔ راستے سے تو واقف نہیں ہوں پہلی بار اس دیار میں، میں نے قدم رکھا ہے ۔ لیکن اس کا کوئی خاص راستہ ہے ؟

دردان :۔ آپ اگر ناک کی سیدھ اس کی طرف بڑھے تو خاصا طویل راستہ آپ کو طے کرنا پڑے گا اور یہ راستہ آپکو کامیابی کی منزل سے دور کر دیگا کیونکہ قدم قدم پر آپ کو لڑائی کرنا پڑے گی اور بہت ممکن ہے آپ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکیں ۔"

ضرغام :۔ "تعجب ہے ؟ "

دردان :۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے ؟

ضرغام :۔ افشین نے یہ بات کیوں نہیں بتائی ؟

دردان :۔ یہ وہی بہتر جان سکتے ہیں لیکن کسی دوست سے ایسی توقع بھی نہیں کی جا سکتی، یہ رائے تو وہی دے سکتا ہے جو یہ چاہتا ہو کہ آپ یہاں سے قطعاً واپس نہ آسکیں ۔"

ضرغام :۔ یہ تو بہت برا ہوا سارا پروگرام الٹ ہوا جا رہا ہے ۔"

دروان :۔ نہیں یہ بات تو نہیں، آپ نے جب ارادہ کر لیا ہے تو انشاءاللہ وہ پورا ہو گا "

ضرغام :۔ کیا تم اس کے مختصر راستے سے واقف ہو؟

دروان :۔ "جی بہت اچھی طرح "

ضرغام :۔ بس تو پھر کاہے کی فکر! تم ہمارے رہبر ہو گے، تم آگے آگے ہم پیچھے پیچھے۔ آپ ساری تیاریاں جلد از جلد مکمل کریں تاکہ کمی باقی نہ رہے۔

دروان :۔ بہت خوب ——— ایسا ہی ہو گا ——— آپ مطمئن رہیں "

ضرغام :۔ "ہم چاہتے ہیں کہ شام ہوتے ہی چل پڑیں اور عشا کے وقت بلد میں داخل ہو جائیں اور دشمن پر اچانک دھاوا بول دیں "

دروان :۔ بہتر ——— میں جاتا ہوں۔ آپ کا پیام فرغانہ کے مسلمانوں تک پہنچائے دیتا ہوں۔

ضرغام :۔ وہ انشاءاللہ بالکل تیار ملیں گے۔ ان نوجوانوں پر مجھے ناز ہے ان سے اگر میں کہوں کہ آگ میں کود پڑو تو بے تامل کود پڑیں گے ذرا بھی نہیں ہچکچائیں گے "

دروان :۔ میں جانتا ہوں میرے آقا نے اپنے آدمیوں کا دل موہ لیا ہے روح خرید لی ہے، جسم پر قبضہ کر لیا ہے وہ چند سو ہیں لیکن ہزاروں پر بھاری ہیں افشین کے پاس اگر ایسے کچھ آدمی اور ہوتے تو وہ —؟ "

ضرغام :۔ (مسکراتے ہوئے) "تو وہ ساری دنیا کو فتح کر لیتا۔ کیوں؟

درردان :۔ "بے شک!"

ضرغام :۔ "یہی وہ آج کہہ رہا تھا"

درردان :۔ "بہت دنوں کے بعد اُس نے سچی بات کہی ہے۔ ممکن ہے اُس نے طنز سے کہی ہو۔ لیکن اس کے صحیح ہونے میں شبہ نہیں آج رات بذ کے رہنے والے دیکھ لیں گے کہ فرغانہ کے جیالے نوجوان کس طرح حملہ کرتے اور کیوں کر دشمن کو شکست دیتے ہیں"

ضرغام :۔ "لیکن درردان! اب زیادہ باتیں نہ کرو، جاؤ انہیں تیار رہنے کی ہدایت کردو۔ پھر فوراً واپس آؤ اور شام ہوتے یہاں سے چل پڑو۔"

درردان نے تعمیلِ ارشاد میں گردن جھکا دی اور فرغانہ کے نوجوانوں کو تیار ہونے کی اطلاع دینے چلا گیا۔

یہاں تو یہ تیاریاں ہو رہی تھیں اور وہاں افشین اپنے خیمہ میں بیٹھا سامان سے باتیں کر رہا تھا اور ان باتوں کا موضوع صرف یہ تھا کہ ضرغام اپنے ساتھیوں سمیت کب ہلاک ہوتا ہے اور اس کے ہلاک ہونے کی اطلاع ملتی ہے؟ سامان پیش گوئیاں کر رہا تھا اور افشین ایک عقیدت مند کی طرح سن رہا تھا۔

باب ۔ ۱۷

ضرغام گرفتار ہو گیا

دردان کی رہنمائی میں ضرغام اپنے فرغانی نوجوانوں کو لے کر آگے بڑھا ٹیلہ کو پیچھے سے پار کرکے یہ لوگ ایسی جگہ پہنچ گئے۔ جہاں سے بذ کا منظر صاف نظر آ رہا تھا، مغرب کی جانب یہ لوگ ایک جگہ پڑاؤ کر گئے، جب رات ہوگئی اور ہر سو تاریکی چھا گئی، تو ضرغام نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ بالکل چوکس رہیں اور ایک اشارہ پر حملہ کرنے کو تیار رہیں پھر وہ دردان کے ساتھ ایک کمین گاہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ بذ کی طرف دیکھا تو اُسے دور سے متعدد اطراف سے روشنی جھلملاتی ہوئی نظر آئی۔ ضرغام کو معلوم تھا۔ بذ کے حالات سے دردان اچھی طرح واقف ہے وہ اُس سے پوچھنے لگا

"یہ روشنی کیسی جھلملا رہی ہے؟"

دردان نے جواب دیا "بابک کے محل کی یہ روشنی ہے اور دوسری طرف روشنی کی جو چمک نظر آ رہی ہے یہ بابک کا قصر نساء ہے اس میں اس کے حرم کی عورتیں ہیں ——— انشاء اللہ عنقریب ہم اُسے فتح کرلیں گے۔

ورنہ انہی دیواروں کے نیچے جان دیدیں گے

ضرغام نے ٹکٹکی لگائے ہوئے قصرِ بابک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ ہے بابک کی عشرت گاہ!"

درداں: "جی ہاں ـــــ آپ نے بالکل صحیح لفظ "عشرت گاہ" استعمال کیا ہے۔ بڑا عیاش آدمی ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد صرف عیاشی ہے اور کچھ نہیں!"

ضرغام: "لیکن تمہی نے تو یہ بتایا تھا کہ اب بابک اپنے افعال سے تائب ہو گیا ہے، اور ایک صاحبِ فہم و تدبیر عورت اس پر حاوی ہو گئی ہے ـــــ کیا تم نے نہیں کہا تھا؟"

درداں: "جی ہاں، میں نے کہا تھا اور بالکل صحیح کہا تھا ـــــ لیکن وہی بات ہے کہ چور چوری سے جاتا ہے، ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ وہ عورت لاکھ اس پر حاوی ہو لیکن عمر بھر کی عادتیں ایک دم تو نہیں چھوٹ جایا کرتیں۔ البتہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ عورت ہے بڑی دور اندیش اور مدبر ورنہ بابک ایسے آدمی کو قابو میں کرنا آسان نہیں ہے"

ضرغام: "(ٹھنڈی سانس لیکر) چھوڑو اس ذکر کو! ـــــ یہ بتاؤ اب ہمیں کس وقت حملہ کرنا چاہیے اور اب ہمارے اور شہر کے درمیان تو کوئی چیز حائل نہیں ہے؟"

درداں: "صرف ایک وادی ہے اسے قطع کر لینے کے بعد ہم شہر میں ہوں گے"

ضرغام :۔ "مگر اسے قطع کرنے کی کیا تدبیر ہے؟"

وردان :۔ "وہ سامنے ایک پل سا نظر آرہا ہے اسے قطع کرنے کے بعد ہم شہر کی دیواروں کے نیچے ہوں گے۔ بس پھر فوراً حملہ کردیں گے۔"

ضرغام :۔ "کیا وہاں کوئی مزاحمت نہ ہوگی؟"

وردان :۔ "امید تو یہی ہے۔ کیوں کہ بابک کے لوگ اس کا وہم و گمان بھی نہیں کرسکتے کہ دشمن اتنا دشوار گزار راستہ پار کرکے ادھر سے آسکتا ہے۔"

ضرغام :۔ "ٹھیک ہے۔ تو بس آؤ جلد از جلد وادی کو قطع کرکے ہم بذ میں داخل ہوجائیں اور حملہ کا آغاز کردیں۔"

LIBRARY
No. ....
Jamia Muslim Girls School

وردان :۔ "ذرا صبر کیجیے تھوڑی دیر"

ضرغام :۔ "پھر کیوں ——————— دیر کار خیر ہو، تعطل میں وقت کیوں ضائع کیا جائے؟"

وردان :۔ "آدھی رات سے پہلے حملہ کسی طرح مناسب نہیں تاکہ بذ کے لوگ سوجائیں اور ہاں افشین نے آپ سے یہ وعدہ بھی تو کیا تھا کہ اپنی تیاری کی اطلاع وہ اپنے لشکر میں آگ کے شعلے روشن کرکے دے گا۔"

ضرغام :۔ "ہاں ٹھیک کہتے ہو، یاد آگیا یہی طے ہوا تھا۔"

پھر ضرغام اپنے آدمیوں کے پاس گیا۔ ان کا حوصلہ بڑھایا۔ ہمت بندھائی چوکس رہنے کی ہدایت کی۔ اور تاکید کی کہ نہ کوئی آپس میں بات چیت کرے نہ تاک جھانک جب تک حکم نہ دیا جائے۔ اپنی کمین گاہ سے باہر نہ نکلے"

ان لوگوں کے پاس ہٹ کر وہ آگے بڑھا اور اشارہ سے دروان کو بلایا، وہ فوراً حاضر ہوگیا۔ ضرغام نے اس سے کہا

"آؤ، ذرا وہ گزرگاہ دیکھ لیں جدھر سے ہمیں جانا ہے، آیا وہ سلامت ہے یا اس میں کوئی گڑبڑ ہے؟"

LIBRARY

دروان نے ضرغام کی یہ رائے بہت پسند کی اور اس کے ساتھ ہولیا۔ یہ دونوں پتھریلا راستہ طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے، اندھیرا گھپ چھایا ہوا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا فضا پر سناٹا طاری تھا حتیٰ کہ مینڈکوں کی ٹرٹر اور درختوں کے پتے ہلنے کی آواز تک نہیں آتی تھی۔ البتہ کبھی کبھی سانپ کی پھنکار سی ضرور سنائی دیتی تھی"

یہ لوگ اسی طرح آگے بڑھتے ہوئے کوئی ایک گھنٹے کے بعد وادی میں پہنچ گئے یہاں انہیں پتھروں کا بنا ہوا ایک پل نظر آیا۔ بس کی چوڑائی اتنی تھی کہ زیادہ سے زیادہ تین آدمی ایک ساتھ اس پر سے گزر سکتے ہیں

ضرغام نے کہا

"میرا جی چاہتا ہے کہ اب یہاں سے سیدھا فصیل کی دیوار پر چڑھ جاؤں، لوگ غفلت کی نیند سو رہے ہوں گے!

دروان نے جواب دیا "ہو سکتا ہے کہ راستے میں کسی کمین گاہ کے اندر بابک کے چھاپہ مار دستے چھپے بیٹھے ہوں۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اپنے آدمیوں کو جو پس چھوڑ کر آئے ہیں وہاں واپس چلیں یا آپ یہاں ٹھہرجیے

میں جاتا ہوں اور فرغانہ کے سپاہیوں کو لے کر دم کے دم میں واپس آتا ہوں، پھر ہم سب یہاں سے ساتھ چل کر دشمن پر حملہ آور ہوں گے ۔

ضرغام :۔ اچھا میں یہاں ٹھہرتا ہوں تم جاؤ اور جلد از جلد لوگوں کو لیکر آؤ ۔

دردان فرغانہ کے سپاہیوں کو لینے کے لئے آگے بڑھ گیا اور ضرغام اپنی جگہ کھڑا رہا۔ دردان کے جانے کے بعد اس نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ کافی آگے نکل چکا تھا، اس نے سوچا یہاں اکیلے کھڑے کھڑے رہ کر کیا کروں گا، کیوں نہ دیوار شہر تک جا کر پلٹ آؤں۔ یہ سوچ کر وہ راستہ نہ جاننے کے باوجود دیوار کی طرف بڑھنے لگا وہ بہت آہستہ آہستہ پاؤں رکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ اس کی چال کی کسی طرح آہٹ محسوس نہ ہو جب وہ دیوار شہر کے پاس پہونچا تو اس نے محسوس کیا یہ کافی اونچی ہے اور اس پر برج بنے ہوئے ہیں۔ لیکن نہ کوئی آواز آ رہی ہے نہ کہیں روشنی دکھائی دے رہی ہے البتہ ایک برج میں جو صدر دروازے پر تھا روشنی نظر آ رہی تھی لیکن وہ بھی بہت ہلکی ٹمٹماتی ہوئی ۔

جب وہ دیوار کے بالکل قریب پہونچ گیا تو اسے کچھ قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی اس نے جلدی سے اپنی تلوار میان سے نکال لی اور کھڑا ہو گیا کہ اب پردہ غائب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ کمین گاہ سے دس پندرہ آدمی تلواریں سونتے ہوئے اسکی طرف ٹوٹے پڑے آ رہے ہیں۔ گویا وہ اس کی آمد کے منتظر تھے کہ وہ پہنچے

اور یہ تلواریں نکال کر داہنے بائیں اور آگے پیچھے سے اسے گھیر لیں لیکن یہ ہولناک منظر دیکھ کر بھی ضرغام پر ہیبت نہیں طاری ہوئی اُس نے شیر کی طرح نعرہ لگایا ———————— اور تلوار سے حملہ شروع کر دیا۔ اس کا بے پناہ حملہ دیکھ کر اور تلوار کی کاٹ دیکھ کر یہ لوگ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ جیسے شیر کے سامنے سے ہرن چوکڑیاں بھرتا ہوا بھاگتا ہے۔ ضرغام نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ ان لوگوں نے اس کے لئے کیا تیاریاں پہلے سے کر رکھی ہیں چنانچہ وہ تعاقب کرتا ہوا بھاگا، کچھ دور آگے جا کہ ایک گڑھے میں جو اس مقصد کے لئے کھودا گیا تھا دھڑام سے گر پڑا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ چاروں شانے چت گر پڑا اور مضبوط رسیوں نے اس کے بازوؤں اور پیروں کو اپنے پھندے میں جکڑ لیا۔

ادھر وردان جو اپنے آدمیوں کو لے کر واپس آیا تو ضرغام ندارد ہے۔ اس نے اس کی نعرہ کی آواز سنی اور سمجھ گیا۔ یہ حضرات یہاں تک نہ ٹھہر سکے اور آپ دشمنوں کے نرغہ میں آگئے اس نے دہیں سے آواز دی

"میرے آقا میں آیا"

اور واقعی وہ چشم زدن میں آگیا۔ اس نے آتے ہی ضرغام کی رسیاں کھول دیں اور اپنے آدمیوں سمیت ان لوگوں پر حملہ آور ہوا یہ لوگ اکیلے ضرغام سے مقابلہ نہ کر سکتے تھے، اتنے آدمیوں کا کیا مقابلہ کرتے!

بھاگ کھڑے ہوئے،

ضرغام نے کہا۔ "یہ موقعہ ہے آؤ دیوار پر چڑھ کر حملہ بول دیں"

وردان نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ گڑگڑاہٹ کی آواز آئی اس ہولناک آواز کو سن کر وردان نے کہا

"میرے آقا! یہاں شجاعت نہیں کام دے گی۔ وہ لوگ بڑے بڑے پتھر کی چٹانیں ہماری طرف لڑھکا رہے ہیں —— ہٹیے بچیے،

ضرغام اگر ہٹنے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر کرتا تو اس کی جان گئی تھی۔ کیوں کہ پھر تو بڑی بڑی سلوں اور چٹانوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب چٹانوں اور سلوں کے لڑھکنے کا سلسلہ ختم ہوا تو ضرغام کو چڑھتا دیکھ کر وردان اپنے آدمیوں سمیت دیوار پر چڑھ گیا، اتنے میں ہر چہار طرف سے دشمن کے آدمیوں کا تانتا لگ گیا اور انہوں نے بے تحاشا تیر و پیکان پھینکنا شروع کر دیئے ضرغام سب سے آگے آگے تھا اور بڑی دلیری سے تیروں کے اس ہجوم میں برابر آگے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کی ٹوپی گر گئی تھی۔ اس کا کرتہ لپٹ گیا تھا۔ اس کے بال گردیں اٹ گئے تھے اس کی ہیئت بدل گئی تھی۔ اگر اس وقت کسی طرح سے اسے آئینہ مل جاتا اور اس میں اپنی صورت دیکھتا تو ہرگز یقین نہ کرتا کہ وہ ضرغام یعنی 'الصاحب' ہے —— معتصم کا صاحب خاص"

یہ لوگ اسی طرح لڑتے لڑتے پھاٹک پر پہنچ گئے، یہاں پر دشمن کے مزید بہت سے آدمی نمودار ہوئے اور انہوں نے رسیوں کے پھندے ضرغام اور دردان کے گلوں میں ڈال کر انہیں گرفتار کر لیا ۔۔۔

ضرغام پکارا "نامردو تمہاری تلواریں کہاں ہیں۔کیا تم رسیوں سے لڑتے ہو ؟"

اس کی بات کا کسی نے جواب نہیں دیا ۔ اسے اور دردان کو پکڑ کر اور رسیوں سے جکڑ کر وہ لوگ انہیں اپنے ساتھ لے گئے اور اپنے سردار کے پاس پہنچے،

ضرغام پکارا
"کم بختو! یہ کس قسم کی جنگ ہے۔ رسیاں پھینک دو۔ تلواریں نکالو اور میدان میں آکر اپنی بہادری کے جوہر دکھاؤ مجھے گرفتار نہ کرا جتا ہر دو" لیکن ۔۔۔۔۔۔"

کون سنتا ہے فغان درویش ۔

باب ۔ ۴۲

پسِ دیوار

ضرغام نے اپنی گرفتاری پر احتجاج کرنے کے بعد کمرہ کا جائزہ لیا، تو مسند پر ایک شخص بیٹھا ہوا نظر آیا جو غالباً ان لوگوں کا جو انہیں گرفتار کر کے لائے تھے سردار تھا۔ وہ بابکی طرز کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ کمرے میں تاریکی اتنی تھی کہ وہ اچھی طرح سے اس کا چہرہ نہ پہچان سکا۔ اس کے پاس ضرغام، وردان اور اہل ضرغام کے ہاتھوں جو زخمی ہو کر آئے تھے وہ لوگ بھی موجود تھے۔ سردار نے آنکھ کے اشارے سے ان لوگوں کو باہر جانے کا حکم دیا۔ جب سب چلے گئے۔ تو اس نے اٹھ کر اندر سے دروازہ بند کیا۔ پھر ضرغام اور وردان کے پھندے کھول دیئے اور بڑی فصیح اور بلیغ عربی میں کہا

"ضرغام، اٹھو، آؤ، بیٹھو!"

یہ جانی پہچانی آواز تھی۔ ضرغام نے اس آدمی کو غور سے دیکھا اور چیخ اٹھا

"حماد —!"

وہ بولا "ہاں! میں حماد ہوں"

ضرغام نے حماد کو یہاں دیکھ کر بڑی حیرت کا اظہار کیا۔

"تم یہاں کیسے آ گئے!"

حماد: "آ گیا ـــــــ کس طرح آیا، یہ نہ پوچھو۔"

ضرغام: "تمہیں ایک مسلمان کے مقابلہ میں ایک غیر مسلم کا آلہ کار بننے میں شرم نہ آئی؟"

حماد: "میرا دل چیر کر دیکھو۔ اس میں کتنے بڑے بڑے داغ ہیں اور داغ؟"

ضرغام: "چپ رہو ـــــــ عذر گناہ بدتر از گناہ اسی کو کہتے ہیں"

حماد: (مسکرا کر) "اچھا چپ ہو جاتا ہوں، جو کہو کرنے کو تیار ہوں، تمہارا بندۂ بے دام تو ہمیشہ سے تھا اب بھی ہوں اور زندگی بھر رہوں گا، لیکن خوش ہو جاؤ، معاف کر دو!"

ضرغام: "تم یہاں کیسے آئے؟"

حماد: "تم سے رخصت ہو کر میں مہران کی طرف نکل گیا تھا"

ضرغام: "یہ تو معلوم ہے، لیکن یہاں کس طرح پہنچے؟"

حماد: "جوشِ انتقام نے پہنچا دیا۔ میں معتصم کا دشمن ہوں اور اس دشمنی میں سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہوں"

ضرغام: "تمہاری تلوار مسلمانوں کی حمایت میں اٹھنی چاہیے تھی نہ کہ اس مجوسی

کے دوست اور ساتھی بننے میں حیف ہے۔"

حماد: "مسلمانوں پر میں اپنا خون قربان کر دوں گا، لیکن اس ظالم سے انتقام لینے کے بعد۔"

ضرغام: "تم احمق ہو"

حماد: "جو چاہو کہہ لو، میرا سر جھکا ہوا ہے۔"

ضرغام: "خدا کے بندے، تم پر معتصم نے ذرا بھی ظلم نہیں کی ہے، تمہیں ایک خوش خبری سناؤں؟"

حماد: "(پریشان ہو کر) نیکی اور پوچھ پوچھ، سناؤ"

ضرغام: "لیکن تم نے تو منہ بھی میٹھا نہیں کیا ہمارا؟"

حماد: "وہ بھی ہو جائے گا، سناؤ کیا خبر ہے؟ ——— کیا یاقوتہ کے بارے میں کوئی خوش خبری لائے ہو؟"

ضرغام: "ہاں ——— اور کس کے بارے میں!"

حماد: "تو وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟"

ضرغام: "بہت اچھی طرح ہے، بہت خوش ہے، میرے پاس ہے، میرے گھر میں، میری ماں کے زیر سایہ ——— کیا اس سے زیادہ بھی کچھ چاہیے؟"

حماد: "(بے انتہا مسرور ہو کر) سچ کہتے ہو میرے دوست؟"

ضرغام: "ہاں، یعنی اطمینان رکھو! وہ بہت اچھی طرح ہے۔ اسے اگر کوئی تکلیف ہے، تو صرف تمہاری جدائی کی۔"

حماد نے ضرغام کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے پوچھا "کیا وہ بالکل صحیح اور تندرست ہے؟"

ضرغام :"ہاں بھئی ہاں، کس طرح یقین کروگے آخر؟"

حماد :"کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں میرے دوست؟"

ضرغام :"دوستوں کا شکریہ نہیں ادا کیا جاتا۔"

حماد :"افسوس میں تمہاری کوئی خدمت نہ کرسکا، مجھے بانو کا ٹھیک سراغ نہ ملا۔ کیا تمہیں اس کے بارے میں کوئی اطلاع ہے؟"

ضرغام :(آہ سرد بھر کر) نہیں میری کوئی کوشش اس سلسلے میں کامیاب نہیں ہوئی۔"

حماد :"خدا وہ دن جلد لائے کہ بانو مل جائے۔"

ضرغام :"لیکن مجھے تم سے ایک شکایت ہے!"

حماد :"تمہیں حماد سے شکایت ہے (تلوار سامنے پھینک کر) لو اس کی گردن اڑا دو!"

ضرغام :"یہی تو شکایت ہے کہ یہ کام تمہیں کرنا چاہیے تھا تم نے نہیں کیا!"

حماد :"کیا مطلب ــــــ کیا کہتے ہو میرے دوست؟"

ضرغام :"تم نے اپنے آدمیوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ مجھے قتل کردیں انہیں یہ ہدایت کیوں کی کہ وہ مجھے گرفتار کرلیں۔ میں یہاں گرفتار ہونے نہیں مرنے آیا تھا۔ تم نے میری یہ امید بھی چھین لی ــــــ آہ!

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
نا امیدی اس کی دیکھا چاہیئے!

یہ اچھا نہیں کیا "

حماد :۔ میرے دوست! میں تم پہ قربان ایسی یاس انگیز باتیں نہ کرو! مایوسی کی رات ختم ہو گئی اور امید کا سورج چمکے گا۔ میری مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔ یاقوتہ سے میں بھی مایوس ہو چکا تھا۔ اور اس مایوسی نے مجھے یہاں پہنچایا تھا۔ جانتا تھا بابک ہار دے گا۔ اور میں بھی اس کے شکست خوردہ لشکر کے مقتولوں میں سے ہوں گا لیکن خدا نے مجھ پر رحم کیا یاقوتہ مل گئی۔ تم آج بانو کے ملنے سے مایوس ہو لیکن وہ دن بھی جلد آنے والا ہے جب وہ ملے گی اور تمہارا سارا رنج و غم دور ہو جائے گا۔

ضرغام :۔ "خدا کے ہاتھ میں سب کچھ ہے!"

حماد :۔ ایسا اتفاق بھی پیش نہیں آیا کہ بانو کی کوئی ہم شکل عورت نظر آ گئی ہو تمہیں ——— "

ضرغام :۔ نہیں ——— لیکن اس سوال سے تمہارا کیا مطلب ہے؟

حماد :۔ اس طرح بھی غم ہلکا ہو جاتا ہے صبر کی رقت پیدا ہو جاتی ہے "

ضرغام کو بانو یاد آ گئی ——— اس نے کہا

لیکن میرے جذبے میں تو اس طرح اور زیادہ شدت پیدا ہو جاتی ہے ناکامی کا زخم ہرا ہو جاتا ہے اور بانو کی یاد زندگی اجیرن کر دیتی ہے "

حماد :۔ تعجب ہے ــــــــ؟ میری تمہاری طبیعت میں زمین و آسمان کا فرق ہے"

ضرغام :۔ "تم نے کیسے اندازہ لگایا؟"

حماد :۔ مجھے تو یاقوتہ کی ہم شبیہہ دیکھ کر تسکین ہوتی ہے، غم کم ہو جاتا ہے۔ دل ٹھہر جاتا ہے"

ضرغام :۔ "کیا تمہیں یاقوتہ کی کوئی ہم شبیہہ نظر آئی تھی؟"

حماد :۔ ہاں ــــــــ اس شہر میں، اور اسے دیکھ کر میرے ناصبور دل کو بڑی تسلّی ملی"

ضرغام :۔ "کون ہے وہ عورت ــــــــ؟

حماد :۔ وہ اس شہر کی سب سے بڑی باوقار اور با اقتدار و اختیار عورت ہے۔ پردہ نہیں کرتی، حالاں کہ یہاں کی عورتیں کرتی ہیں۔ مجھے اکثر اس کے دیدار کا اتفاق ہوا ہے اور جب یہ اتفاق ہوا تو میرا دل ٹھہر گیا

ضرغام :۔ لیکن یاقوتہ کی ہم شبیہہ کہاں دیکھی تم نے؟

حماد :۔ کہہ تو رہا ہوں۔ اس شہر میں بابک کے محل میں ــــــــ کیا تم نے اس عورت کا ذکر نہیں سنا جو بابک پر چھائی ہوئی ہے۔

ضرغام :۔ ہاں سنا ہے تمہاری مراد شائد گلنار سے ہے ــــــــ؟

حماد :۔ "ہاں، ہاں وہی ــــــــ وہ یاقوتہ سے ایسی عجیب و غریب مشابہت رکھتی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ جب اسے دیکھتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یاقوتہ میرے سامنے کھڑی ہے وہ اکثر ٹھوڑے

پر سوار بے پردہ نکلتی ہے ،میں تو ایک کونے میں کھڑا ٹکٹکی لگائے اسے دیکھتا رہتا ہوں، اس سے بڑھ کر حسین وجمیل اور باوقار عورت میری نظر سے آج تک نہیں گزری ——— دست قدرت کی بنائی ہوئی تصویر ہے وہ "

یہ باتیں سن کر ضرغام کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا خیال پیدا ہوا کہ کہیں وہ بانو تو نہیں ہے ؟ اس نے پوچھا

" لیکن یہ گلنار کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے ؟

حماد :۔" یہ بابک کے حرم میں سے ہے ۔ دوسری عورتوں کی طرح یہ بھی ایک دور دراز شہر سے گرفتار کر کے منگائی گئی ہے، آتے ہی بابک پر حاوی ہو گئی ۔ محل کی دوسری عورتیں جب بابک کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہیں تو یاقوتہ کی ہم صورت اسپ تازی پر سوار ہو کر بابک کے شانہ بشانہ شہر کا دورہ کرتی ہے ،فوج کا معائنہ کرتی ہے جنگی امور میں اس سے صلاح و مشورہ کرتی ہے اور وہ سر جھکا کر اس کی باتیں سنتا ہے !"

ضرغام نے جب " اسپ تازی" کا نام سنا تو اس کے بدن میں جھرجھری سی آگئی ، یہی سواری بانو کی بھی تھی ۔ اس نے کہا

حماد ——— ہو نہ ہو وہ بانو ہے ——— کہاں ہے وہ ؟

حماد :۔ کیسی بچوں کی سی باتیں کرتے ہو ؟ بھلا " گلنار " بانو کیسے ہو سکتی ہے ؟

ضرغام :۔ میں سمجھ گیا تم نے کہا کہ وہ یاقوتہ کی ہمشکل ہے ۔ اور میں جانتا

ہوں کہ وہ یاقوتہ سے بہت مشابہ ہے تم نے بتایا وہ پردہ نہیں کرتی تم نے اقرار کیا کہ وہ اسپ تازی پر سوار ہوتی ہے۔ تم نے مانا کہ وہ بے انتہا حسین و جمیل ہے"

حماد :۔"ہاں تو ——————— اس سے کیا ہوتا ہے ؟"

ضرغام :۔ تو بس وہ بانو ہے۔ بانو کے سوا کوئی عورت نہیں ہو سکتی!"

حماد :۔" لیکن گلنار ؟ اس کا نام تو بانو ہے !"

ضرغام :۔"ہوا کرے۔ نام بدل گیا ہوگا کسی وجہ سے۔ بہرحال وہ بانو ہی ہے ، میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ وہ بانو ہے بتاؤ اسوقت وہ کہاں ہوگی ؟"

حماد :۔ بابک کے قصر نشاط میں ہوگی، رات وہیں گزارتی ہے اگر کوئی ضرورت ہوتی ہے تو دن میں ذرا وقت کے لئے بابک کے ہاں چلی جاتی ہے ورنہ اس کا سارا وقت وہیں صرف ہوتا ہے "

ضرغام :۔"اچھا تو میں وہیں جاتا ہوں، اسکی تلاش میں"

حماد نے اس کے تار تار لباس ، زخمی بدن اور حالِ زار کی طرف دیکھ کر کہا ،

"پہلے لباس تو بدل لو۔ یہاں یہ لباس نہیں چلے گا ، یہاں بابکیوں کی طرح کا لباس پہننا پڑے گا تمہیں ——————— بغیر اس کے تم قصرِ نشاط میں قدم نہیں رکھ سکتے "

ضرغام :۔ پھر میری کوئی اور پوشاک نہیں ہوگی ؟"

حماد :۔ "نہیں اب ذراسی رات باقی ہے۔ یہ ختم ہولے تو میں بھی تمہارے ساتھ قصرِ نسار میں چلوں گا۔ خود ہی تمہیں دکھاؤں گا"

ضرغام :۔ "نہیں، اتنا صبر مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ میں ابھی اور اسی وقت جاؤں گا"

حماد :۔ "اب ذراسی دیر تو باقی ہے، صبح کے ہونے میں، اچھا پہلے لباس تو بدل لو"

ضرغام :۔ "تم صبح صبح رٹ رہے ہو۔ اتنے باخبر بنتے ہو اور یہ نہیں جانتے کہ مسلم لشکر اب حملہ آور ہوا ہی چاہتا ہے اس کے آتے ہی اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بج جائیگی۔ پھر میں بانو کو کہاں ڈھونڈوں گا؟"

حماد :۔ "مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ اچھا جلدی سے کپڑے بدل لو" دردان کو مایوس اور افسردہ دیکھ کر "تمہیں کیا ہوا۔ تم کیوں اتنے ملول نظر آرہے ہو؟ ——— کیا تم بھی ہم لوگوں کی طرح مصیبت زدہ ہو؟"

دردان :۔ "جی ہاں! مجھ پر بھی غم کا پہاڑ ٹوٹ چکا ہے"

حماد :۔ "کیسا غم؟ کچھ بتاؤ بھی تو؟"

دردان :۔ "ابھی معلوم ہو جائے گا۔ قصر نسار میں چلئے، وہیں میری آرزو بھی دفن ہے"

اب پو پھٹ چکی تھی، حماد اٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ چلیں"

یہ دونوں باگی لباس میں اس کے ساتھ ہو لئے۔ اس نے چلنے چلتے

اپنے آدمی سے کہا

"جب تک ہم واپس نہ آجائیں، اپنی جان سے زیادہ اس پھاٹک کی حفاظت کرنا، کوئی شخص داخل نہ ہو سکے!"

یہ کہہ کر حماد، وردان اور ضرغام کو لے کر باہر نکلا۔ دفعتاً اس کے کانوں میں طبلی کی آواز آئی۔ پھر اس نے دیکھا سارے شہر میں روشنی ہو گئی۔ پھر یہ نظر آیا کہ خلقت ادھر ادھر جمع ہو رہی ہے۔ اتنے میں ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور گویا ہوا

"مسلمانوں نے مشرقی جانب سے حملہ کر دیا ہے اور ان کا سپہ سالار اعلیٰ اس لشکر کی کمان کر رہا ہے!"

حماد نے حیرت سے دریافت کیا "کیا افشین خود؟"

اس نے کہا "میں نہیں جانتا۔ میں نے جو سنا تھا وہ عرض کر دیا!"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

حماد نے کہا "یہ تو بڑا غضب ہوا۔ اب کیا ہو گا؟"

ضرغام نے جواب دیا "کچھ بھی ہو، ہمیں قصر نساد کی طرف چلنا پڑے گا، خواہ نتیجہ کچھ بھی ہو!"

بات یہ تھی کہ ضرغام کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر اس نے قصر نسار کی طرف جانے میں تاخیر کی اور افشین اپنے لشکر سمیت شہر میں داخل ہو گیا تو پھر بانو کی خیر نہیں۔ نہ جانے وہ اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرے لہٰذا اس کے داخل ہونے سے پہلے وہاں پہنچ جانا چاہیے۔

باب ۔ ۷۳

آس میں یاس

حماد نے ضرغام کی بات مان لی اور قصر لنسار میں جانے کے لئے تیار ہوگیا اس نے کہا

"تو آیئے پھر جلدی چلیں، حالات دم بدم بدل رہے ہیں، معلوم نہیں، وہاں پہنچتے پہنچتے کیا ہو؟

یہ لوگ بابکی لباس پہن کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور قصر لنسار کی طرف چل پڑے، راستہ میں انہوں نے دیکھا کہ شہر والے سراسیمہ اور پریشان ادھر اُدھر گھوم رہے ہیں ۔ ہر شخص یہ سوچ رہا ہے مسلمانوں کی اس یورش کا انجام کیا ہوگا، حماد اور ضرغام کو کسی نے نہیں ٹوکا اس لئے کہ ان کا لباس وہی تھا جو بذ والوں کا تھا

یہ لوگ جب آگے بڑھے تو انہیں بہت سے مسلمان نظر آئے یہ مسلمان لوٹ رہے تھے اور شہر میں باقاعدہ طور پر گھوم رہے تھے، ان لوگوں نے سمجھ لیا بذ فتح ہو گیا اور مسلمان لشکر داخل ہوگیا ۔

ضرغام نے کہا، حماد جلدی کرو، ایسا نہ ہو افشین وہاں پہنچ جائے پھر کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے گی،

حماد نے گھوڑے کو ایڑ لگائی، اور کہا " آؤ ——— چلے آؤ، میرے پیچھے!"

یہ لوگ جب قصرِ نسار میں پہنچے، تو وہاں ہو کا عالم طاری تھا، نہ آدمی نہ آدم زاد، ایسا معلوم ہوتا تھا، یہ زندوں کی نہیں مردوں کی بستی ہے، وہی قصر جہاں ہر طرف چہل پہل اور گہما گہمی رہتی تھی، اس وقت قبرستان نظر آ رہا تھا۔

اندر پہنچنے کے بعد ایک آدمی ملا، جس کے چہرے سے اضطراب اور خوف کے آثار ہویدا تھے۔

حماد نے پوچھا "یہاں کے سب لوگ کیا ہوئے؟"

وہ ڈرتے ڈرتے بولا، "میں نہیں جانتا"

حماد نے ڈانٹا۔ بتاتا ہے یا ابھی تیری گردن اڑا دوں تلوار سے،

وہ کانپنے لگا "سب بھاگ گئے، جس کا جہاں جی سینگ سمایا چلا گیا"

حماد: "قہرمانہ کہاں ہے؟ کیا وہ بھی بھاگ گئی؟"

اس نے ایک کمرہ کی طرف اشارہ کیا، "وہاں ہے اور بھاگنے کی تیاریاں کر رہی ہے۔!"

حماد اور ضرغام اور دردان، قہرمانہ کے کمرہ کی طرف بڑھے، دردان

آگے بڑھا، دستک دی، مگر جواب ندارد، کھٹکھٹایا مگر صدا ئے برنخواست، آخر حماد نے بدو دالوں کی زبان میں زور سے کہا

"دروازہ کھولو"

دروازہ کھل گیا، قہرمانہ سامنے کھڑی تھی اور بید لرزاں تھی، تھر تھر کانپ رہی تھی۔

حماد: اس قصر کے رہنے والوں پر کیا گزری؟

قہرمانہ: کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو؟ فاتح فوج کی آمد کی خبر سنکر لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، جس کا جہاں سینگ سمایا!

ضرغام: کیا اس محل کی رہنے والی تمام عورتیں اِدھر اُدھر منتشر ہوگئیں؟

قہرمانہ: ہاں ——— یہاں رہ کر کیا کرتیں؟

ضرغام: کیا گلنار بھی؟

قہرمانہ: ہاں وہ بھی؟

ضرغام: کچھ معلوم ہے وہ کہاں گئی؟

وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی، ایک اجنبی آدمی سے گلنار کے بارے میں بات کرتے ہوئے وہ ہچکچاتی تھی، حماد نے اُس کی ہمت بندھائی،

"ڈرو مت بتادو، یہ بھی اپنے آدمی ہیں، کوئی غیر نہیں!

قہرمانہ: گلنار، بابک کی ایک ردمی حرم کے ساتھ چند روز ہوئے ایک ملکی خدمت پر ردم چلی گئی ہے، آج حملہ کے وقت وہ یہاں تھی ہی نہیں۔

اب وردان خاموش نہ رہ سکا، اس نے کہا

"بڑی بی تمہارا بڑا احسان ہوگا، اگر تم یہ بتا دو کہ وہ رومی عورت جو بابک کے حرم میں داخل تھی اور گلنار کے ساتھ روم گئی ہے کون تھی؟ ــــــــ میرا مطلب یہ ہے، اس کا نام کیا تھا؟"

قہرمانہ:۔ یہ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟

وردان:۔ احسان ہوگا تمہارا ــــــــ بتا دو، بہت ممنون ہونگا میں!"

وہ چپ ہوگئی!

حماد:۔ کیوں خالہ کیا تم اس رومی عورت کو جانتی ہو؟ سچ سچ بتانا؟

قہرمانہ:۔ "میں قہرمانہ ہوں، بابک کی ہر عورت سے اور اس کی پوری تاریخ سے، اس کے حسب نسب سے، چال چلن سے، طور طریقے سے ہر چیز سے واقف ہوں ــــــــ گلنار ہی کو لے لو، بذ کے رہنے والے اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، مگر میں جانتی ہوں، وہ فرغانہ کے رہنے والی ہے، مرزبان کی لڑکی ہے، بالو اس کا نام ہے، یہاں آکر اس کا نام بدل دیا گیا، اور وہ بالو سے گلنار ہو گئی"

حماد:۔ (ضرغام کی طرف دیکھ کر) واقعی تم بہت کچھ جانتی ہو، اور وہ رومیہ؟

قہرمانہ:۔ اس سے گلنار کی دوستی ہو گئی، دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہنے لگیں،

حماد:۔ وہ تو ہے، لیکن تم نے اس کا نام نہیں بتایا ــــــ بتا دو

بڑا احسان ہوگا تمہارا،

قہرمانہ:۔ اس کا نام ہیدنہ ہے وہ ایک بطریق (پادری) کی بیوی ہے، جب سے آئی ہے اپنی ضد پر قائم ہے، بابک اس سے خفا رہتا ہے لیکن چونکہ گلنار اس پر بہت مہربان ہے، اس لئے کوئی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکا۔

اب دردان ضبط نہ کر سکا، اس نے کہا

"وہ بطریق میں ہوں، ہیدنہ میری بیوی ہے، ظالم بابک نے اپنے آدمی بھیج کر اسے زبردستی اٹھوا منگایا تھا۔

یہ سن کر حماد اور ضرغام دونوں کو بہت حیرت ہوئی ضرغام نے کہا۔

"تم نے اب تک اپنے آپ کو چھپائے رکھا —— میں کہتا تھا تم معمولی آدمی نہیں ہو سکتے —————— خبر مبارک ہو، ہیدنہ زندہ اور صحیح سلامت ہے

دردان:۔ میں نے خادم کی حیثیت سے آپکی خدمت میں رہ کر بہت بڑی نعمت پالی، ایسا اونچا انسان دیکھ لیا، جس کی مثال اس دنیا میں مشکل ہے،

حماد:۔ لیکن بڑی بی تم نے یہ نہ بتایا کہ گلنار اور ہیدنہ کس طرف گئی ہیں

قہرمانہ:۔ بلاد روم کی طرف گئی ہیں تاکہ مسلمانوں کے برخلاف اور بابک کی حمایت میں وہاں سے کمک لے کر آئیں،

دردان:۔ انہیں گئے ہوئے کتنے دن ہوئے؟

قہرمانہ:۔ کوئی ایک ہفتہ۔

حماد:۔ اور بابک خرمی کہاں تشریف رکھتے ہیں!

قہرمانہ :۔ نہ مسلمان انہیں گرفتار کر سکے، نہ وہ یہاں ہیں!

حماد :۔ آخر ہیں کہاں؟ تم جانتی ہو میں دشمن نہیں ہوں، مجھے بتانے میں کیا حرج ہے؟

قہرمانہ :۔ وہ لڑائی میں حصہ لیتے رہے ہیں جب انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمان غالب آجائیں گے اور شہر فتح ہو جائے گا، تو وہ یہاں میرے پاس تشریف لائے، حرم میں سے چند عورتوں کو ساتھ لے جانے کے لیے چنا، شراب کے کنستر لیے، اور تشریف لے گئے،

حماد :۔ لیکن کہاں گئے؟ یہ بھی تو بتاؤ،

قہرمانہ :۔ میں نہیں کہہ سکتی، وہ کہاں تشریف لے گئے ہیں لیکن میرا خیال ہے وہ آرمینیا میں نہیں ہیں،

اب صبح ہو چکی تھی، یہ لوگ یہاں سے رخصت ہو کر شہر میں آئے یہاں اب مسلمان فوج کا عمل داخل پورے طور پر شہر میں ہو چکا تھا،

ضرغام اور وردان، حماد کے ساتھ اس کی قیام گاہ پر آئے یہاں ضرغام نے حماد سے کہا

اب کیا کیا جائے؟

حماد :۔ یہی سوال میرے ذہن میں گھوم رہا ہے،

ضرغام :۔ اگر یہ معلوم ہوتا کہ وہ دونوں کہاں گئی ہیں تو آسانی سے پتہ چلایا جا سکتا تھا، لیکن بلاد روم تو بڑا وسیع رقبہ ہے، آخر کہاں کہاں ان کو تلاش کیا جائے؟

درروان :- یہ کام مجھ پر چھوڑ دیجئے اسے میں انجام دوں گا ۔

ضرغام :- کیا مطلب ہے ــــــــــــ کیا کرو گے تم ؟

درروان :- میں چاروں طرف چکر لگاؤں گا اور کہیں نہ کہیں ان دونوں کو ڈھونڈ ہی نکالوں گا ۔

حماد نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا

"نہیں یہ میرا کام ہے اسے میں انجام دوں گا ۔"

ضرغام :- آخر کیوں ؟ میں کیوں نہ جاؤں ؟ درروان کیوں نہ جائے ۔

حماد :- تم مجھے اتنا بے غیرت نہ سمجھو ، تم نے یاقوتہ کا کھوج لگایا اسے اپنے گھر میں رکھا مجھے نئی زندگی دی ، اور اب کیا میں تم سے یہ کہوں کہ جاؤ گلنار اور ہیدنہ کو ڈھونڈھ لو ، میں جاتا ہوں عیش کروں گا ؟ ــــــ خدا کی قسم میں عہد کر چکا ہوں کہ یاقوتہ کی صورت اس وقت تک نہیں دیکھوں گا جب تک گلنار اور ہیدنہ کا دیدار نہ کرا دوں ، یہ عہد میری جان کے ساتھ ہے ، بس اب بحث مباحثہ کی اجازت نہیں ہے ، مجھے اجازت دو کہ میں سفر پر روانہ ہو جاؤں منزل کھوٹی کرنے اور وقت ضائع کرنے سے کچھ حاصل نہیں !

ضرغام :- نہیں حماد یہ نہیں ہو سکتا ، یاقوتہ جب سنے گی ، تو رو رو کر جان دے دیگی !"

حماد :- اگر یاقوتہ کے بارے میں تمہارا یہ خیال ہے ، تو تم اب تک اسے نہیں سمجھ سکے ، وہ خوش ہو گی ، داد دے گی مجھے ، اور اگر میں یونہی چلا گیا تو حقیر اور ذلیل سمجھے گی مجھے !

ضرغام اور وردان نے حماد کو روکنے کی لاکھ لاکھ کوشش کی، مگر اس نے کسی کی ایک نہ سنی اور روانہ ہو گیا۔

ضرغام نے وردان سے کہا "وہ چلا گیا "بڑا اچھا اور کھرا دوست ہے!"

وردان: ایسے دوستوں پر فخر کرنا چاہیے۔

ضرغام: ذرا غور تو کرو —— کل سے اب تک کیسے انقلابات آئے ہیں، کس کس طرح حالات نے پلٹا کھایا ہے

وردان: بس کچھ نہ پوچھیے، یہ معلوم ہوتا ہے، جہنم سے نکل کر ہم جنت میں آ گئے ہیں ——!

ضرغام: کل میں اور آج میں وہی فرق ہے، جو مایوسی اور اُمید میں ہوتا ہے!

وردان: بے شک —— کاش خدا میری ایک تمنا اور پوری کر دیتا۔

ضرغام: کیا ہیدنہ کو پا لینے کے علاوہ بھی تمہاری کوئی تمنا ہے ——؟

وردان: صرف ایک —— میں اپنی تلوار سے بابک کو قتل کر دوں، اور اس کا خون پی لوں"

باب ۔ ۴۷

تلاش

افشین نے بذ پر بڑا بھرپور حملہ کیا تھا، ھزغام کے منچلے پن نے اس کے لئے راستہ صاف کر دیا تھا، بذ فتح کرنے کے بعد افشین نے معتصم کے حکم کے مطابق ہدایت کردی کہ کسی ایسے آدمی کو نہ ستایا جائے، جس نے جنگ میں حصّہ نہ لیا ہو، نہ کسی ایسے آدمی کو قتل کیا جائے جو امان طلب کر رہا ہو، اسلام قبول کرنے والے لوگوں کے بھی پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں

افشین اگرچہ بابک سے جلا ہوا تھا اور بانو کی وجہ سے اس کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ لیکن معتصم کے حکم حکام کی علانیہ خلاف ورزی بھی نہیں کرسکتا تھا، لہذا جب اسے بابک نہ ملا تو وہ دانت پیس کر رہ گیا، کوئی ایسا آدمی سامنے نہ تھا، جس پر اپنا غصّہ اتار سکتا، بدقسمتی سے بانو بھی نہیں ملی، وہ مل جاتی تو شائد اس کا غصّہ کچھ کم ہو جاتا،

جو لوگ، جنگی سرگرمیوں یا ریشہ دوانیوں کی بنا پر گرفتار ہوئے، ان میں بابک کا خاندان بھی تھا ـــــــ اس کے اہل و عیال، لیکن

ان کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا گیا، انہیں کسی طرح کی تکلیف نہیں دی گئی، گرفتار شدگان کے لئے یہ رعایت بھی کی گئی اگر ان کے اعزا اقربا ان کی بیک چلنی کا مچلکہ دے دیں تو انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ اسطرح بہت سے لوگ رہا کر دیئے گئے لیکن پھر بھی ابھی کافی لوگ تھے، جو آزادی کی نعمت سے محروم تھے۔

اس کام سے فارغ ہو کر افشین نے آرمینیا کے ملوک اور بکارنہ کو لکھا کہ بابک اپنے کچھ آدمیوں سمیت بھاگ کر تمہاری دیار میں پہنچا ہے، خبردار آزاد نہ رہنے پائے، اپنی سرحدات کی نگہبانی کرو، اور اسکی نقل و حرکت کی ہمیں اطلاع دو!

افشین کے لئے سب سے بڑا درد سر ضرغام کا زندہ رہ جانا تھا، اسے یقین کامل تھا کہ وہ ٹیلہ کی جنگ میں کام آگیا ہوگا، لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ نہ صرف وہ زندہ ہے، بلکہ سرفانی کارنامے انجام دے چکا ہے، شجاعت کی ایسی مثال قائم کی ہے، جو خود اس کے لئے بھی باعث رشک ہے، تو وہ انگاروں پر لوٹنے لگا، اس سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی سانحہ نہیں ہوسکتا تھا کہ ضرغام بچ جائے ——— اس کا حریف!

ضرغام جب وردان کے ساتھ اپنے لشکر میں، حمّاد کو رخصت کرکے پہنچا اور افشین کو اس کے آنے کی خبر ملی تو وہ اس کا خیر مقدم کرنے اور اسے خوش آمدید کہنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے کہا

"حملہ کی رات، فیصلہ کن رات تھی اور ہم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے تھے، اگر تم نے اپنے شاندار کارناموں سے ہمارے سپاہیوں میں ایک نیا ولولہ اور حوصلہ نہ پیدا کر دیا ہوتا ——— ضرغام تم پر نہ صرف ہمیں ناز ہے، بلکہ ساری ملت اسلامیہ کو!"

افشین نے یہ باتیں مصلحتاً کی تھیں، ورنہ دل سے وہ ضرغام کے خون کا پیاسہ تھا، لیکن وہ اتنا سادہ لوح تھا کہ اب تک اس کے دل میں افشین کے خلاف جو سوانحت تھا، وہ بھی دور ہو گیا۔

افشین نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا

لیکن اب تک ہماری فتح مکمل نہیں ہوئی اور جب تک بابک گرفتار نہ ہو جائے وہ مکمل ہو بھی نہیں سکتی۔!

ضرغام:۔ جی ہاں، نہ جانے کس طرح نکل گیا کمبخت!

افشین:۔ اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے۔ اسی ملک کا رہنے والا ہے، راستوں سے واقف ہے، ناکامی یقینی دیکھ کر کھسک گیا ——— لیکن سوال یہ ہے کہ اب وہ گرفتار کس طرح ہو، ——— ؟ میں تو اپنی ایسی کوششیں کر کے تھک چکا۔

ضرغام:۔ میرا ایک ساتھی وردان ارمنی ہے یہیں آرمینا کا رہنے والا۔ وہ اس دیار کے چپہ چپہ سے واقف ہے میری رائے میں اس کی خدمات سے فائدہ اٹھائیے۔

افشین:۔ کہاں ہے وہ، بلاؤ اسے، میں اس سے ملنا چاہتا ہوں اور

اگر وہ یہ کام کر سکتا ہے، تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔

وردان خیمہ سے باہر ہی کھڑا تھا، ضرغام کی آواز سنتے ہی اندر آ گیا اور ادب سے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

افشین :۔ کیا تم آرمینا کے راستوں سے اچھی طرح واقف ہو،

وردان :۔ جی بہت اچھی طرح یہیں کا رہنے والا ہوں،

افشین :۔ تمہارا کیا خیال ہے، بابک کے بارے میں، یعنی اس نے کہاں پناہ لی ہو گی؟ اور کہاں چھپا ہو گا جا کر؟

وردان :۔ وہ کسی شہر میں تو پناہ گزین نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اہل آرمینا اسے سخت ناپسند کرتے ہیں بلکہ اس کے خون کے پیاسے ہیں۔ ان کے ہاتھ اگر وہ لگ جائے تو پھر اسے قتل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے،

افشین :۔ پھر کہاں جا سکتا ہے وہ؟

وردان :۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ کسی جنگل یا وادی غیضہ میں پناہ گزین ہو گا۔

افشین :۔ یہ وادی کہاں واقع ہے؟

وردان :۔ یہ آذر بائیجان اور آرمینا کے مابین واقع ہے یہاں اتنے گھنے جنگل ہیں ایسی قد آدم گھاس ہے کہ آدمی کیا اگر ہاتھی بھی چھپ جائے تو اس کا سراغ نہیں لگ سکتا،!،

افشین نے وردان کی ان معلومات سے پورا فائدہ اٹھایا اور

جاسوسوں کو اس کام پر مامور کر دیا کہ جلد از جلد اس کا سراغ لگائیں اور وادی غیضہ کا چپہ چپہ چھان ماریں!

باب ۷۵

قاتل قتل کر دیا گیا!

خرغام سے مشورہ کے بعد، افشین نے معتصم کو لکھ کر، بابک کے لئے ایک امان نامہ منگوالیا، تاکہ معاملات یکسوئی کے ساتھ ختم ہوجائیں جب یہ امان نامہ آگیا۔ تو بابک کے جو ساتھی، اس کے پاس تھے انہیں بلایا اور امان نامہ دے کر کہا

" اسے بابک کے پاس لے جاؤ، ہمیں تحقیق سے معلوم ہوا ہے، وہ وادی غیغہ میں مقیم ہے، اسے اطمینان دلاؤ، اس کی جان و مال سے تعرض نہیں کیا جائے گا، اسے کسی طرح کی تکلیف نہیں دی جائے گی، البتہ اسے ایک وفادار شہری کی طرح آئندہ سے اپنی زندگی بسر کرنی ہوگی، گزر بسر کے لئے معقول رقم بھی ماہانہ اسے خزانہ خلافت سے نکالی جائے گی؛

لیکن ان میں سے کوئی بھی بابک کے پاس جانے پر رضامند نہیں ہوا، ان سب کے دلوں پر ایسی دہشت قائم تھی، افشین کا حکم

بھی اسے دور نہ کر سکا۔

آخر کار جب افشین نے بہت اصرار کیا تو دو آدمی تیار ہوئے اس شرط کے ساتھ اگر بابک انہیں قتل کر دے، تو خزانہ خلافت سے ان کے پسماندگان کی مستقل کفالت کی جائے،

افشین نے وعدہ کر لیا، پھر اس نے بابک کے لڑکے سے کہا "تم کیوں نہیں چلے جاتے؟ ——— ممکن ہے تمہاری بات کا زیادہ اثر قبول کرے؟"

اس نے جواب دیا "جتنا اثر گفتگو کا ہو سکتا ہے اتنا ہی تحریر کا بھی ہو سکتا ہے میں خط لکھے دیتا ہوں"

افشین ہنسنے لگا اسے حیرت تھی کہ بابک کی دہشت ان لوگوں پر کس طرح قائم تھی۔

وہ دونوں آدمی معتصم کا امان نامہ اور ابن بابک کا خط لے کر وادی غیضہ کے ایک گھنے جنگل میں اس کے پاس پہنچے، بابک نے ان کی باتیں سننے کے بعد، ایک شخص کو تو اسی وقت قتل کر دیا، دوسرے کو اس لئے زندہ چھوڑ دیا کہ اس کے ہاتھ اپنا خط افشین کو بھیجنا چاہتا تھا، اپنے بیٹے کے بارے میں اس نے پیامبر سے کہا

"اس ناخلف سے کہہ دینا کہ تو میرا بیٹا نہیں ہے میری اولاد ہوتا تو یہاں میرے پاس ہوتا، سرداری کی زندگی ایک دن کی زندگی بہتر ہوتی ہے پھر اس نے افشین کو خط میں لکھا،

"تمہارا امان نامہ ملا، لیکن میں تمہارے فریب میں نہیں آ سکتا، نہ اس اقتدار سے دستبردار ہو کر "وفادار شہری" بن سکتا ہوں، جو مجھے اپنی قوم مجوس پر حاصل ہے، جو کچھ تم کر سکتے ہو، درگزر، جو میرے بس میں ہے میں کروں گا، ہم دونوں جب بھی ملیں گے دشمن کی حیثیت سے۔"

وہ آدمی یہ پیام لے کر، اور اپنے ساتھی کی کٹی ہوئی گردن لے کر افشین کے پاس آگیا۔

بابک کافی عرصہ تک وادی غیفہ کے اس جنگل میں چھپا رہا، لیکن جب توشہ ختم ہو گیا۔ تو وہاں سے نکلا، راستہ میں افشین کا ایک سردار ابوساج مل گیا۔ جو اس کی تلاش میں نکلا تھا، بابک تو بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا، لیکن اس کے کئی آدمی گرفتار ہو گئے، جنہیں ابوساج نے افشین کے پاس بھیج دیا۔

یہاں سے بھاگ کر بابک آرمینا کے پہاڑوں میں جا چھپا، یہاں کے پادری اس کی جان کے دشمن ہو رہے تھے، لیکن ان میں اتنی سکت نہ تھی کہ اسے گرفتار کر سکتے، اس لئے کہ اب بھی اس میں کافی دم خم تھا بعض نے افشین کو اطلاع دی کہ وہ یہاں چھپا ہوا ہے، افشین نے پھر امان نامہ بھیجا اور اصرار کیا کہ اگر اپنے آپ کو حوالہ کر دو گے تو جان و مال کو کسی طرح کا گزند نہیں پہنچے گا، ورنہ انجام خراب ہو گا۔

لیکن بابک نے ایک نہ مانی، اس نے کہا

"میں جانتا ہوں، دشمن کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کیا جاتا ہے میں

ہرگز اپنے آپ کو حوالہ نہیں کروں گا۔

اب افشین نے بابک کی گرفتاری کے لئے ضرغام کے مشورہ سے ایک بہت بڑا انعام مقرر کیا۔ اس کی لالچ میں عیسائی میزبان نے اسے شکار کی دعوت دی اور ادھر افشین کو اطلاع دے دی، اس کے آدمی کمین گاہوں میں موجود تھے، جب وہ شکار گاہ میں پہنچا تو انہوں نے اسے گرفتار کر لیا۔[1]

افشین نے بابک گرفتار کرنے کے بعد ان لوگوں کو خوب خوب انعامات سے نوازا جنہوں نے اس کی گرفتاری میں مدد دی تھی، پھر معتصم کو اطلاع دے کر ہدایت طلب کی۔

معتصم نے کہا "بابک کو اور اسکے ساتھیوں کو ہمارے پاس بھیجد و"[2]

معتصم کے پاس بابک کو لیکر افشین خود روانہ ہوا۔ اب اس کے وہاں رہنے کی ضرورت بھی کیا تھی؟ معتصم کے کانوں میں، بابک کی خود پرستی، عیاشی مکاری اور فریب کاری کی ایسی ایسی عجیب و غریب داستانیں پڑی ہوئی تھیں کہ وہ ضبط نہ کر سکا، جب وہ سامرا لایا گیا تو معتصم بھیس بدل کر قاضی احمد کی حیثیت میں پہنچا اور اسے دیکھ آیا۔

دوسرے روز بابک معتصم کے دربار میں پیش ہوا،

معتصم نے کہا، "تم بابک ہو ——— جس نے ہزاروں بے گناہ

---

[1] ابن الاثیر ۱۹۳ ج ۶ [2] ۲۲۳ھ

بندگان خدا کا خون بہایا، جس نے نہ جانے کتنی عورتوں کی آبرو لوٹی، جس نے لوگوں کی خانگی مسرت چھین لی ہے، جس نے سلطنت اسلامیہ کے خلاف بغاوت کی، جس نے ہمارے امان نامہ کا احترام بھی نہیں کیا اور اپنے آپ کو حوالہ کر دینے سے انکار کر دیا ——— بتاؤ تمہیں کیا سزا دی جائے۔

بابک نے کوئی جواب نہیں دیا۔ معتصم نے پھر پوچھا

"اگر تم کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو، اگر اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو تو اعتراف کر لو، اگر آئندہ مختاط رہنا چاہتے ہو تو یہ بتاؤ ———"

لیکن وہ اب بھی خاموش تھا!

قصر خلافت کے باہر بابک کی گرفتاری کی خبر سن کر خراسان اور آرمینا کے بہت سے لوگ جمع ہو گئے، جو مطالبہ کر رہے تھے کہ اس دشمن انسانیت کا خاتمہ کر دیا جائے۔

آخر معتصم کے حکم سے بابک کی گردن مار دی گئی۔

باب - ۷۶

دربارِ خلافت میں

افشین کے لشکر کے ساتھ ضرغام بھی واپس آگیا۔ دربار خلافت میں جانے سے پہلے وہ اپنی ماں کے حضور میں حاضر ہوا۔ اس نے ماں کے ہاتھ چومے اور اس کے زانوؤں سے سر ملا کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں یاقوتہ بھی آگئی۔

ضرغام نے اس سے کہا

"کہو یاقوتہ کیسی ہو؟"

وہ بولی "اچھی ہوں، آپ کی کامیابی کیلئے دعا کرتے کرتے زبان گھس گئی۔ بارے خدا کا شکر ہے کہ اس نے سن لی اور آپ ظفر مند ہو کر واپس آئے، خدا آپ کو اسی طرح کامرانیاں عطا فرمائے اور دشمن کا منہ کالا کرے۔!"

ضرغام کہنے لگا "میں بھی تمہارے لئے ایک خوشخبری لایا ہوں — حمّاد زندہ ہے۔!"

یہ سنکر یاقوتہ کے چہرے پر عجیب قسم کی کیفیت پیدا ہو گئی، اس کے ہونٹ کانپنے لگے۔ اس نے پوچھا

"کیا وہ بھی آپ کے ساتھ آئے ہیں ؟"

ضرغام :۔ نہیں، وہ نہیں آیا، میرے اصرار کے باوجود اس نے آنے سے انکار کر دیا "

یہ سن کر ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے یاقوتہ کا خون سونت لیا ہے، اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور پھر وہ کچھ نہ بول سکی۔

مرجانہ نے پوچھا "حمّاد نے آنے سے انکار کر دیا ؟ کس لئے ؟ کیا یاقوتہ کی محبت کا صلہ یہی ہے ؟"

ضرغام :۔ (مسکراتے ہوئے) "جی نہیں، یاقوتہ سے اسے جو محبت ہے، وہ تو ہے، لیکن وہ دوست کی محبت پر یاقوتہ کو بھی ترجیح نہیں دیتا۔

اب تو یاقوتہ کے بھی کان کھڑے ہوئے "آپ کیا کہنا چاہتے ہیں، میں سمجھی نہیں ——— ؟"

پھر ضرغام نے حمّاد کی اور اپنی ملاقات کو بالو کی گمشدگی کی اور حمّاد کا اس کی تلاش پر اصرار اور سفر کا ارادہ، یہ ساری کہانی اس نے بیان کر ڈالی۔

یاقوتہ خوش ہو گئی "آپ نے خواہ مخواہ مجھے اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا کر دیا تھا !"

ضرغام :۔ "تو کیا اس کا نہ آنا تمہیں ناگوار نہیں ہوا ؟"

یاقوتہ :۔ بالکل نہیں ——— بلکہ اگر وہ بالو کی تلاش کئے بغیر آجاتے تو میں ان سے خفا ہو جاتی !"

ضرغام ” واہ، واہ، واہ! یہ بھی خوب رہی۔ تم تو حمّاد سے بھی دو قدم آگے ہو“

یاقوتہ ” آپ کے ہم دونوں پر جو احسانات ہیں، ان کا بدلہ نہیں دیا جاسکتا ہے۔ پھر بھی اگر آپ کی خدمت کا کوئی موقع ملے۔ تو مجھے چھوڑا جاسکتا ہے

ضرغام ” یہ لیجئے اب شاعری شروع کردی آپ نے“

یاقوتہ ” یہ دل سے نکلی ہوئی آواز ہے اس کی تحقیر نہ کیجئے“

مرجانہ ” ضرغام ایسی باتیں نہ کرو جن سے میری بچی یاقوتہ کو کوفت ہو“

ضرغام ” (سنجیدگی سے) یاقوتہ بہن میں تم سے معافی مانگتا ہوں“

یاقوتہ ” آپ اماں جان (مرجانہ) کا کہنا بھی نہیں مانتے؟“

ضرغام ” دنیا میں سب سے زیادہ انہی کا کہنا مانتا ہوں، کیا نافرمانی سرزد ہوئی مجھ سے؟“

یاقوتہ ” کیا انہوں نے نہیں کہا تھا کہ آپ مجھے جلایا نہ کریں؟“

ضرغام ” ہاں کہا تھا، اور میں ان کے کہے بغیر بھی کرتا“

یاقوتہ ” پھر معافی مانگ کر آپ نے مجھے شرمندہ کیوں کیا؟“

ضرغام ہنسنے لگا ” بڑی ذہین اور ساتھ ہی ساتھ بڑی نٹ کھٹ ہو“

یاقوتہ ” آپ نے مجھے حمّاد کے بارے میں خوشخبری سنائی اس کی میں شکر گزار ہوں۔ لیکن میں ایک تشویش انگیز بات سے آپکو

مطلع کر دینا چاہتی ہوں

ضرغام :. (پریشان ہوکر) "وہ کیا ـــــ ؟"

یاقوتہ :. "حارث سمرقندی کے گھر میں جب میں محبوس تھی، تو وہاں امیر المومنین کے قتل کی سازشیں ہوا کرتی تھیں۔ میں نے کئی مرتبہ آپ تک یہ بات پہونچانی چاہی، لیکن نہ جانے کیوں آج سے پہلے نہ بتا سکی"

ضرغام :. "حارث سمرقندی ـــــــــــ! وہ نمک حرام ہے اس جیسے بڑے آدمی بھی اس طرح کی سازشیں کرلیں مگر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ امیر المومنین ظل اللہ ہیں، خدا ان کا نگہبان ہے۔ اور جب تک ان کا یہ غلام زندہ ہے۔ اس وقت تک تو کوئی انہیں ٹیڑھی نظر سے نہیں دیکھ سکتا"

ضرغام کی یہ باتیں سن کر فرطِ مسرت سے مرجانہ کا چہرہ دمک اٹھا اس نے کہا

"شاباش بیٹے شاباش! میں تم سے یہی توقع کرتی تھی اور خدا کا شکر ہے کہ تم سے میری کوئی توقع بھی ناکام نہیں ہوئی"

ماں کے پاس سے اٹھ کر ضرغام سیدھا امیر المومنین کی بارگاہ میں پہونچا وہاں اسوقت دربار جما ہوا تھا۔ تمام امرائے دربار دست بدستہ موجود تھے۔ قاضی احمد بھی تشریف فرما تھے۔ اور افشین بھی موجود تھا جنگ آرمینا کے حالات وحوادث پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ضرغام جیسے ہی ایوان میں داخل

ہوا معتصم خلافِ معمول اس کے استقبال کے لئے اپنی مسند سے اٹھا، اسے ہاتھ پکڑ پکڑے اپنے ساتھ لایا اور اپنے پاس بٹھالیا پھر افشین کی طرف مخاطب ہوکر کہا

"کیا ایسا چاند، اور بہادر کوئی اور آدمی تمہاری نظر سے گزرا ہے؟ کیا یہ واقعی ضرغام شیر نہیں ؟ کیا اس پر فخر نہیں کیا جا سکتا ؟"

افشین :۔ امیر المومنین نے ضرغام کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے، وہ بالکل بجا اور درست ہے۔ میں نے اس کی بہادری اور شجاعت کے واقعات سنے تھے۔ لیکن بابک کی جنگ میں جس طرح سر ہتھیلی پر رکھ کر اس نے وفاداری اور جان نثاری کا مظاہرہ کیا ہے اس کا تو کوئی جواب نہیں، واقعی یہ نوجوان اس قابل ہے کہ اس پر فخر کیا جائے۔!"

معتصم :۔"اور ہم اس پر فخر کرتے ہیں!"

افشین :۔ امیر المومنین کی نگاہِ انتخاب کی داد نہیں دی جا سکتی، ضرغام خوش قسمت ہے کہ اسے آپ جیسا قدر دان میسر آیا!"

معتصم :۔"اور ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں ضرغام جیسا وفادار جان نثار رفیق ملا!"

باب ۔۷۷

حمّاد کا خط

مسلمانوں کا قتل عام

حماد کو بلادِ روم میں گئے ہوئے بہت دن ہو گئے، لیکن نہ اب تک اس کا کوئی خط آیا تھا۔ نہ اس کے بارے میں کسی طرح کی اطلاع ملی تھی بانو کے بارے میں ضرغام کا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ وہ ماہی بے آب کیطرح تڑپ رہا تھا۔ لیکن بے سود۔

ایک روز وہ اسی فکر میں مستغرق بیٹھا تھا۔ کہ وردان آگیا۔ اس سے وہ گویا ہوا۔

"اب تک تو بانو اور حمّاد کی فکر تھی، آج ایک نئی خبر معلوم ہوئی ہے"

وردان :۔ "میرے آقا وہ کون سی خبر ہے؟"

ضرغام :۔ "امیر المومنین کو اطلاع ملی ہے کہ بنو فیل شاہِ روم نے چڑھائی کر کے کئی مسلمان شہروں پر قبضہ کر لیا ہے —— یہ خبر تو سارے سامرّا میں مشہور ہو چکی ہے۔ تعجب ہے کہ تم اب تک اس سے لاعلم ہو!"

دردان :" میں اپنے اس قصور پر شرمندہ ہوں، لیکن بات یہ ہے کہ آج کل گھر سے باہر نکلنے کو جی ہی نہیں چاہتا "

ضرغام :" لیکن یہ شاہِ روم کو سوجھی کیا ؟ "

دردان :" میرا خیال تو یہ ہے کہ شاہِ روم کے اس خروج اور بذ کی فتح میں گہرا علاقہ ہے۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ جب بابک اپنی کامیابی سے مایوس ہو گیا اور مسلمانوں کی کامیابی کا اسے یقین ہو گیا۔ تو اس نے شاہِ روم توفیل کو لکھا تھا کہ مسلمانوں کا لشکر اس طرف مصروف ہے آپ موقع سے فائدہ اٹھا لیجئے۔ اور مسلم علاقوں پر یلغار اور یورش کا سلسلہ شروع کر دیجئے۔ اس خط و کتابت کا نتیجہ اب برآمد ہوا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس حملہ کے مو ثرات میں بالو کی شخصیت کو بھی کچھ دخل ہو۔"

ضرغام :" ٹھیک کہتے ہو۔ یہ ممکن ہے مگر پھر ——— ؟ یہ تو سوچو کیا بالو اور ہبیدہ دونوں وہاں ہیں ؟ "

دردان :" میرا خیال تو یہی ہے "

ضرغام :" اگر یہ بات ہے تو حماد کو چاہیے تھا کہ ہمیں اطلاع دیتا۔ وہ اسی لیئے بلادِ روم گیا تھا۔ اس کی طرف سے کسی طرح کی اطلاع نہ آنے کا مطلب کیا ہو سکتا ہے ؟ "

دردان :" یہ بھی آپ صحیح فرماتے ہیں ——— !"

اتنی بات چیت کے بعد گفتگو ختم ہو گئی۔ دوسرے روز صبح صبح دردان آیا۔ اور اسے الگ الگ گوشہ میں لے جا کر ایک خط دیا۔ یہ حماد کا خط تھا۔

حماد نے لکھا تھا۔

میرے دوست!

میں اتنے دن تک تمہیں کوئی خط نہ لکھ سکا، یقیناً زحمتِ انتظار نے تمہیں پریشان کر دیا ہوگا لیکن میں مجبور تھا، حالات میرے بس میں نہیں تھے اتنے دنوں میں تمہاری اس متاعِ گم گشتہ کا سراغ لگانے کی جدوجہد کر رہا ہوں اسی فکر و پریشانی کے عالم میں ایک دن معلوم ہوا کہ توفیل شاہِ روم نے ایک اسلامی شہر زبطرا پر قبضہ کر لیا ہے وہاں پہنچ کر میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اسے بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے میری روح تڑپ گئی۔ آنکھوں سے خون برسنے لگا۔

ایک ہم فاتح ہیں کہ بدر میں کسی بے گناہ کو نہیں ستایا۔ ایک یہ فاتح ہیں کہ انہوں نے کھیت جلا دیئے لوگوں کو لوٹ لیا، مردوں کو غلام اور عورتوں کو باندیاں بنا لیا۔ نہ جانے کتنی مسلمان عورتوں کی آبرو یہ شیطان صفت لوگ برباد کر چکے ہیں جن مسلمانوں کو قتل کیا ہے ان کے صرف قتل پر اکتفا نہیں کیا ہے قتل کرنے کے بعد ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے ناک

کاٹ لی۔ کان کاٹ دیئے۔

یہاں سے مایوس ہو کر میں عموریہ آیا۔ یہاں ایک پادری ناطس رہتا ہے جو بذ میں بابک کے پاس آیا تھا اور میں نے اُس کی اچھی مہانداری کی تھی مادر بالو نے تو اُس کی خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں کیا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا شاید وہ یہاں آئی ہو۔ وہاں پہنچا تو میرا خیال صحیح نکلا۔ بالو اور ہیدنہ دہیں ہیں۔ لیکن ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
دوسری پڑ گئی اور یہ سر پہ کیسی !

ناطس صاحب بالو پر عاشق ہو گئے ہیں، اسے اور ہیدنہ کو انہوں نے قید کر لیا ہے بے بیچاریاں اس لئے یہاں آئی تھیں۔ کہ ناطس کے ذریعہ شاہ روم سے ملیں، اور اسے بابک کی مدد پر اکسائیں۔ لیکن بابک تو رہا الگ خود ان کی جان اور ناموس کے لالے پڑ گئے۔

میں نے بالو سے ملنے کی بڑی کوشش کی کہ اسے مل کر بتا دوں تم زندہ ہو اور اس کے فراق میں جان دیئے جا رہے ہو۔ لیکن اب تک کامیاب

نہ ہو سکا۔ یہاں کے لوگ بڑے وحشی ہیں ، اور مسلمانوں کی تو صورت سے نفرت کرتے ہیں۔ ذرا کسی پر مسلمان ہونے کا شبہ ہوا۔ اور انہوں نے اس کی جان لی۔

بہرحال بطریق عموریہ کے ایوان میں اس وقت بانو اور ہبیدہ قید ہیں۔ ان کی روح تمہیں مدد کے لئے بلا رہی ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ کسی طرح تمہاری اطلاع بانو کو کر دوں۔ امید نہیں کہ اس مقصد میں کامیاب ہو سکوں گا۔

ایک اور بات غور سے سن لو۔

اہل روم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ عالمِ اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ لہذا تقاضائے دانش یہ ہے کہ ان پر فوراً حملہ کر دیا جائے۔ یہ عموریہ ان کا سب سے مستحکم شہر اور مضبوط ترین قلعہ ہے۔ لیکن مسلمانوں کے سامنے اس کا استحکام نہیں ٹھہر سکتا۔ میں اس کی تعمیر کے بعض کمزور پہلوؤں سے واقف ہوں۔ اور ان کی نشان دہی کر سکتا ہوں۔

یہ خط پڑھتے ہی اپنے آقا امیرالمومنین معتصم کو عموریہ پر حملہ کرنے کی رائے ایسے پُرزور الفاظ میں

"دو کہ وہ راضی ہو جائیں۔ اور فوراً اپنا لشکر لے کر
آؤ۔ اپنی کوئی علامت اور نشان مقرر کر لو، تاکہ
اسے دیکھ کر میں تمہارے پاس ملنے چلا آؤں اور
جو کچھ بتانا ہے بتا دوں!"

LIBRARY
No..............

یہ خط پڑھ کر ضرغام کو پسینہ آگیا۔

ضرغام نے خط پڑھ کر وردان کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے بھی پڑھا اور وہ چکرا گیا۔ اس نے کہا

میرے آقا! کیا آپ کے نزدیک ابھی عمل اور پیش قدمی کا وقت نہیں آیا۔ کم از کم اتنا کیجئے کہ مجھے عموریہ جانے کی اجازت دے دیجئے۔"

ضرغام:۔ نہیں وردان، تمہارے تنہا جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے پادری ناطس نے، بالقو اور ہیدنہ کو ایسی قید میں رکھا ہے کہ پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ حماد کی رائے سے مجھے اتفاق ہے۔ یعنی ہمیں فوراً عموریہ پر حملہ کر دینا چاہیے۔"

وردان:۔ اگر آپ کی بھی رائے ہے تو آپ کے سوا امیر المومنین کو اس کام پر کوئی آمادہ نہیں کر سکتا۔"

ضرغام:۔ اچھا ———— میں جاتا ہوں!"

وردان کو یہیں چھوڑ کر جلدی جلدی ضرغام نے لباس بدلا اور قصر خلافت کی طرف روانہ ہو گیا۔

LIBRARY
No.............
Aminia Muslim Girls School

باب ۷۸

معتصم کا خواب

دردان سے رخصت ہوکر ضرغام سیدھا قصر خلافت میں پہنچا حاجب سے کہا

"امیر المومنین کو میری حاضری کی اطلاع دے دو!"

اس نے عرض کیا "اسوقت قاضی صاحب تشریف فرما ہیں۔ اور ان سے خلوت میں گفتگو ہو رہی ہے۔"

ضرغام نے ذرا تلخ لہجہ میں کہا "میں جو کہہ رہا ہوں، وہ کردو"

حاجب اطلاع کرنے اندر چلا گیا۔ اور پھر فوراً ہی آگیا اور کہا "تشریف لے جایئے۔ امیر المومنین آپ کو یاد فرماتے ہیں"

واقعی معتصم اور قاضی صاحب میں کسی اہم مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی ضرغام کو دیکھتے ہی معتصم نے کہا

خوب آئے تم ——— ہم تمہیں بلوانے کے لئے حاجب کو بھیج ہی رہے تھے۔

معتصم کا اشارہ پاکر ضرغام اس کے قریب ہی مسند کے ایک گوشے پر بیٹھ گیا۔

قاضی صاحب نے فرمایا۔ "تم نے بذ میں جو کارنامے انجام دیے ہیں انہوں نے امیر المومنین کی نظر میں تمہیں اور زیادہ معتبر اور معتمد بنا دیا ہے"

ضرغام نے ادب سے گردن جھکا لی۔ اور کوئی جواب نہیں دیا

معتصم نے کہا "بلادِ روم سے ہمیں اطلاع ملی ہے کہ توفیل شاہِ روم نے زبطرا پر قبضہ کر لیا ہے۔ وہاں کے لوگوں کو اس نے قتل کر دیا ہے۔ عورتوں کو لونڈیاں بنا لیا، مال و اسباب لوٹ لیا، اس نے ہر وہ ذلیل حرکت کی جو شریف آدمی نہیں کر سکتا"

ضرغام "بجا ارشاد ہوا ———— کیا میں، کچھ عرض کر دوں؟"

معتصم "ہم تمہاری رائے بڑی توجہ سے سنیں گے"

ضرغام "میری رائے صرف یہ ہے کہ ———— تلوار، تلوار، تلوار، توفیل نے جو کچھ کیا ہے۔ نہ اسے ہم بھول سکتے ہیں، نہ معاف کر سکتے ہیں، جس نے لوگوں کی آنکھیں نکال لیں۔ گردنیں کاٹ دیں، عورتوں کو لونڈیاں بنا لیا ———— یہ ہماری غیرت ملی اور حمیت قومی کا معاملہ ہے۔ اس معاملہ میں صبر و انتظار کے کوئی معنی نہیں، اپنی فوج کو حکم دیں کہ وہ کوچ کرے۔ سب سے آگے آپ کا یہ غلام ہوگا میں بجا طور پر امیر المومنین سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ ممکن ہے کہ کسی وجہ سے وہ

مسلمان مردوں کا قتل گوارا کرلیں۔ لیکن مسلمان عورتوں کا لونڈی اور باندی بنایا جانا تو وہ کبھی برداشت نہیں کرسکتے "

یہ گفتگو ختم کرکے جب ضرغام نے معتصم کی طرف دیکھا تو دہشت زدہ ہو کر رہ گیا۔ اُس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اور چہرہ سرخ ہو رہا تھا

معتصم نے کہا " یہ تم نے جو کچھ کہا ہے وہ ہمارے خیالات کی عین ترجمانی ہے۔ الفاظ تمہارے ہیں۔ اس بارے میں افشین کو کل ہی حکم دوں گا کہ کوچ کی تیاری کریں۔ یہ جنگ نہیں جہاد ہے۔

یہ کہہ کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور گویا ہوا۔

انشاء اللہ اب ہم کل ملیں گے اور آخری فیصلہ کریں گے "

قاضی صاحب بھی تشریف لے گئے اور ضرغام بھی واپس آ گیا

وہ واپس آیا تو وردان کو اپنا منتظر پایا۔ اسے سارا ماجرا کہہ سنایا اور کہا

" امیر المومنین کی عادت ہے کہ کوئی کام کرنے سے پہلے وہ استخارہ ضرور کرتے ہیں۔ کل پر فیصلہ اس لیے ملتوی کیا ہے کہ استخارہ کرلیں ——— لیکن مجھے یقین ہے کہ اب جنگ رُک نہیں سکتی "

وردان مطمئن ہو کر رخصت ہو گیا۔ ضرغام گھر میں واپس آیا لیکن کسی کام میں جی نہیں لگا۔ جلدی سے جا کر بستر پر لیٹ گیا۔ لیکن نیند کا کہیں کوسوں پتہ نہیں تھا۔ رات بھر وہ گویا انگاروں پر لوٹتا رہا۔

صبح جیسے ہی وہ حوائج ضروری سے فارغ ہوا۔ خلیفہ کا حاجب طلبی کا پیغام لئے ہوئے موجود تھا۔ وہ فوراً قصر خلافت کی طرف روانہ ہوگیا

اسوقت اُس نے معتصم کو عجیب حالت میں دیکھا وہ شب خوابی کے لباس میں ملبوس تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ آواز تھرتھرا رہی تھی۔ معتصم نے اُسے دیکھا اور کہا

"کیا تم جانتے ہو کہ اتنی سویرے میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟"

ضرغام :۔ غلام کچھ نہیں جانتا۔"

معتصم :۔ بستر خواب سے اٹھتے ہی میں نے تمہیں بلایا ہے کہ ایک اہم بات بتاؤں"

ضرغام :۔ ارشاد ——— ارشاد فرمائیے یا امیر المؤمنین"!

معتصم :۔ رات کو میں نے نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد استخارہ کیا کہ یا اللہ اس سلسلہ میں جو مسلمانوں کے لئے مناسب ہو۔ اس طرف میری رہنمائی فرما پھر میں سو گیا اور ——— اور میں نے ایسا خواب دیکھا جس نے میرے ہوش اڑا دیئے"

ضرغام حیرت سے معتصم کی طرف دیکھنے لگا۔

معتصم نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ اپنے عمامہ کو درست کیا اور کہا۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے خواب دیکھا نہیں میں نے خواب نہیں دیکھا۔ سوتے میں ایک آواز سنی

اس آواز نے میرے دل کے ٹکڑے اڑا دیئے
میں نے محسوس کیا۔ ایک ہاشمی عورت بلادِ روم
میں ایک دشمن کے ہاتھوں اسیر ہے اور وہ مجھے
مدد کے لئے پکار رہی ہے۔

معتصم میری مدد کرو۔ تو سو رہا ہے اور میں
اس حال میں ہوں

میں نے یہ آواز سنی اور زور سے پکار کر
اسے جواب دیا۔

"میں نے تیری فریاد سن لی۔ میں آ رہا ہوں
میں تیری مدد کو پہنچوں گا۔

بس میں جاگ گیا۔

میں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ خدا نے مجھے جہاد کا حکم دیا ہے اور مجاہدین کی صف میں مجھے بھی شریک رہنا چاہیے۔ میرے عزیز کوچ کی تیاری کرو۔ میں دوسرے سالاروں کو بھی یہی حکم دے رہا ہوں —— کیا میں اپنی موجودہ فوج پر بھروسہ کر سکتا ہوں؟

عزغام نے سمجھ لیا کہ معتصم افشین پر بھروسہ نہیں کرتے۔

اس نے عرض کیا "اگر مراد افشین سے ہے تو میرا جواب انکار میں ہے۔ اس کا اور اس کے ساتھیوں کا مقصد صرف روپیہ بٹورنا ہے اسی لئے تو انہوں نے بابک فتح کرنے میں دیر لگائی۔ روم کی جنگ بھی اگر انہیں

سپرد کی گئی تو یہ سالہا سال لگا دیں گے اسوقت تک مسلمانوں کی نہ جانے کیا کیا اور کیسی کیسی درگت بن چکی ہو گی۔

معتصم :۔ ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے قاضی صاحب سے کہا تھا۔ اگر ضرغام بند نہ جاتا تو افشین اس معرکہ میں کئی سال صرف کر دیتا۔!"

ضرغام :۔ "میں تو بندۂ فرمان ہوں۔ میرے آقا نے جو حکم دیا۔ میں نے اس کی تعمیل کی۔ اس معرکہ روم میں بھی غلام، اپنے آقا کے ہمرکاب رہے گا!"

معتصم :۔ روم کے کس شہر سے ہمیں حملہ کا آغاز کرنا چاہیے؟"

ضرغام :۔ عموریہ ——— آپ نے جو آواز سنی ہے وہ وہیں سے آ سکتی ہے۔ وہی روم کا سب سے بڑا اور مضبوط شہر ہے۔ وہی عیسائیوں کا مرکز ہے۔ اسکا فتح کرنا عیسائی شہنشاہیت کا پرچم، پرچم سرنگوں کرنا ہے۔

باب ۷۹

حملہ کی تیاری

معتصم نے ضرغام کی تجویز مان لی اور عموریہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ دوسرے روز معتصم نے جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ دربار عام میں اس نے قاضیٔ بغداد کو بلایا۔ اور گواہوں کے سامنے اپنے مال و املاک کو وقف کر دیا۔ اور ساری جائداد مساوی حصوں میں تین مدات کیلئے وقف کر دی بیٹے کے لئے۔ راہ اللہ میں اور ذاتی غلاموں کے لئے۔

اس کام سے فارغ ہو کر، وہ عموریہ کی طرف اپنا لشکر گراں لیکر بڑھا۔ یہ اتنا بڑا لشکر تھا کہ آج تک کوئی خلیفہ اتنی بڑی فوج مجتمع کر کے کسی ملک پر حملہ آور نہیں ہوا تھا۔ اس لشکر کے سپاہیوں کی تعداد کسی طرح نو لاکھ سے کم نہ تھی۔ اس لشکر کے سالاروں میں افشین، ضرغام، اشناس، اور دوسرے بڑے بڑے لوگ تھے، یہ مختلف ٹکڑوں میں بٹا ہوا تھا جلدی جلدی اپنی منزلیں طے کرتا ہوا یہ بہت جلد عموریہ کی دیواروں کے سامنے خیمہ زن ہو گیا۔

دوسرے دن صبح کو معتصم نے دربار خاص منعقد کیا۔ اور مخصوص امراء اور سالاروں کو صلاح و مشورہ کے لئے طلب کیا۔ ان لوگوں میں ضرغام بھی موجود تھا۔ مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ عموریہ پر کس جہت اور کس طرف سے حملہ کیا جائے۔ کتنے دستے اس کام کے لئے مقرر کئے جائیں اور دشمن کے جوابی حملوں کے سلسلہ میں خطِ دفاع کس طرح قائم کیا جائے بڑی دیر تک یہ مجلس قائم رہی پھر نمازِ ظہر کے لئے ملتوی ہو گئی ضرغام یہاں سے فارغ ہو کر اپنے خیمہ میں گیا تو دردان وہاں موجود تھا، اور چہرے پر غضب کے آثار طاری، اس حالت میں آج تک ضرغام نے دردان کو نہیں دیکھا تھا اسے بڑی حیرت ہوئی! یہ آج دردان کو کیا ہو گیا! اس نے پوچھا!

"کیا بات ہے دردان؟ آج تم کچھ برہم سے نظر آ رہے ہو؟"

دردان نے جواب دیا "صرف آپ کا خیال تھا جو مجھے روک رہا ہے۔ ورنہ اب تک کب کا میں اسے ہلاک کر چکا ہوتا۔ اس کے تصور سے میرا خون کھول رہا ہے۔"

ضرغام:۔ لیکن میرے بھائی، اس قدر شدید برہمی کا کوئی سبب بھی تو ہوتا اور تم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ کس سے خفا ہو؟ کس کو مار ڈالنا چاہتے ہو؟

دردان:۔ "سامان کو ——————"

ضرغام:۔ (قطع کلام کرتے ہوئے) "سامان کو! کیا سامان

یہاں ہے؟"

دردان:"جی، یہاں ہے، اور افشین کے خیمہ میں اعزاز واکرام ہو رہا ہے۔ قہقہے لگ رہے ہیں، بزم آرائیاں جاری ہیں، پروگرام تیار ہو رہے ہیں۔ گویا وہ ایک فاتح ہے اور ہم محکوم، مجھے نہ روکئے۔ جانے دیں میں اُسے ضرور قتل کروں گا"

ضرغام:"نہیں میرے دوست نہیں ——— فیصلہ کا وقت بہت جلد آرہا ہے پھر ہر شریر اور بدنفس کو اس کے کئے کی سزا ملے گی لیکن ابھی صبر وسکون کی ضرورت ہے"

دردان:"صبر وسکون ——— آخر کب تک؟"

ضرغام:"کچھ مدت اور! ——— بس اب منزل سر ہوا ہی چاہتی ہے اس وقت اگر ہم نے اس طرح کی کوئی بات کی تو جانتے ہو کیا نتیجہ ہوگا؟ ——— لشکر میں پھوٹ پڑ جائے گی، افشین کے آدمی الگ ہو جائیں گے۔ ہم یہاں دشمن کی سرکوبی کرنے آئے ہیں، پھر خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ اور دشمن کی سرکوبی نہ ہو سکے گی۔ بڑے مقصد پر چھوٹا مقصد قربان کیا جا سکتا ہے۔ ذات پر قوم نہیں قربان کی جا سکتی۔ ہماری ناکامی صرف ہماری ناکامی ہے۔ لیکن قوم کی ناکامی کا اثر سارے عالمِ اسلام پر پڑے گا"

دردان نے پیچ وتاب تو بہت کھایا۔ لیکن اسے مجبوراً ضرغام کی بات ماننا پڑی، کیوں کہ وہ ضرغام کا حد سے زیادہ احترام کرتا

تھا۔ لہذا اُس کی ایسی باتیں بھی مان لیتا تھا۔ جو اُسے پسند نہ ہوتی تھیں۔

وردان کے چہرے پر اسوقت رنج و غصہ کی عجیب کیفیت طاری تھی۔ ضرغام نے یہ بات محسوس کر لی۔ اسے تسلی دیتے ہوئے کہا "تم سامان کو رو رہے ہو! لیکن اور بھی خطا کار موجود ہیں جنہوں نے ہمارے دل پر چرکے لگائے ہیں۔ ہم اگر حق پر ہیں تو ایک نہ ایک دن فتح ضرور ہوگی اور دشمن منہ دیکھتے رہ جائیں گے"

باب ۸۰

پھر مایوسی

معتصم کی موجودگی اور سرکردگی میں مسلمانوں نے عموریہ پر حملہ کیا، دشمن کی تیاریاں بڑی زبردست تھیں۔ اس کی فوج بھی زیادہ تھی۔ سامانِ جنگ کی بھی فراوانی تھی، مال و دولت بھی تھا، وسائل و ذرائع بھی بہت تھے۔ لیکن اس کے باوجود دشمن جیت نہ سکا۔

مسلمان جب شہر میں داخل ہونے لگے۔ تو دشمن نے زبردست مزاحمت کی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے لیکن مسلمانوں کا ریلا روکا نہ جا سکا، اور صف سیلِ رواں آگے بڑھے۔ اور کوئی بھی ان کے اقدام اور پیش قدمی میں رکاوٹ نہ ڈال سکا۔ عموریہ کے سپاہیوں اور روم کے باشندوں نے جب زبطرا پر قبضہ کیا تھا۔ تو سفاکی اور درندگی کی انتہا کر دی تھی۔ مسلمانوں کے گھر لوٹ لئے تھے۔ بڑی بڑی شاندار عمارتیں منہدم کر دیں۔ لہلہاتے ہوئے کھیت جلا دیئے۔ سرسبز شاداب باغات اجاڑ دیئے۔ جو بھی سامنے آیا اُسے بے دریغ قتل کر دیا۔ جو لوگ بچ گئے ان میں سے مردوں کو غلام

اور عورتوں کو لونڈیاں بنالیا۔ لیکن مسلمان جب فاتح اور کشور کشا کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوئے۔ تو اپنے خلیفہ کی ہدایت اپنے مذہب کی تعلیم کے مطابق انہوں نے کسی بے گناہ کو نہیں ستایا۔ نہ عمارتیں گرائیں نہ آگ لگائی، شہر پر قبضہ کرنے میں دیر لگی۔ اور جب تک قبضہ نہ ہو گیا، کسی نہ کسی صورت میں جنگ جاری رہی اور جو لوگ لڑ رہے تھے، وہ قتل بھی کئے گئے لیکن کسی مرد یا عورت کو محض اس لئے نہیں ستایا گیا کہ وہ غیر مسلم ہے۔ اسی کو سزا دی گئی جس کے بارے میں ثابت ہو گیا کہ اس نے شرارت کی تھی۔

ضرغام نے اس معرکہ میں بہادری اور شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے کہ لوگ عش عش کر اُٹھے۔ وہ چمکتی ہوئی تلواروں کے سائے میں تیروں کے ہجوم میں۔ سنگینوں کی یلغار میں بہ مجاہد آگے بڑھتا رہا۔ وہ زخمی تھا زخموں سے چور تھا۔ لیکن اس کی ہمت مجروح نہیں ہوئی تھی اس کا جوش اور ولولہ بدستور قائم تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا، جدھر نکل جاتا تھا پہرے کے پہرے صاف کر دیتا تھا۔ عیسائی صفیں الٹ دیتا تھا۔

شہر فتح ہونے کے بعد وہ سب سے پہلے حمّاد کی رہنمائی میں جو اس سے آکر مل گیا تھا ——— اور وردان کی معیت میں بطریق (پادری) ناطس کے محل میں پہونچا اور یہاں بالو اور رهیدنہ کی جستجو شروع کر دی۔ محل کا کونہ کونہ چھان مارا۔ لیکن ان دونوں کا سراغ نہ لگنا تھا نہ لگا، تھوڑی دیر کے لئے تو وہ حمّاد سے بدگمان ہو گیا۔ کہ ہمیں اس نے غلط

اطلاع تو نہیں دی تھی؛ لیکن حمادی کی سعی سے بہت جلد یہ بات معلوم ہو گئی کہ افشین خود ہی سامان کے ساتھ یہاں آئے اور ہیدنہ و بالو کو گرفتار کر کے لے گئے۔

جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی تو وردان کا خون کھولنے لگا۔ اس نے ضرغام سے کہا۔

"آپ نے دیکھ لیا سامان نے کیا کیا؟ آپ نے دیکھ لیا۔ افشین نے کیا کیا! کیا اب بھی آپ مجھے صبر کا مشورہ دیں گے؟

ضرغام نے محبت سے اس کے شانہ پر ہاتھ رکھا اور کہا

"میرے دوست! تم بہت جلد غصّہ میں آجاتے ہو۔ افشین اور سامان نے جو کچھ بھی کیا ہو، وہ ہیدنہ اور بالو پر قبضہ نہیں رکھ سکتے۔ انہیں ان دونوں سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ میں ابھی امیر المومنین کے پاس جاتا ہوں انہیں صحیح صحیح حالات بتاؤں گا۔ ابھی اور یہیں فیصلہ ہو جائے گا۔ تمہاری تکرار وہ کام نہیں کر سکتی جو امیر المومنین کا ایک لفظ کر سکتا ہے اور اس اقدام کا ایک فائدہ یہ ہو گا کہ لشکر میں باہمی جنگ و پیکار کا خدشہ بھی نہیں رہے گا۔

وردان سے یہ کہہ کر ضرغام سیدھا معتصم کے پاس پہنچا خلیفہ نے اس کے چہرہ پر انقباض اور تکدّر کے آثار دیکھ کر کہا

"اس وقت تم بہت برہم نظر آ رہے ہو۔ کیا بات ہے؟

وہ بولا "غلام آقا کے سامنے برہمی کا اظہار نہیں کر سکتا۔ ہاں رنج و

صدمہ کا اظہار ضرور کر سکتا ہے۔

"ہر کوئی درماندگی میں نالہ سے ناچار ہے"

معتصم "اچھا یہی سہی، لیکن کیا ہوا، یہ تو بتاؤ؟"

ضرغام "میں افشین کی شکایت لے کر حاضر ہوا ہوں"

معتصم "تمہاری شکایت ضرور رفع ہو گی، بتاؤ کیا شکایت ہے تمہیں افشین سے؟"

ضرغام "اس نے میری منسوبہ اور محبوبہ کو قید کر لیا ہے"

یہ سن کر معتصم کو بڑی حیرت ہوئی اس لئے کہ اس نے آج تک ضرغام کے بارے میں یہ نہیں سوچا تھا کہ اس کی کوئی محبوبہ بھی ہو سکتی ہے اور وہ کسی عورت سے محبت بھی کر سکتا ہے۔ پھر یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ ضرغام کی محبوبہ اچکتی، پھانستی عموریہ میں کہاں سے آ پہنچی؟ اس نے پوچھا

"کچھ سمجھ میں نہیں آیا، ذرا وضاحت سے بیان کرو!"

ضرغام نے ساری کہانی اوّل تا آخر سنا ڈالی۔

معتصم سر جھکائے یہ باتیں سنتا رہا، پھر اس نے کہا۔

"یہ تو بڑی سنگین بات ہے۔ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے۔ بہر حال اسے تمہاری منسوبہ کو واپس کرنا پڑے گا۔"

پھر اس نے تالی بجائی، فوراً ایک غلام حاضر ہوا۔ اس نے فرمایا۔

"جاؤ افشین کو ابھی ہمارے حضور میں پیش کر دو!"

تھوڑی دیر میں افشین آ گیا۔ ضرغام کو دیکھتے ہی سمجھ گیا کیا بات ہے۔ انہوں

طلبی ہوئی ہے ؟ لیکن تجاہل سے کام لیا اور خاموش رہا۔

معتصم : "تم جانتے ہو ! "الصاحب" کی ہماری نظر میں کتنی منزلت ہے ؟"

افشین : "غلام بہت اچھی طرح جانتا ہے اسی لئے " وہ خود بھی اسکا قرار واقعی احترام کرتا اور لحاظ رکھتا ہے "

معتصم : "لیکن اُسے شکایت ہے کہ تم نے اس کی منسوبہ کو قید کرلیا ہے کیا یہ واقعہ نہیں ہے ؟"

افشین : "میں نہیں جانتا ، یہ کس سے محبت کرتے ہیں ! اور کون ان کی منسوبہ ہے ؟"

ضرغام : کیا آپ مرزبان کی بیٹی " بانو " کو نہیں جانتے ؟

افشین : بہت اچھی طرح جانتا ہوں ــــــــــ وہ میری لڑکی کی طرح ہے ۔ میں اسکا وصی اور ولی ہوں ، اس کے باپ نے اپنے وصیت نامہ میں واضح طور پر ساری ذمہ داریاں مجھے سونپی ہیں اور میرا خیال ہے (ضرغام کیطرف اشارہ کرکے) یہ بھی اس حقیقت سے خوب واقف ہیں !"

معتصم ، ضرغام کی طرف متوجہ ہوا ۔ اس کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو رہا تھا ۔ اس نے کہا

" مجھے معلوم ہے ، خود آپ نے وہ وصیت نامہ تحریر فرمایا تھا ۔ لیکن مجھ سے اس کی نسبت اس سے پہلے کا واقعہ ہے "

افشین : "پھر وصیت نامہ میں اس کا ذکر کیوں نہیں ہے ؟"

ضرغام : "اس لئے کہ اسے آپ نے لکھا ہے !"

افشین: "کچھ بھی ہو، وہ ابھی تک غیر منسوب ہے اور اس سلسلہ میں آخری اختیارات صرف مجھے حاصل ہیں"

معتصم: "اچھا تمہیں کو حاصل ہیں۔ لیکن کیا ہمارے "الصاحب" سے زیادہ موزوں شوہر اس لڑکی کے لئے ہو سکتا ہے؟ تم کیوں نہیں اسکا نکاح کر دیتے۔؟"

یہ سن کر افشین چکرا گیا۔ خلیفہ جواب کا منتظر تھا، آخر اسے کہنا پڑا "امیر المومنین کی مرضی ضرور پوری ہوگی۔ ہم یہاں سے فارغ ہو لیں، پھر سامرا پہنچنے کے بعد جو ارشاد ہوگا، اسکی تعمیل سر آنکھوں پہ کیجائے گی"

معتصم نے ضرغام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "یہ تو معقول بات ہے۔ اسے مان لینے میں تمہیں تامل نہیں ہونا چاہیے"

ضرغام سمجھ گیا، اس تاخیر سے افشین کا مطلب کیا ہے؟ اس نے کہا "غلام کو کوئی تامل نہیں۔ لیکن اگر نکاح سامرا پہنچنے سے پہلے یہیں ہو جائے تو سردار افشین کو تامل کیوں ہو؟"

افشین مسکرایا اس نے دوستانہ لہجہ میں کہا "مجھے کوئی عذر نہیں ہے لیکن میں ان لوگوں کو سامرا بھیج چکا ہوں"

افشین کے ان الفاظ میں شرارت ناچتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ لیکن اب تیر ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ضرغام کے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ وہ اس معاملہ کو سامرا پہنچنے تک ملتوی رکھے۔

اس گفتگو کے بعد خلیفہ کی مجلس برخاست ہو گئی۔ افشین اپنے خیمہ میں چلا گیا۔

اور تزغام اپنے خیمہ میں آگیا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وردان اور حماد سے اس معاملہ میں صلاح ومشورہ کرے۔ لیکن ان دونوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ انتظار کرتا رہا۔ جب کافی دیر گزر گئی اور وہ لوگ نہیں آئے تو اسے تشویش پیدا ہوئی اور خیمہ سے باہر نکل کر ان لوگوں کی تلاش میں ادھر اُدھر سرگرداں پھرنے لگا۔ سارا لشکر اس نے چھان مارا لیکن نہ حماد کہیں نظر آیا، نہ وردان، اس ناکامی پر اس کا جی چاہ رہا تھا۔ کہ پھوٹ پھوٹ کر رو دئے ——— جب کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا جس سے دکھ درد کہا جائے تو یہی کیفیت ہوتی ہے۔

باب ۔۸۱

وفادار ساتھی

اصل واقعہ یہ تھا کہ وردان بھی ضرغام کی طرح ، بے قرار اور بے کل ہو رہا تھا، ضرغام کو بانو کی فکر تھی وردان کو ہیدنہ کی ، وہ چپکے سے افشین کے لشکر میں پہنچا۔ کہ کسی طرح بانو اور ہیدنہ کا پتہ چلائے مگر کچھ پتہ نہ چلا ، مایوس ہوکر وہ ضرغام کے خیمہ کی طرف مڑا کہ اس سے صلاح مشورہ کر کے کوئی پروگرام بنائے ۔ لیکن ابھی یہ افشین کے لشکر سے نکلا نہیں تھا ، کہ اسے اسپ تازی نظر آیا۔ جس کا نام بانو نے شبیر رکھا تھا ۔ اور جو واقعی شیر کی طرح بارعب اور دہشت انگیز تھا ۔ وردان نے سمجھ لیا کہ ہو نہ ہو یہ گھوڑا بانو کا ہے ۔ اتنے ہی اس نے سامان کو بھی دیکھ لیا ۔ وہ بھی انہی تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ دہاں موجود تھا، اسے دیکھ کر وردان فرطِ غضب سے کانپنے لگا، اس کا جی چاہا ایک ہی ہاتھ میں اس کا کام تمام کردے لیکن ضرغام کی ممانعت یاد آگئی وردان رُک گیا۔

وہ تو ادھر حیران و سرگشتہ ہو رہا تھا ادھر ضرغام حیران تھا کہ کیا کرے ؟

حمّاد اور دردان کو کہاں سے ڈھونڈ نکالے۔ یہ خیال بھی آتا تھا کہیں افشین کے ہاتھ یہ لوگ نہ آ گئے ہوں، اور وہ انہیں تکلیف و اذیت میں مبتلا کر رہا ہو؟ غرض ضرغام نے ان دونوں کی تلاش میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا!

دوسرے روز معتصم نے واپسی کا حکم صادر کیا۔ ضرغام کو بھی بادل ناخواستہ رخت سفر باندھنا پڑا۔ وہ اس وقت تک یہاں سے واپس نہیں جانا چاہتا تھا، جب تک دردان اور حمّاد کا پتہ نہ چل جائے۔ لیکن حکم حاکم مرگِ مفاجات، معتصم کا حکم تھا۔ اس سے سرتابی ممکن نہ تھی۔ چنانچہ وہ بھی لشکر کے ساتھ سامرا کی طرف چل پڑا۔

راستہ میں ایک مقام پر اسے دور، دو سوار جاتے ہوئے نظر آئے، ان میں سے ایک کا گھوڑا چال ڈھال کے اعتبار سے بالکل دردان کے گھوڑے سے ملتا جلتا تھا۔ ضرغام سوچنے لگا۔

کیا یہ دردان ہے ——— ؟ لیکن یہ دفعتاً یہاں کیسے نمودار ہو گیا؟ جب وہ اور قریب پہونچا تو اس نے دونوں کو پہچان لیا ——— یہ دردان اور حمّاد تھے۔ ضرغام ضبط نہ کر سکا۔ اس نے آواز دی۔

دردان! ———"

اس نے جواب دیا "میرے آقا! میں حاضر ہوں!" اس آواز میں۔ اس لب و لہجہ میں کامرانی اور مسرت جھلک رہی تھی۔

ضرغام نے پاس پہنچ کر کہا "تم دونوں کہاں غائب ہو گئے تھے ——— میں نے تمہیں کتنا تلاش کیا!"

دردان نے جواب دیا " ہم دونوں سامرا تک چلے گئے تھے ذرا ! "

ضرغام :" لیکن وہاں جانے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔ وہ بھی بغیر مجھے اطلاع دیئے ؟ "

دردان :۔ (ہنستے ہوئے) " بالو اور ہیدنہ کو وہاں پہونچانا ضروری تھا، چنانچہ انہیں آپ کی والدۂ محترمہ کی تحویل میں دے کر ہم واپس آرہے تھے کہ آپ جہاں ہوں آپ کے ہمرکاب ہوجائیں ! "

ضرغام :" نہ جانے کیا کہہ رہے ہو ؟ صاف صاف بتاؤ ! "

دردان :" آپ افشین کی مروت میں بہت آگے بڑھ گئے تھے، وہ آپ کو دھوکا دے رہا تھا، آپ دھوکا کھارہے تھے ———— ! "

ضرغام :" دھوکہ ؟ ———— افشین دھوکا دے رہا تھا ؟ "

دردان :" جی اور کیا ———— وہ ان دونوں ———— بالو اور ہیدنہ کو سامرا کی بجائے اپنے ملک اشرسنہ بھیج رہا تھا۔ اور خود بھی وہاں جلد از جلد پہنچنے کی تیاریاں مکمل کرچکا تھا۔ بس میں نے سوچا کہ اب مجھے قوت استعمال کرنی چاہیے۔ آپ سے رائے لیتا تو آپ ضرور مخالفت کرتے، چنانچہ سامان جب ان دونوں کو لے کر اشرسنہ کی طرف روانہ ہوا، تو میں نے اور حماد نے تعاقب کیا، سامان کو پکڑ کر نذرِ زندان کردیا اور بالو اور ہیدنہ کو آپ کی والدہ کے پاس پہونچا دیا۔

ضرغام :۔ (خوش ہوکر) " اچھا کیا، لیکن کیا یہ مناسب نہ ہوتا، اگر اس جھوٹے کو ایک مرتبہ اور آزما لیتے ؟ اس نے خلیفہ کے سامنے عہد کیا تھا کہ بالو کی شادی

میرے ساتھ سامرا پہنچتے ہی کر دے گا۔!"

وردان:"میں نے جو کچھ کیا ہے خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ اگر باز پرس ہوئی تو میں جواب دہی کے لیے تیار ہوں۔ اگر جرم ثابت ہوا تو ہر قسم کی سزا بھی بھگتنے کو تیار ہوں۔"

ضرغام:"حماد سے! تم بھی سامرا ہو آئے ہو؟"

حماد: جناب ——— آپکی دعا سے!"

ضرغام:"یاقوتہ کا دیدار بھی ضرور کیا ہوگا ———؟"

حماد:"ہاں اس سے بھی ملا، اور ہم دونوں اس امر پر متفق تھے کہ تم آدمی نہیں فرشتہ ہو!"

ضرغام:"(متبسم ہو کر) شکریہ اس عزت افزائی کا ——— لیکن وہاں جا کر تم واپس کیوں آ گئے؟"

حماد:"تمہاری رفاقت کے لئے ——— کیا میں یہ عہد نہیں کر چکا ہوں کہ جب تک بالو تمہیں نہیں مل جائے گی، میں یاقوتہ سے دور رہوں گا؟"

باب ۸۲

اے فلک رشک سے نہ جل مرنا

دوسرے روز جب معتصم مع اپنے لشکر کے سامرا میں پہونچا تو اس کی آرائش و زیبائش دید کے قابل تھی۔ سامرا شہر استقبال کے لئے امنڈ آیا تھا۔ مرد، عورت، بچے، بوڑھے، جوان، صحت مند اور بیمار سب ایک سیلِ رواں کی طرح بڑھے چلے آرہے تھے کہ ان مجاہدین کا دیدار کریں جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر جہاد کے لئے نکلے تھے جن کے بہت سے ساتھی مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے اور جو واپس آئے ہیں وہ دشمن کو شکست دے کر اور غازی بن کر تشریف لائے ہیں، سارے شہر میں چراغاں کا انتظام بھی بڑی خوبی اور خوش اسلوبی سے کیا گیا تھا۔ کوئی مکان ایسا نہیں تھا۔ جہاں خوشی کے دیئے نہ جل رہے ہوں۔ کوئی دکان ایسی نہیں تھی جہاں مسرت کے قمقمے نہ چمک رہے ہوں۔

ضرغام کو دیکھ کر تو لوگ خوشی سے بے قابو ہو گئے۔ اس مرد مجاہد نے جو کارنامے انجام دیئے تھے۔ ان کا علم شہر کے بچے بچے کو ہو گیا تھا، اس پر پھولوں کی اتنی بارش ہوئی کہ بار بار یہ بوجھ اسے اتارنا پڑا، خوشی کے نعروں

اور پھولوں کے ہاروں سے لدا ہوا وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے ماں کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ پھر با قوتہ آئی اس نے دعائے خیر و برکت اور درازیٔ عمر و ترقی و اقبال دی، اس کے بعد وہ بانو کے کمرے میں پہنچا وہ سراپا انتظار بنی بیٹھی تھی اسے دیکھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے رخسار تمتمائے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں ایک عجیب قسم کی چمک تھی۔ خود ضرغام کی بھی یہی کیفیت تھی۔ کہ جوشِ مسرت سے دیوانہ ہوا جا رہا تھا، نہ جانے کیا کیا کہنا چاہتا تھا لیکن لب بند تھے زبان خاموش تھی۔ آنکھیں داستانِ ہجر سنا رہی تھیں اور ہونٹوں پر مہر سکوت لگی ہوئی تھی!

آخر بڑی دیر کے بعد ضرغام نے ہمت کی اور کہا

"بانو ————— تمہیں دیکھ کر دل خوشی کا جھولا جھول رہا ہے۔ آنکھیں خوشی کے آنسو بہا رہی ہیں۔ تمہیں میں نے کہاں نہیں ڈھونڈھا محلوں میں، شہروں میں، مکانوں میں، گلیوں میں، جنگلوں میں، وادیوں میں، صحراؤں میں، پہاڑوں میں،

کہاں کہاں تیرا عاشق تجھے پکارا آیا! لیکن تم نہ ملیں۔ تمہارے لئے کیسی کیسی آفتیں اور مصیبتیں جھیلیں۔ لیکن اب تم میرے سامنے ہو، تو وہ دورِ مصیبت ایک بھولا ہوا خواب معلوم ہوتا ہے"

بانو "یہ زندگی بھی ایک خواب ہی ہے!"

ضرغام "ہاں! ایک خواب بے انتہا شیریں بشرطیکہ اس خواب کی تعبیر تم بن جاؤ!"

بانو: "آپ نے اپنی داستان مزے لے لے کر بیان کر ڈالی۔ لیکن یہ پوچھا کہ مجھ پر کیا گزری؟ ——— میں نے اس مختصر سی عمر میں کون سی مصیبت ہے جس کا مزہ نہیں چکھ لیا۔ مشفق اور محبت کرنے والے باپ کا غم جدائی۔ بھائی کی غداری، خیانت اور فریب کاری، اپنے دلی اور وصی کی ہوس زنی اور لذت پرستی، اپنے مذہبی پیشوا، موبد کی خود غرضی اور زر پرستی ——— کیسے کیسے ستم اٹھائے ہیں میں نے!"

ضرغام: "یہ سب کچھ مجھے معلوم ہے بانو ——— آؤ ہم تم دونوں خدا کی جناب میں سجدۂ شکر بجا لائیں کہ اس نے ہم پر رحم کیا۔ ہمارے دل کی پکار سن لی اور ایک مدت کی جدائی کے بعد پھر ملا دیا۔ کاش اس ملاپ کے بعد اب کوئی جدائی نہ ہو!"

بانو: "اب اگر کوئی جدائی ہم میں حائل ہو سکتی ہے تو وہ موت ہی کی ہو سکتی ہے!"

ضرغام: "تم نے مجھے لکھ دیا ہوتا، میں فرغانہ آتا اور تمہیں لے جاتا۔ ایسا ہوتا تو اتنی ہولناک مصیبتوں سے تمہیں دوچار نہ ہونا پڑتا!"

بانو: "پھر مقدر کا لکھا کیسے پورا ہوتا؟"

ضرغام: "رات کے بعد دن کی روشنی نمایاں ہوتی ہے۔ بیماری کے بعد صحت کا خزانہ فطرت سے عطا ہوتا ہے۔ دکھ کے بعد مسرت کی نعمت خدا عطا کرتا ہے ——— ہم نے بھی بہت سے دکھ جھیل لئے۔ اب ہماری صبح امید طلوع ہوئی ہے ——— بانو تمہیں دیکھ کر تمہیں

پاکر، تمہارے قریب بیٹھ کر میں ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے ایک نئی دنیا میں ہوں، ایسی دنیا میں جہاں صرف مسرت ہی مسرت ہے۔ غم، فکر، پریشانی کوئی چیز ہی نہیں۔ تم ہمیشہ سے میری زندگی ہو لیکن یہ زندگی پہلے بے کیف تھی، اب اس میں کیف آیا ہے۔"

بانو :۔ (مسکرا کر) لیکن کہیں نشہ میں جھومنے نہ لگئے گا!"

ضرغام :۔ تم جھومنے کو کہتی ہو۔ میں تو اس سرمستی میں جان قربان کر دینے کو تیار ہوں۔ یہ کیفیت، یہ نشہ، ہر شخص کو کب حاصل ہوتا ہے؟

سرورِ غم عشق بوالہوس را نہ دہند

سوزِ غم پروانہ، مگس را نہ دہند

بانو :۔ (اٹھلا کر) "آپ تو شاعری کرنے لگے۔ اور میں شاعری کی الف، ب بھی نہیں جانتی!"

ضرغام :۔ نہیں بانو! اسے شاعری نہ کہو، یہ سچے تاثرات ہیں، شاعر انہیں واردات کو سامنے رکھ کر شعر کا تانا بانا تیار کرتے ہیں۔ ہم اصل ہیں، وہ نقل ہیں، ہم حقیقت ہیں، وہ نمائش اور تصنع ہیں۔ ہمارا ان کا کیا مقابلہ؟"

بانو :۔ ہوگا ——————— میں نے تو یوں ہی ایک بات کہہ دی تھی۔"

ضرغام :۔ بس میرے اللہ، آپ نے ایک بات کہہ دی اور یہاں جان پر بن گئی۔

بانو :۔ اس میں جان پر بننے کی کیا بات ہے؟"

ضرغام :۔ ہم خستہ دل ہیں کچھ تو نازک مزاج تو
تیوری چڑھائی تو نے کہ یاں دم نکل گیا

بانو ہنسنے لگی۔ اس نے کہا "آج واقعی آپ کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے ایسی بہکی بہکی باتیں تو آپ نے کبھی نہیں کی تھیں"

اتنے میں کسی کے پاؤں کی آہٹ محسوس ہوئی اور دونوں خاموش ہو گئے۔

باب ۸۳

معتصم کی عدالت میں

ضرغام کو نئی زندگی ——— بانو ——— مل گئی

——— اس کی مایوسیاں ختم ہوگییں اور امید کا سورج چمکنے لگا۔

سفر کا تھکا ہوا تھا، جلدی سوگیا، علی الصبح علی الصبح بیدار ہوا، دل میں پھر امنگ اٹھی کہ جا کے بانو کا دیدار کرلے، اس سے باتیں کرے، اس کے پاس بیٹھا رہے۔ ابھی اس ارادہ کو عملی جامہ نہیں پہنا سکا تھا کہ خلیفہ کا غلام آیا اور اس نے طلبی کا فرمان پہونچایا۔ معتصم کی کوئی بات اسے ناگوار نہیں گزرتی تھی۔ لیکن اس وقت کی طلبی کھل گئی، جارہا تھا کوچہ جانان کی طرف اور جانا پڑا بابِ عالی کی جانب۔

جلدی جلدی درباری لباس پہن کر وہ دربارِ خلافت میں پہنچا، دروازے پر اشروسنہ کے سپاہی بھی کھڑے تھے۔ سمجھ گیا، افشین صاحب بھی موجود ہیں۔ اندر پہنچا، معتصم تختِ خلافت پر متمکن تھا۔ سامنے کرسی پر افشین بیٹھا تھا اور یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ ہال کے ایک گوشہ میں وردان اور حماد

بھی کھڑے تھے، وہ سمجھ گیا، افشین نے مقدمہ پیش کیا ہے، وردان اور حماد اسی لئے طلب کئے گئے ہیں اور میں بھی اسی لئے بلایا گیا ہوں۔ آج دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو کر رہے گا۔"

معتصم نے خندہ جبینی کے ساتھ ضرغام کا استقبال کیا فرمایا

"بیٹھ جاؤ ——— آؤ!"

اس نے عرض کیا "قبل اس کے کہ میں امیر المومنین کے تعمیل ارشاد میں اپنی جگہ لوں، کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، اگر اجازت ہو؟"

معتصم نے کہا" اجازت ہے ——— کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

ضرغام:- "میں اپنے دو وفادار دوستوں اور تخت خلافت کے بہادر فداکاروں کو آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں ——— یہ حماد ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ہم عموریہ نہیں فتح کر سکتے تھے۔ اسی کی رہنمائی اور رفاقت نے اس قدر جلد یہ منزل سر کی۔"

معتصم:- (چیں بہ جبین ہو کر) "لیکن یہ تو سرکش ہو کر بھاگ گیا تھا، سامرا سے!"

ضرغام:- بے شک اس سے یہ بہت بڑی غلطی ہوئی تھی۔ لیکن عموریہ میں اس نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں وہ اس کی بہترین شفارشیں ہیں، میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں کہ امیر المومنین اس کی لغزش سے درگزر کریں گے۔"

معتصم:- "تمہارا وعدہ پورا ہوگا۔ ہم نے نہ صرف اسے معاف کیا، بلکہ انعام واکرام سے بھی مالا مال کریں گے۔"

ضرغام :۔ (دردان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ میرا دوسرا ساتھی ہے آرمینیا کا بہت بڑا بطریق (پادری) بذ کے فتح کرنے اور بابک کا زور توڑنے کے سلسلہ میں اس نے جو خدمات انجام دی ہیں، وہ فراموش نہیں کی جاسکتیں۔

معتصم :۔ ہمیں خوشی ہوئی یہ سُنکر، اسے بھی حماد کی طرح انعام و اکرام سے نوازا جائے گا ——— لیکن اب تک تو ہم یہ گمان کرتے تھے۔ یہ تمہارا خادم دردان ہے!"

ضرغام :۔ یہ میرے پاس اسی حیثیت سے آیا لیکن حقیقت وہی ہے جو میں نے عرض کی ——— میں چاہتا ہوں ان دونوں کو بھی دربار میں کرسی مرحمت فرمائی جائے۔"

معتصم :۔ تمہاری یہ درخواست اس وقت تو کسی طرح قبول نہیں کی جاسکتی یہ دونوں یہاں ملزم کی حیثیت سے حاضر کئے گئے ہیں اور تم بطور گواہ کے طلب کئے گئے ہو۔ عدالت کی کارروائی ختم ہوئے، پھر اس استدعا پر غور کیا جاسکتا ہے ——— لیکن تم بیٹھو!"

وہ خاموشی کے ساتھ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

معتصم :۔ ہمارے سالارِ اعلیٰ افشین نے مقدمہ دائر کیا ہے کہ حماد اور دردان نے ان کے آدمیوں پر ظلم کیا اور دو عورتیں ان کے قبضہ سے چھین لیں۔ جن کے بارے میں ہم نے طے کیا تھا کہ سامرا پہنچ کر فیصلہ کریں گے۔

ضرغام :۔ بے شک، یہ حرکت ان دونوں سے سرزد ہوئی ہے۔ اور اگر یہ جرم

ہے تو اس کی ذمہ داری صرف مجھ پر عائد ہوتی ہے اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے میرے لئے اور میری خاطر۔"

معتصم :۔ "اس سے کوئی بحث نہیں کہ یہ کام کس لئے کیا، سوال یہ ہے کہ ہم نے جب کہہ دیا تھا کہ سامرا میں ہمارے واپس آجانے کے بعد ان امور کا فیصلہ ہوگا۔ تو اس کی خلاف ورزی کی جرأت کیسے ہوئی؟ ——— وہ دونوں عورتیں حاضر کی جائیں۔"

ضرغام :۔ "ان میں ایک میری منسوبہ ہے اور اس کے بارے میں آپ فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہ میری ہی رہے گی۔ اس وقت وہ میرے مکان پر میری والدہ کے پاس ہے۔ رہی دوسری عورت، وہ وردان کی بیوی ہے۔ افشین کو اس پر دعوے کا کیا حق ہے؟"

افشین :۔ (غصّہ سے) "بانو! جسے تم اپنی منسوبہ کہہ رہے ہو، میری ولدیت میں ہے اس پر صرف میرا حق ہے۔"

وردان :۔ "میں نہایت ادب کے ساتھ امیر المومنین سے عرض کرنا چاہتا ہوں، کیا یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ افشین بانو کا ولی ہے؟"

اس سوال پر معتصم چوکنا ہوا۔ اس نے افشین سے کہا "وصیت نامہ کہاں ہے؟"

افشین :۔ "وہ میرے پاس ہے ——— کیا امیر المومنین مجھے جھوٹا اور دروغ گو خیال فرماتے ہیں؟"

معتصم :۔ "نہیں، یہ بات نہیں شرع شریف کا تقاضہ یہ ہے کہ فیصلہ

اس کے ماتحت ہو کسی فریق کو شکایت کا موقعہ نہ ملے ۔ وردان کو اگر وصیت نامہ پر اعتراض ہے تو تم اسے تسلی کیوں نہیں دیتے ؟ "

افشین ،، اگر افشین جیسا شخص ، جو اشروسنہ کا فرماں روا ، اور عسکر اسلام کا سالارِ اعلیٰ ہے ، جھوٹ بول سکتا ہے اور یہ آوارہ گرد شخص (وردان) سچا ہو سکتا ہے تو سلام ہے اس دنیا کو "

وردان ،، میں وصیت نامہ سے تو انکار نہیں کرتا ۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ امیر المومنین اس پر سرسری نظر ڈال لیں ۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ افشین صاحب ہیں کیا ؟

اب تو افشین جامہ سے باہر ہو گیا ۔ اس نے کہا

" افشین کو تم نہیں جانتے ؟ وہ امیر المومنین کے عسکر گراں کا سالارِ اعلیٰ ہے وہ اشروسنہ کا فرماں روا ہے ۔ امیر المومنین کی موجودگی میں ایسے اہانت آمیز انداز میں اسے مخاطب نہیں کیا جا سکتا "

وردان ،، اگر میرے کسی لفظ سے آپ کو تکلیف پہنچی ہے تو میں اسے واپس لیتا ہوں ۔ لیکن اپنے مطالبہ پر قائم ہوں ، وصیت نامہ یہاں پیش ہونا چاہیے "

افشین ،، " فرض کرو ، وہ مجھ سے گم ہو گیا ، یا چوری ہو گیا میرے پاس سے ، یا کسی وجہ سے جل گیا ، تو کیا اس وجہ سے میں جھوٹا قرار دیا جاؤں گا اور میرا دعویٰ باطل قرار پائے گا ؟ حالاں کہ تم خود معترف ہو وصیت نامہ کے ، پھر اس کے پیش کرنے اور نہ کرنے سے کیا حاصل ہے ؟ "

وردان :" سردار محترم! براہ نہ مانیے خفا نہ ہویے۔ ہم امیرالمومنین کی بارگاہ میں انصاف کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ وصیت نامہ یہاں پیش کیا جائے۔"

افشین :۔ "اصل کر) وصیت نامہ گم ہوگیا، اور اس کی عبارت مجھے یاد نہیں ہے"

وردان :"مجھے یاد ہے ——— کیا میں امیرالمومنین کے سامنے اس کے بعض حصے دوہرا سکتا ہوں؟"

معتصم :۔ "ہاں ——— تمہیں اجازت ہے!"

وردان :۔ "وصیت نامہ "ارمزد" کے نام سے شروع کیا گیا ہے، جو مجوس کا معبود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس میں ذکر بھی نہیں ہے۔ اس کا گواہ قاضی شرع اسلامی نہیں ہے، بلکہ مجوس کا امین موبد ہے ——— کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے؟"

افشین اور زیادہ بھڑک گیا، اس نے کہا

لیکن اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ کیا مرزبان مجوسی نہیں تھا، مجھ پر کیا الزام ہے؟ کیا میں مجوسی ہوں؟

وردان :میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔ لیکن یہ کہنا چاہتا ہوں، کہ آپ مجوسی ہیں۔ آپ ارمزد کی عبادت کرتے ہیں، موبد کے سامنے جھکتے ہیں اور میں اس سے بڑھ کر ایک بات کہتا ہوں، آپ ظاہر میں مسلمان ہیں مخفیاً مجوسی ہیں۔ آپ لشکر اسلام میں اس لئے شریک ہیں کہ زیادہ سے زیادہ روپیہ

بٹور سکیں۔ اگر آپ کے بس میں ہوتا تو سلطنت اسلامیہ کو آپ تباہ و برباد کر چکے ہوتے، گو کوئی دقیقہ اس سلسلہ میں آپ نے فردگزاشت بھی نہیں کیا ——— فرغانہ کا آتش کدہ کاران شاہ اس حقیقت کا شاہد ہے!"

معتصم "لیکن یہ باتیں موضوع سے خارج ہیں۔ یہاں سوال تو ان دونوں لڑکیوں کا ہے۔"

وردان "جی ہاں، یہ حرکت مجھ سے سرزد ہوئی اس لئے کہ افشین نے امیر المومنین کے حکم سے سرتابی کی تھی۔"

افشین "(ابر ہم ہو کر) "میں نے سرتابی کی تھی۔ امیر المومنین کے حکم سے؟"

وردان "جی ہاں ——— آپ ان دونوں کو سامرا کے بجائے اشر وسنہ بھیج رہے تھے۔"

افشین پر اس وقت سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اگر کوئی اس کے بدن پر ہاتھ رکھتا تو محسوس کرتا کہ برف کی طرح سرد ہو رہا ہے۔

معتصم نے کہا "یہ بہت بڑا الزام ہے۔ اس کا کیا جواب ہے تمہارے پاس؟"

افشین "یہ اتنا بیہودہ الزام ہے کہ میں اس کی تردید کر کے اپنی توہین کرنا نہیں چاہتا ——— یہ عدالت اگر کل تک کیلئے ملتوی کر دی جائے تو سب کچھ خود بخود ظاہر ہو جائیگا۔"

وردان "کل، پرسوں، ایک ہفتہ کے بعد جب مرضی ہو آپ عدالت

میں تشریف لاکر صفائی پیش کریں۔ لیکن اس کی ذمہ داری کون لے سکتا ہے کہ آپ سامرا ہی رہیں گے۔ اشروسنہ نہیں بھاگ جائیں گے۔

معتصم:۔ اس کی ذمہ داری ہم لیتے ہیں ——— فیصلہ تک افشین ہمارے قصرِ خلافت میں قید رہے گا ——— اس کے اسلحہ لے لئے جائیں، فوجی لباس اتار لیا جائے! اسے لے جاکر قید کر دیا جائے!

فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ پھر خلیفہ نے حماد اور وردان سے کہا "تم جا سکتے ہو!"

یہ دونوں چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اس نے ضرغام سے کہا "خدا غارت کرے اس مجوسی کو! کیسے دھوکے دیتا رہا یہ اب تک ہمیں!"

ضرغام:۔ شکر ہے اس کا پول جلدی ہی کھل گیا۔

معتصم:۔ افشین کے بارے میں وردان نے جو کچھ کہا ہے۔ بالکل صحیح ہے۔ دوسرے ذرائع سے بھی یہ باتیں معلوم ہو چکی ہیں۔ اور اس سلسلہ میں ہم نے طبرستان، فرغانہ اور دوسرے مقامات سے ضروری گواہ بھی طلب کر لئے ہیں جو اس کے سامنے اس کے منہ پر حقیقت کا اظہار کریں گے اور اسے قرارِ واقعی سزا دی جائے گی۔

——— ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اشروسنہ میں یہ مسلمانوں کو عبادت بھی نہیں کرنے دیتا۔ دو مسلمانوں نے مسجد بنائی تھی اس نے انہیں قتل کر دیا ——— یہ سب باتیں کل کی عدالت میں زیرِ بحث آئیں گی اور آخری فیصلہ صادر کر دیا جائے گا ——— اب تم جاؤ آرام کرو۔ اور کل ٹھیک وقت پہ پہنچ جانا۔

L I B R A
No. ....
Muslim Girls

باب ۸۴

افشین کو سزا مل گئی

دوسرے روز وقت مقررہ پر معتصم دربار میں پہونچ گیا آج ایک نئی بات یہ تھی کہ بغداد کے قاضی القضاۃ احمد بن ابی داؤد، اور وزیر نظم و انتظام۔ محمد بن زیات بھی موجود تھے۔ مرزغام گواہوں کے کٹہرہ میں موجود تھا۔ وردان حماد اور افشین، مدعی اور مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر تھے۔

معتصم کا ارشاد پاکر، محمد بن زیات نے دو آدمیوں کو حاضر کیا۔ ان کے پیرہن اتارے گئے۔ تو پیٹھ پر زخموں کے گہرے نشانات تھے۔ اور یہ زخم ابتک رس رہے تھے۔

معتصم نے پوچھا "کیا تم ان دونوں آدمیوں کو پہچانتے ہو؟"

افشین نے جواب دیا "جی ہاں ——— ان میں سے ایک مؤذن ہے اور دوسرا پیش امام۔ انہوں نے اشرد سنہ میں ایک مسجد تعمیر کر ڈالی ان میں سے ہر ایک کو میں نے ہزار ہزار کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ کیوں کہ سرکاری اجازت کے بغیر انہوں نے مسجد تعمیر کر لی تھی"۔

ابن زیات :- "کیا تمہارے پاس ایسی کتابیں ہیں جو سونے اور چاندی مڑھی ہوئی ہیں اور جن میں خدا کا انکار کیا گیا ہے ؟"

افشین :- "جی ہاں ———— وہ آبائی طور پر میرے پاس چلی آرہی ہیں۔ ان میں خدا کا انکار بھی ہے اور آداب عجم بھی۔ میں نے آداب کا حصہ قبول کر لیا اور کفر الٰہی کا رد کر دیا۔ باقی رہا ان کے سونے چاندی سے مڈھا ہونا تو یہ کفر نہیں ہے !"

پھر ابن زیات نے کاران شاہ کے موبد کو پیش کیا اور کہا "افشین کے بارے میں جو کچھ تمہیں معلوم ہے بیان کرو۔"

اس نے افشین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

"یہ گلا گھونٹ کر مارے ہوئے جانور کھاتا ہے اور ان کے گوشت کو ذبیحہ سے زیادہ لذیذ قرار دیتا ہے۔ میری بھی کئی بار دعوت کی ہے اور ہر مرتبہ یہی کھلایا ہے۔ ایک دن اس نے مجھے کہا تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ رہنے کے باعث مجبوراً مجھے وہ سب کام کرنا پڑتے ہیں۔ جو ان سے ناگوار ہیں مجھے۔ البتہ ختنہ کی مصیبت سے اب تک بچا ہوا ہوں"

افشین :- "یہ جھوٹا ہے ———— ناقابل اعتبار ہے"

ابن زیات :- "اشروسنہ کے لوگ تمہیں کس طرح مخاطب کرتے ہیں؟ کیا وہ تمہیں "معبود اعظم" کہہ کر نہیں مخاطب کرتے اور اپنے آپ کو تمہارا "بندہ" نہیں قرار دیتے ؟"

افشین :- "میں انکار نہیں کرتا"

ابنِ زیات: "اور ساتھ تمہیں مسلمان ہونے کا اقرار بھی ہے؟"

افشین: "یہ اندازِ مخاطب آباؤ اجداد کے وقت سے چلا آرہا ہے میں نے اس لیے جاری رکھا کہ اگر اس میں تبدیلی ہوئی تو اہل اشر وسنہ کی عقیدت متزلزل ہو جاتی۔"

ابن زیات نے اب فرماں روائے طبرستان، مازیار کو پیش کیا اور کہا "آپ جو کچھ افشین کے بارے میں جانتے ہیں، بتایئے!"

مازیار نے کہا "یہ مسلمانوں کا بدترین دشمن ہے اس نے مجھے ایک خط (پیش کرتے ہوئے) لکھا تھا جس میں استدعا کی تھی کہ میں اس سے مل کر مسلمانوں کے استحصال میں اس کی مدد کروں۔ اس خط میں اس نے عربوں کو "لٹا" کہا ہے اصل منارہ کو گالیاں دی ہیں۔ ترکوں کی توہین اور امیر المومنین معتصم کے بارے میں بڑے ناشائستہ الفاظ لکھے ہیں اور اسلامی مملکت کو مٹانے کے سلسلہ میں اپنا پروگرام لکھا ہے۔"

ابن زیات: "کیا خط تمہارا نہیں ہے؟"

افشین: "یہ میرے بھائی کا لکھا ہوا ہے۔"

ابن زیات: "لیکن تمہاری طرف سے تو ہے؟"

افشین: "میں اس کی نقل و قوس کا ذمہ دار نہیں۔"

ابن زیات: "کیا اس میں اتنا دم خم ہے کہ وہ لشکر لے کر میدان میں اسکے اور مسلمانوں سے لڑے؟ کیا وہ تمہارا ماتحت نہیں ہے کیا وہ تمہارا تابع فرمان نہیں ہے؟ کیا وہ تمہارا نائب نہیں ہے؟ اور کیا وہ اب تک اپنے منصب پر قائم نہیں ہے؟"

——— کیا ایک مسلمان کو تمہاری طرح منافق اور غدار ہونا چاہیے؟

وردان: "جناب والا! میں پھر عرض کرتا ہوں کہ یہ مسلمان نہیں مجوس ہے۔ اس نے صرف دولت سمیٹنے اور ہمیں بیوقوف بنانے اور امیر المومنین کے لطف بے نہایت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے یہ مذہب قبول کیا ہے۔"

افشین: "یہ میرا بدترین دشمن ہے اور بالکل جھوٹ بول رہا ہے اس کی کوئی بات قابلِ اعتبار نہیں ہے۔"

وردان: "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟ (ابن زیات سے مخاطب ہو کر) آپ چلئے افشین کے گھر کی تلاشی لیں وہاں آپ کو نہ قرآن کا کوئی نسخہ ملے گا۔ نہ حدیث کی کوئی کتاب ملے گی، نہ فقہ کا کوئی رسالہ دستیاب ہوگا، نہ تصوف پر کوئی چیز نظر آئے گی ——— البتہ مجوسی مذہب کی کتابیں ملیں گی، مجوسی بت ملیں گے اور مجوسی مذہب سے متعلق طرح طرح کی تصاویر ملیں گی۔"

معتصم: "کیوں افشین، ان الزامات کا تمہارے پاس کوئی جواب ہے؟"

افشین کوئی جواب نہ دے سکا، خاموش رہا۔

معتصم نے کہا "ہم نے تم پر انعامات کی بارش کی، تمہیں نوازا، تمہیں سب سے بڑا مرتبہ سونپا، سب سے زیادہ تم پر اعتبار کیا، لیکن تم نے صلہ کیا دیا۔ ہم نے آج تک کسی شخص کو مجبور نہیں کیا کہ وہ اسلام قبول کرے اس لئے کہ اسلام نے صاف اور واضح الفاظ میں جبری تبدیلی مذہب کی مذمت کی ہے۔

لا اکراہ فی الدین!

اور اس نے ہمیشہ کے لئے جبری تبدیلی مذہب کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ تم خود اپنی

خوشی سے مسلمان ہوئے اور آج تم نے مذہب قبول کیا کہ ہمیں بیوقوف بناؤ، مسلمانوں کو دھوکہ دو۔ سلطنتِ اسلامیہ کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے بناؤ، خزانہ خلافت سے بے اندازہ روپیہ سمیٹو اور اسے اسلام کیخلاف، مسلمانوں کے خلاف اور خلافتِ اسلامیہ کیخلاف استعمال کرو ——— کیا نمک حلالی اسی کا نام ہے؟ کیا احسان شناس اسی کو کہتے ہیں "

ہمیں افسوس ہے کہ یہ طرزِ عمل اختیار کر کے نہ تم نے اپنی قوم کی خدمت کی ہے۔ نہ اپنی، نہ کسی اور کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"بہرحال تم پر جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ ثابت ہو گئے ہیں اور نہ صرف وہ ثابت ہو گئے بلکہ کچھ اور بھی نہایت سنگین اور ہولناک الزامات ثابت ہو چکے ہیں، تمہیں جو ہلکی سے ہلکی سزا دی جا سکتی ہے وہ عمر قید ہے!"

دربار برخواست!

یہ کہہ کر معتصم اٹھا اور اپنے قصر میں چلا گیا۔

باب ۔ ۸۵

شہرزاد کی کہانی

سامان اب تک ضرغام کے گھر میں قید تھا۔ وردان کو اس سے خدا واسطہ کا بیر ہو گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا جس طرح بھی ہو اس کی گردن اڑا دی جائے اس کا خیال تھا اور یقیناً غلط نہیں تھا کہ اس کی ہیبدنہ کی، ضرغام اور بانو کی تمام مصیبتوں کی جڑ صرف یہی شخص ہے۔ لیکن ضرغام ابتک اُسکے بارے میں خاموش تھا اس نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔

افشین کا معاملہ جب ختم ہو گیا اور اُس کے دائر کردہ مقدمہ یہ نکلا کہ حضور سے عمر قید ہوئی اور وردان وحماد باعزت طور پر بری کر دیئے گئے، تو ضرغام نے سوچا کہ اب سامان کا فیصلہ بھی کر دینا چاہیے چنانچہ اُس نے وردان سے کہا "میری رائے یہ ہے کہ اب اُسے رہا کر دیا جائے۔ اب وہ ہمیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ ہم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ سانپ کے دانت ٹوٹ گئے۔ اب وہ زندہ رہ کر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

یہ سنکر وردان چکرا گیا اس نے کہا "اگر آپ اُسے رہا کر دینے کا فیصلہ کر

چکے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ مجھے اس کی جگہ جیل میں ڈال رہے ہیں؟

ضرغام "(متحیر ہوکر) مگر کیوں؟ یہ خیال تمہارے دل میں کیسے آیا؟"

دردان "میں چند باتیں اُس سے پوچھنا چاہتا ہوں، کیا آپ اس کی اجازت دیں گے؟"

ضرغام "ضرور ——— تم کوئی بات پوچھنا چاہو اور میں اُس سے منع کروں، یہ کیسے ہو سکتا ہے!"

اتنے میں بانو آگئی۔ ضرغام نے سامان کے بارے میں اُس سے پوچھا۔ اس نے کہا "میں اُسے بھول جانا چاہتی ہوں اس کا ذکر نہ کرو!"

ضرغام "لیکن یہ تو بتاؤ! اب ہم اس سے کیا کریں؟"

بانو "جو چاہو کرو (پھر کچھ سوچتے ہوئے) البتہ ایک بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اور اس راز سے وہی پردہ اٹھا سکتا ہے کہ والد مرحوم اُس سے اتنے برہم کیوں تھے۔ کہ اُسے جائداد تک سے محروم کر دیا؟"

ضرغام نے حکم دیا، سامان کو حاضر کیا جائے۔ اس اثنا میں مرجانہ، یاقوتہ، ہیبدنہ اور حمّاد بھی جمع ہو گئے۔

سامان آیا، جیسے کوئی مجرم آتا ہے۔ سر جھکا ہوا، چہرے پر خوف دہشت کے آثار، آنکھوں میں ندامت کا اثر۔ وہ آیا اور آتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس منظر سے سبھی لوگ متاثر ہوئے سوائے دردان کے، اس نے کہا۔

"سامان رؤمت! ہم نے تمہیں سزا دینے کے لئے نہیں بلایا ہے اس لئے کہ تمہارے جرائم اتنے سنگین ہیں کہ کتنی ہی بڑی سزا دی جائے وہ ناکافی

ہے، لیکن مجھے حیرت جس بات پر ہے وہ یہ ہے کہ تم نے بہت سے لوگوں کا دوست بن بن کر ایذائیں پہونچانا چاہی۔ تم نے افشین کی خوشامد کی اور اس کی جڑ کاٹنے میں بھی مصروف رہے۔ تم نے ضرغام سے محبت کا اظہار کیا، لیکن اسکی دنیا اجاڑ دی۔ تمہاری ایک ہی بہن تھی بالو گو وہ سوتیلی تھی لیکن سگی بہنوں سے زیادہ تمہارا خیال کرتی تھی۔ تم نے اس کی زندگی بھی تلخ کر دی، اسے بابک کے ہاتھ بیچ دیا حالانکہ وہ حور کی پاک دامن تھی۔ اور تمہیں معلوم تھا کہ اس کی نسبت بھی ضرغام سے ہو چکی ہے پھر جب وہ بابک کے پنجہ سے چھٹی تو تم نے پھر اسے افشین کے حوالہ کر دیا۔

وردان یہ باتیں کہہ رہا تھا اور سامان ٹکٹکی لگائے یاقوتہ کو گھور رہا تھا جب وردان کی بات ختم ہو چکی تو اس نے کہا،

"آپ نے میرے بارے میں جو کچھ کہا ہے صحیح ہے میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں۔ میں نے خبثِ نفس کا ارتکاب کیا، ناکام رہا، مجھ سے شروع میں ایک غلطی ہوئی تھی۔ پھر اس غلطی کو چھپانے کے لئے غلطیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔"

وردان: "اچھا یہی بات سہی ———— لیکن وہ غلطی کیا تھی؟"

سامان ابتک ٹکٹکی لگائے یاقوتہ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر دفعتاً وہ اٹھا اور یاقوتہ کے قدموں پر سر رکھ کر چیخ چیخ کر رونے لگا۔

حماد نے کہا، "کمبخت ہم تجھ سے تیرے جرائم کی سرگزشت پوچھ رہے ہیں اور تو اس شریف خاتون کے پاؤں پکڑے ٹسوے بہا رہا ہے!"

سامان نے یاقوتہ کیطرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "میرا پہلا اور سب سے بڑا جرم یہ ہے!

یہ کہہ کر وہ پھر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

یہ اتنی عجیب بات تھی کہ اسے سُن کر خود یاقوتہ چونک پڑی اور سارے لوگ جو جمع تھے وہ یاقوتہ کو تکنے لگے۔

بانو نے سوال کیا "تو تمہاری غلطی کیا تھی جس کا یاقوتہ بیچاری سے تعلق ہے؟"

سامان: "نہیں ——— اسے یاقوتہ نہ کہو، یہ شہرزاد ہے!"

بانو: "میں نے تو یہ نام ابتک نہیں سنا!"

اب مرجانہ بولی "بیٹی بانو! یہ شہرزاد تیری بہن ہے"

بانو: "لیکن خالہ! میری تو کوئی بہن نہ تھی، صرف ایک بھائی تھا جو میری ولادت سے پہلے مر گیا۔

مرجانہ: "نہیں وہ بھائی نہیں تھا بہن تھی۔ اور اس کا نام شہرزاد تھا۔ اس راز کو اب اس دنیا میں میرے سوا کوئی نہیں جانتا ——— یہ سامان اسے تو گود میں لیکر کھلایا کرتا تھا اور کبھی کبھی باغ چمن میں بھی لے کر چلا جاتا تھا ایک روز یہ اسے لے کر گیا لیکن واپس آیا اور یہ خبر اڑادی کہ اسے گھوڑا چرا لے گیا ——— تمہارے باپ نے یہ بات نہ مانی اسے بہت مارا پیٹا اور اس دن سے اس سے نفرت کرنے لگے اور اسی لئے سب جائداد سے محروم کر دیا۔

سب لوگوں نے مرجانہ کی اس بات کا یقین کر لیا اور وہ یقین کرنے پر مجبور

بھی تھے کیوں کہ یاقوتہ اور بالو کی باہمی مشابہت پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ یہ بہنیں ہیں۔ بالو اٹھ کر یاقوتہ سے لپٹ گئی یاقوتہ بھی اس سے لپٹ گئی اور پیار کرنے لگی۔ دونوں کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری تھے یاقوتہ بہت ہی خوش تھی کیوں کہ اب تک وہ اپنے آپ کو صرف ایک جاریہ سمجھتی تھی آج معلوم ہوا کہ نہیں وہ مرزبانِ فرغانہ کی لڑکی ہے۔

بالو نے ساماں سے دریافت کیا۔

"لیکن اپنی بہن کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہوئے تمہیں شرم نہ آئی، تم نے یہ کام کیا کس دل سے؟"

ساماں نے آستین سے آنسو پونچھتے ہوئے جواب دیا "شیطان سوار تھا سر پر اور کیا؟"

ھرغام "لیکن اس کام کا محرک کون سا جذبہ تھا؟"

ساماں "جذبہ ——————— میں دس سال کا تھا۔ یہ چار سال کی ننھی سی بچی تھی، اباجان اس سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور مجھ سے میری بری حرکتوں کے باعث اتنے ہی پریشان رہتے تھے ایک روز میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ لاوارث لڑکوں اور لڑکیوں کو خریدتے پھر رہے ہیں، میں جلدی سے شہزادی کو لے کر باغ میں پہنچا اور دو دینار لے کر میں نے اسے فروخت کر دیا۔ میں واپس آگیا اور وہ لوگ اسے لیکر بڑی تیزی سے جہاں سے آئے تھے وہاں چلے گئے اس واقعہ کی وجہ سے والد مجھ سے نفرت کرنے لگے اور مجھے محروم الوراثت کر دینے کا فیصلہ کر لیا پھر بھی صورت بالو کے

ساتھ پیش آئی۔ میرے مقابلہ میں وہ اس سے زیادہ محبت کرتے تھے میں نے سوچا اگر یہ راستہ سے ہٹ جائے تو اس کے بعد محروم کردینے کے باوجود سب کچھ مجھے مل جائے گا۔ اس لئے میں نے افشین سے ساز باز کی اسی لئے بابک کا آلۂ کار بنا!"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔ دوسرے لوگوں پر یہ داستان سن کر سناٹا چھایا ہوا تھا ——— پھر وہ رونے لگا۔

"مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے۔ میں اپنی غلطی سے نادم ہوں، لیکن نہ یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کے ہاتھوں سزا کو پہنچوں نہ یہ گوارا ہے کہ آپ حضرات میرے جرائم معاف کر کے مجھے زیر احسان کریں۔ میرا دل دنیا سے گھٹ ہو چکا ہے اب مجھے شہرزاد، بانو سے نفرت نہیں، اپنے آپ سے ہے اب تک میں نے ان دونوں کو اذیت پہونچائی ہے اب اپنے آپ کو سزا دوں گا!"

یہ کہہ کر اس نے جیب سے خنجر نکالا اور بجلی کی سی تیزی سے اپنے سینے میں بھونک لیا۔ خون کا ایک فوارا چھوٹا اور وہ بیدم ہو کر گر پڑا۔

اس منظر نے ایک ہیبت سی طاری کردی سب پر، بانو اور شہرزاد کی تو یہ کیفیت تھی کہ اگر سنبھالا نہ جاتا تو بے ہوش ہو کر گر پڑتیں۔

باب - ۸۶

ضرغام اور بانو

ضرغام اور بانو کی، حماد اور شہرزاد کی، وردان اور عائشہ (ہیدنہ) کی آج شادی ہے۔ امیر المومنین معتصم باللہ یہ شادیاں اپنی طرف سے کر رہے ہیں، انہوں نے ضرغام کو بھائی بنالیا ہے۔ عائشہ (ہیدنہ) کو اسلامی بہن قرار دیا ہے شہرزاد اور بانو کو بھی منہ بولی بہنیں بنالیا ہے آج سارا شہر آئینہ کی طرح جھلمل جھلمل کر رہا ہے اس کی آراستگی اور آرائش دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے چوں کہ سامرا کی خلقت، ضرغام کے مجاہدانہ کارناموں سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس لئے اس کی عزت و تکریم دل و جان سے کرتی ہے۔ یہ شادی قصرِ خلافت میں ہو رہی تھی لیکن شہر کا ہر گھر دلہن کی طرح سجا ہوا ہے۔ ہر گھر میں رونق تھی، پہل پہل تھی، گہما گہمی تھی ہر شخص یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ تقریب اس کے گھر میں انجام دی جا رہی ہے

ضرغام اپنی ماں کے پاس بیٹھا ہے ماں بیٹے میں باتیں ہو رہی ہیں مرجانہ کا چہرہ پھول کی طرح کھلا ہوا ہے۔ اسکی عمر بھر کی تمنا آج پوری ہو رہی ہے، اسکا اکلوتا بیٹا آج دولہا بن رہا ہے۔ ضرغام کو بھی آج خوش ہونا چاہیے تھا۔

آج وہ دن ہے ـــــــــــــ جس کے لئے دن گنے جاتے تھے
ـــــــــــــ آج بانو، اس کی محبوبہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اُسکی ہو رہی تھی،
لیکن نہ جانے کیا بات تھی کہ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا، افسردگی اور اضمحلال
کے آثار طاری تھے۔

ضرغام اپنی ماں سے کہہ رہا تھا۔

"اماں، کیا وہ راز آج بھی نہ بتاؤگی ـــــــــــــ خدا کے لئے
بتا دو، میں کون ہوں؟"

مرجانہ:۔ (مسکراتے ہوئے) "کیا تو میرا بیٹا نہیں ہے؟ میرا شہزادہ
نہیں ہے؟"

ضرغام:۔ "تمہارا تو بیٹا، شہزادہ، نورِ نظر، لختِ جگر سب کچھ ہوں، لیکن مجھے
یہ بھی تو معلوم ہونا چاہیے کہ میرا باپ کون تھا ـــــــــــــ دنیا آج کتنی خوش
ہے سافر اکا گھر گھر دلہن بنا ہوا ہے۔ کیونکہ آج میں دولہا بن رہا ہوں یہاں کا
ایک ایک شخص میری خوشی کو اپنی خوشی سمجھتا ہے لیکن میں خوش نہیں ہوں
میرا دل بے چین ہو رہا ہے۔"

مرجانہ:۔ "تو کیوں خوش نہیں ہے؟"

ضرغام:۔ "بعض وقت تو میرا جی چاہتا ہے کہ خودکشی کر لوں ـــــــــــــ
جس شخص کو اپنے باپ کا پتہ نہ ہو، اسے دنیا میں زندہ رہنے کا کیا حق ہے؟"

مرجانہ:۔ "تیرا باپ دنیا کا بہت بڑا آدمی تھا!"

ضرغام:۔ "لیکن وہ تھا کون؟"

مرجانہ:- "اچھا تجھے ایک کہانی سناتی ہوں، سنے گا؟"

ضرغام:- "اماں! یہ کہانی سنانے کا کون سا وقت ہے، میرے سوال کا جواب دو؟"

مرجانہ:- "وہ بھی دے دوں گی، پہلے کہانی تو سن لے، بچپن میں بڑے شوق سے سنا کرتا تھا کہانیاں!"

ضرغام:- "نہیں مانتیں تو سنا دو، لیکن مختصر"

مرجانہ:- "ہاں، بہت مختصر، چند بول میں ختم ہو جائے گی"

ضرغام:- "تو پھر شروع کرو!"

مرجانہ:- ایک تھا بادشاہ، ہمارا تمہارا خدا بادشاہ ——————

ایک دن بادشاہ شکار کرنے کے لئے نکلا۔ اسے ایک ہرن نظر آیا۔ اسکے پیچھے اس نے گھوڑا ڈال دیا اور بہت دور تک نکلتا چلا گیا اس کے لشکری جو ساتھ تھے وہ پیچھے رہ گئے۔ شام ہو گئی رات نے ڈیرا ڈال لیا۔ لیکن وہ ہرن قابو میں نہ آیا۔ آخر اس نے اپنا صبا رفتار گھوڑا روک لیا۔ پیاس سے دونوں بے حال ہو رہے تھے۔ سامنے ایک کٹیا تھی، وہاں دستک دی۔ ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی باہر نکلی، بادشاہ نے کہا

"پیاسا ہوں! —— کیا پانی پلا سکو گی؟"

لڑکی نے منہ سے کچھ نہ کہا۔ اندر سے ایک ڈول اور پیالہ میں پانی بھر کر لائی، ڈول بادشاہ کی طرف اور پیالہ گھوڑے کی طرف بڑھا دیا۔ بادشاہ اسکی صورت دیکھ کر پہلے ہی فریفتہ ہو چکا تھا۔ اس ادا نے اُسے متوالا کر دیا اس نے کہا

"تمہارے والد کہاں ہیں؟"

وہ بولی "ضروری کام پر گئے ہیں آتے ہی ہوں گے"

بادشاہ نے پوچھا "کیا ان کے آنے تک میں یہاں ٹھہر سکتا ہوں؟"

لڑکی نے جواب دیا "آپکا گھر ہے ضرور ٹھہریئے!"

پھر اس نے بادشاہ کیلئے بستر بچھا دیا اور خود کھانا پکانے لگی۔ اس اثنا میں اس کا باپ آگیا۔ باپ کو بادشاہ نے خرید لیا۔ اسکا دامن ہیرے جواہرات سے بھر دیا، اور اس رات اس لڑکی سے شادی کر لی بادشاہ اسکے بعد وہاں دو دن ٹھہرا اور لڑکی کی محبت میں کھویا رہا۔ تیسرے دن اس نے سفر کا ارادہ کیا

لڑکی نے کہا "مجھے بھی لے چلئے اپنے ساتھ؟"

وہ گویا ہوا "تم ایک بادشاہ کی بیوی ہو اسطرح تمہیں نہیں لیجا سکتا بہت بڑا لاؤ لشکر لیکر آؤنگا اور ملکہ کیطرح تمہارا ڈولا لیکر یہاں سے جاؤں گا"

وہ خوش ہو گئی اور بادشاہ چلا گیا۔

کئی دن گزر گئے وہ بادشاہ نہ آیا۔

لڑکی ہر روز اسکا انتظار کرتی اور مایوس ہو کر پھر دوسرے دن کا انتظار کرنے لگتی۔ ایک روز لڑکی نے دیکھا کہ چہل پہل سی مچی ہوئی ہے۔ لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ بادشاہ شکار کھیل کر اپنے شہر پہنچا دوسرے دن بیمار پڑا اور چند دن بیمار رہ کر انتقال کر گیا۔

یہ سن کر وہ لڑکی بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

نو مہینے کے بعد وہ ایک چاند سے لڑکے کی ماں بن گئی۔ اس نے بادشاہ کو

کھو دیا اور شہزادے کو پالیا۔

ضرغام بڑی دلچسپی سے یہ کہانی سُن رہا تھا مرجانہ جب کہتے کہتے رک گئی تو ضرغام نے دریافت کیا "پھر کیا ہوا اماں؟"

مرجانہ: "(مسکرا کر) بس کہانی ختم — اگر تم کچھ اور پوچھنا چاہو تو سُن لو وہ بادشاہ ہارون الرشید تھا، وہ لڑکی مرجانہ تھی اور وہ لڑکا ضرغام — اور یہ ہے ہارون الرشید کی نشانی ہے — اس نے چلتے وقت مجھے دی تھی — موتیوں کا یہ ہار اپنے گلے سے اُتار کر مجھے پہنایا تھا۔"

ضرغام نے فرطِ مسرت سے بے قابو ہو کر پوچھا "کیا میں ہارون الرشید کا لڑکا ہوں معتصم کا بھائی!"

مرجانہ "ہاں! میں تو اندھی ہو چکی ہوں اس غم میں روتے روتے لیکن جس سے پوچھو گے وہ یہی کہے گا کہ معتصم سے زیادہ تیری شکل ہارون الرشید سے ملتی ہے!"

ضرغام "ہاں — یہ بات خود معتصم کئی بار کہہ چکا ہے"

مرجانہ "اب تو اطمینان ہو گیا تجھے؟"

ضرغام "ہاں! — لیکن تم نے اپنے آپ کو چھپائے کیوں رکھا؟"

مرجانہ: "کیا کرتی اس راز کو افشا کر کے — نتیجہ زیادہ سے زیادہ یہی نکلتا کہ میں قیدی بن کر رہتی اور تجھے زہر دے دیا جاتا — پھر میں تجھے کہاں پاتی؟"

ضرغام مرجانہ سے لپٹ گیا۔ اسکی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چھلک رہے تھے اور مرجانہ اسکا سر سہلا رہی تھی۔

—— ختم شد ——

ظفر احمد قریشی کا ناول "شہید" واقعہ کربلا پر تاریخی ناول۔ ڈائمنڈ سائز چھ سو ورق
قیمت چھ روپے

ظفر احمد قریشی

نیند ہماری خواب تمہارے	۵/۰
شہید	۶/۰
آوارہ	۹/۰
پاگل جوانی	۴/۰

اے۔ آر۔ خاتون

ماہِ درخشاں	۱۱/۰
نوید سحر	۴/۵۰
نور افشاں	۸/۰
مرجان	۶/۸

اس کے علاوہ مزید پانچ ناول

زبیدہ سلطانہ

یاقوتہ	۷/۵۰
ماہِ رخ	۷/۷۵
مصوّر	۵/۵۰
دیوتا	۶/۵۰
رُباب	۷/۵۰
ماہِ لقا	۷/۵۰

ہاجرہ نازلی

تعبیر	۶/۰

نغمہ	۶/۰
غمِ دوراں	۶/۰

رئیس احمد جعفری

ضرغام	۱۶/۰
شکاری	۶/۰
رابعہ	۷/۵۰

جمیلہ بانو

زبیدہ	۴/۰
گل افشاں	۷/۵۰

دت بھارتی

سہارا	۵/۰
موت سے پہلے	۵/۰
عشق و گناہ (گناہ)	۳/۲۵
یہ ہے زندگی (ابرائیچ لائن)	۴/۰
سوئمبر	۳/۵۰
تڑپ	۲/۰
تقاضا	۲/۰
تیری عادت ہی سہی	۱/۷۵
مصیبت	۱/۷۵
راکھ	۱/۷۵

فون نمبر ظفر احمد قریشی اینڈ سنز بک سکو تر دی مال لاہور / پراچہ دی مال مری ۶۴۴۴۸

اور اس کے بعد	۱/۷۵
وصیت	۱/۷۵
جانور	۱/۷۵
تھکن	۱/۷۵
تماشہ	۲/۰
سوکھے پتے	۱/۷۵
اہل جفا	۱/۷۵
ہم کو عبث بدنام	۱/۷۵
پربیت ایل ایس قمر	۵/۰

اسکے علاوہ ون کی تمام کتابیں سستی چھپ رہی ہیں

سلامت علی مہدی

زمرد	۶/۵۰
تابوت	۵/۰
کافرستان	۵/۰
آخری خط	۵/۰

سعادت حسن منٹو

رتی ماشہ تولہ	۳/۰
بُرقعے	۳/۰
خنازے	۳/۰
شکاری عورتیں	۳/۰

ایک مرد	۳/۵۰
بغیر اجازت	۳/۰
بغیر عنوان	۳/۰
کالی شلوار	۵/۰

نسیم انہونوی

بانو	۸/۰
سراب زندگی	۵/۰
شبانہ	۶/۵
انداز	۶/۰

عادل رشید

موسم گل	۶/۰
دیوانی	۵/۰
تھکے پاؤں (مکمل)	۱۰/۰

مائل ملیح آبادی

زینت	۴/۵۰
رومانہ	۵/۰
مرزا مغل	۴/۰
ایک مجاہد ایک شہید	۵/۵

گلشن نندہ

اندھیرے چراغ ۴/۵۰ سانجھ کی بیلا ۴/-

فون نمبر ظفر احمد قریشی اینڈ سنز بنک سکوائر دی مال لاہور دی مال مری ۶۴۴۴۸